افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد

۱۳۰۸ھ

دیوان ثانی اشک

مسمیٰ

بہ

نظم معتبر

۱۳۱۴ھ



در مطبع سیدی واقع حیدرآباد دکن طبع گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ دیوان دوم از اُستادی جناب میر علی حسن صاحب اشک مرحوم

نَحمَدُہٗ وَ نَشکُرُہٗ وَ نُصَلِّی عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہِ الطَّاہِرِیْنْ ہزار ہزار شکر درگاہ مین اُس خدائے بی مثل و یکتا کے کہ جسکا کوئی شریک و نظیر نہین۔ اور لاکہ لاکہ حمد بارگاہ مین اُس خالق و رازق کے کہ جسنے اپنی مرحمت و عنایت سے جمیع مخلوق کو عالم عدم سے عالم امکان مین لایا۔ اور اپنی قدرتِ کاملہ سے کیسے کیسے اشیا عجیبہ غریبہ کو ظاہر گردانا۔ اور اپنے انتہائے تفضل و عنایت سے بنی آدم کو ساتہہ زیور و لباس وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ مُحلّی و محلّی فرمایا۔ اور دولتِ علم کو بمصداق آیۂ ہدایہ فَتَلَقّٰی آدَمَ الْاَسْمَاءِ الْحُسْنٰی باعث اور سبب شرافت و بزرگی انسان مقرر فرمایا۔ سبحان اللہ فی الحقیقت علم بہی عجب نعمت عظمےٰ ہی کہ جسکی تحصیل کے باعث بنی آدم کو تمام مخلوقات پر فضیلت حاصل ہے۔ بتحقیق کہ علم سرمایۂ جمیع کمالات ہی۔ خدا طالب علم کو دوست رکہتا ہی۔ الکمال فی طلب علم مین ہی۔ عمل شایستہ نہین ہوتا مگر حصول علم کے ساتہ۔ جس بندۂ خدا کو اُس یا ہی زخار کا ایک قطرہ ہاتہہ آیا وہ جمیع اہل ارض و سما پر پایہ بزرگی کا پایا۔ چنانچہ ہمارے استاد مرحوم و مغفور نے اُس دولت لا انتہی سے کسیقدر بہرہ ور اور منتفع ہوئے تھے۔ پس اسلئے ہر ایک کے منظور نظر اور مقبول بصر تہے۔ اگرچہ بعطیہ جمیع صفات ظاہری و کمالات باطنی سے رب المنن نے بہرہ مند رکہا تہا لیکن بالتخصیص اس فن خاص یعنی شعر و سخن کے لئے خلاق عالم نے تمام اپنے بندونمین فی زمانہ انہین کی ذاتِ خجستہ صفات کو انتخاب و مخصوص اور ماخذ فرمایا تہا۔ اس حقیر فقیر ہیچمدان کی کیا لیاقت اور کیا طاقت تہی جو انکی ایک شمہ تعریف و توصیف لکہہ سکتا مگر مجبوراً باجبار یاران و احباب یہ چند کلمہ مفصلہ ذیل تحریر کرتا ہون والا یقول سمجھے سے ۵

عطر آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید مصرع حاجت مشاطہ نیست روی دلارام را۔ خود انکا کلام معجز نظام اس بات
گواہی دیتا ہے بلکہ افتخاراً پکار اٹھتا ہے کہ میں ایسے استاد کا کلام ہوں کہ جسکا نظیر و مثل آجکل روزگار بلکہ زمانۂ ماضی میں
بھی ہاتھ آنا بہت دشوار تھا اور مشکل ہے۔ اگرچہ انکا دیوان اول ہی اپنا جواب نہیں رکھتا لاجواب ہے۔ لاکن اس
دیوان دوم نے تو گویا آفت بلکہ قیامت برپا کردی ہے یعنی تمام دواوین سابقہ و حالیہ کو پست و سبکی نظروں سے
گرا دیا ہے۔ افسوس ہزار افسوس کہ ایسے شاعر نامی گرامی کو اسقدر جلد اجل آجائے اور تمام شعرای ہندوستان بلکہ کل
سخنوران جہان کے قلوب میں انکے انتقال پر ملال کا غم و الم رہجائے فی الحقیقت لطف شعر و سخن انہیں کے دم سے
تھا چنانچہ ہر شاعر کے کلام کو یہ حسرت اور یہ آرزو ہے اور خود پکار اٹھتا ہے کہ ہے ہے افسوس بلکہ ہزار افسوس کہ میں
ایسے استاد کامل کی سماعت سے محروم رہا ای کاش میرے عہد تک اس خدای سخن کی حیات و
فا کرتی اور میں کسیطرح سے اسکے گوش حق شنو تک پہنچ جاتا اور یہ فعل و حرکت یعنی انکا استماع
فرمانا باعث اور سبب میرے فخر و مباہات کا ہوتا۔ قصہ مختصر یہ ہیچمدان اس اپنی تحریر کو بخوف
تطویل عبارت ان چند کلمات و فقرات ذیل پر جو مشتمل و محتمل بدعائیہ ہیں انصرام و اختتام کو
پہنچاتا ہے وہو ہذا ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ وَارْحَمْهُ بِحَقِّ مَنْ لَوْلَاهُ ۔
الٰہی اس دیوان معجز بیان کو انسان کیا بلکہ پری جان کے بھی مطبوع طبع فرما آمین
یارب العالمین بِمُحَمَّدٍ وَّآلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَیْهِ
وَعَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْن فقط

کتبہ احقر العباد لم یزل سید باقر الموسوی المتخلص بکاشف خلف
مرحوم و مغفور میر محمد حسین خان جنت نشان
مورخہ ۲۶۔ روز جمعہ شہر جمادی
الثانی سنہ ۱۳۱۱ھ

کیا کرے لیکر وہ تخت و تاج کیکاؤس کا
فخر ہے جمشید کا سر تاج کیکاؤس کا
عہد مین حضرت کے تھے سنسان سارے بتکدے
آپ کے جسم مبارک سے ہے یون روشن تجلی
روئے روشن کی ضیا پھیلی ہو جیسا شمع کی
دولت دنیا نہ آئی ہاتھ وہ [illegible]
آپ کے رعب و جلالت سے ہوا [illegible]
آستان بوسی کی حسرت دل ہی دل مین رہ گئی
بہر تسکین سامنے رہتی ہے روضہ کی شبیہ
جو ہے حب علی سے اپنے دل کا پر اباغ
روضۂ اقدس کی دوری مین سراپا داغ ہون

بندۂ درگاہ ہو جو بادشاہ طوس کا
جو گدا ہے آستان بادشاہ طوس کا
سرمہ آواز رعب حق ہوا ناقوس کا
گھر منور جسطرح ہو شمع سے فانوس کا
مرقد انور پہ ہوتا ہے گمان فانوس کا
ہمکو خالق نے کیا ممنون خدا اس [illegible] کا
دیر مین بانگ اذان نالہ ہوا ناقوس کا
رات دن شاکی ہون اپنے طالع منحوس کا
اور کیا کرتے علاج اپنے دل مایوس کا
قلب دشمن مین ہے عالم شیشۂ معکوس کا
دل جگر دونون نمونہ بنگیا طاؤس کا

گر غبار آستان آپ کی دیوے اثر
رشک سے جل بھن کر دل ہو خاک جالینوس کا

خشک و تر میں کون ہے جو تابع فرمان نہیں
ہر جگہ ہے حکم جاری پادشاہ طوس کا

نونہال باغ زہرا کی جو ہے دوری کا رنج
نخل سکے پتوں میں عالم ہے کف افسوس کا

جسکا جبریل امین درگاہ حق سے ہے خطاب
ہے وہ اک پروانہ شمع بزم شاہ طوس کا

عالم امکان کی دیتے ہیں خبر صبح و مسا
حضرت نام مبارک آپ کے جاسوس کا

مشہد شاہ خراسان کا یہ ادنی وصف ہے
گلشن جنت نمونہ ہے نواح طوس کا

نارسائی سے مقدر کی رہا جاتا ہوں میں
آپ پر احوال ظاہر ہے دل مایوس کا

۲	شوق دیدار در یہ دولت میں عالم ہے یہ اشک دم خفا ہو قید میں جیسے کسی محبوس کا	۱۹

تلف پیر فلک نے بھی کئے ہیں نوجوان کیا کیا
مٹے ہیں دیکھتے ہی دیکھتے نام و نشان کیا کیا

ہوئے برباد الفت کی بدولت خانمان کیا کیا
لٹے ہیں کوچہ زلف صنم میں کاروان کیا کیا

نہ واعظ کی سنی کوئی بہتان کر رہنے والوں نے
سر منبر ہوئی ہیں حور و جنت کے بیان کیا کیا

فراق زلف میں بےچین ہیں منہہ سے نہ یہ نکلا
بیان کرنے میں حال دل کی الجھی ہے زبان کیا کیا

ہوا وصل اس پری پوش کا اگر خوبی قسمت سے
تو پھر چکرائیگا اُسوقت ہمنے سمان کیا کیا

فرشتے کا یقین ہے گاہ شک حور بہشتی کا
کہوں کیا تم پر اب لوگوں کو ہوتا ہے گمان کیا کیا

تمہارے دیکھنے والے ہوئے پر رہ نہیں سکتے
لگاوٹ کرتی ہیں آ آکے حور جنان کیا کیا

وہ بلبل ہوں شکستہ پر چمن تک جا نہیں سکتا
کیا ہے قصد اُڑ جانیکا سوئے گلستان کیا کیا

نہ آخر چھپ سکا راز محبت زلف پیچاں کا
پس از مردن ہماری قبر سے اُٹھا دھواں کیا کیا

نہ دیکھا مُڑ کے بھی اُسنے اسیران محبت کو
پکارا کی بہت کھڑکائیں اپنی بیڑیاں کیا کیا

حقیقت میں عجب حسن آفرین ہے ہند کا طبقہ
نظر آتے ہیں رستے میں بتان دلستان کیا کیا

سگ جانان پھری لیلی کے در در مین وہ وحشی ہون
پس لاغر مروان رہی چکر مین اپنی استخوان کیا کیا

ملا کنج قفس فصل بہاری مین وہ بلبل ہون
مری حسرت پہ سب پیٹتین گئے اپنا باغبان کیا کیا

نگاہ ناز ترکا جو حسین کی قتل کرتی ہے
ہماری سمت کو مین تیر بے امان کب کیا

ہر اک صفحے پہ دیوان کے گمان ہوتا ہے گلشن کا
دکھائین طبع رنگین نے مری رنگینیان کیا کیا

حقیقت مین خرابات جہان ہی جاے عبرت ہے
ان آنکھون نے مری اُجڑی ہوی دیکھے مکان کیا کیا

بہار آئی گلستان دیکھنے قابل ہے ان روزون
ہین سیر شاہدان گل کے رنگین ٹوپیان کیا کیا

ہوا قاضی سے جھگڑا بن پڑی ہے بادہ نوشونکی
لٹی ہے فصل گل مین میفروشونکی دکان کیا کیا

۱۹	جہان مین **اشک** بھرکر جام کوثر دین گی جب حورین تو اُس دم یاد آئین گے ہمین پیر مغان کیا کیا	۳

پوچھو نہ کچھ سبب مرے حال تباہ کا
مارا ہوا ہون گردش چشم سیاہ کا

کم ہوگا سلسلہ نہ کبھی دل سے آہ کا
پامال ناز ہون صنم کج کلاہ کا

جلوے دکھا رہا ہے علم اپنی آہ کا
ہلہ ہے دل پہ حسرت و غم کی سپاہ کا

عالم شہانہ دیکھ تو اپنے شہید کا
کپڑے لہو بھرے نہین خلعت ہے بیاہ کا

ہوگا غبار بھی نہ زمین سے مرا بلند
خواہان نہین مین بعد فنا عز وجاہ کا

صدقے کو جو بھیجدے آنکھون کی پتلیان
عالم جو دیکھ لے تری چشم سیاہ کا

کہتے ہین میرے دل کو شکستہ وہ دیکھکر
اجڑا ہوا مکان ہے کسی بادشاہ کا

دیکھا جدھر صفین کی صفین جھک گئین اُدھر
اللہ رے توڑ ترک کے تیر نگاہ کا

سامان رنج وغم ہوی میرے لئے سوا
اک آسمان اور بنا دود آہ کا

تشبیہ کس سے چہرۂ روشن کو دیجیے
ہے آفتاب ذرہ تری گرد راہ کا

مطلب ہے بندگی سے حرم ہو کہ دیر ہو
ناحق یہ لوگ پھیر بتاتے ہین راہ کا

بت پوجتے ہین اور تو حاصل نہ کچھ ہوا
دہبا جبین پہ رہگیا بخت سیاہ کا

نیرنگیان دکہاتا ہے کیا انقلاب دہر
کاسۂ گدائی ہے سر بادشاہ کا

بسمل سا لوٹتا ہے ہر اک کشتۂ ادا
عالم تمہاری بزم مین ہے قتلگاہ کا

احباب سے یقین ہے جنازہ نہ اُٹھہ سکے
وہ بار لے کے چلے ہین گنہ کا

تا لامکان تلاش مین وہم و گمان گئے
وہان بہی پتا نہ ملا تری خوابگاہ کا

انجام کار عشق زنخدان مین جان دی
زہراب ہوگیا مجہے پانی بہی چاہ کا

جانا ہو گر عدم کو تو کس راستے سے جائین
دریافت آج تک نہوا حال راہ کا

16	ہفت آسمان کو بار ہوا ہے یہ ناتوان ہے کوہ سے وقار فزون **اشتک** کاہ کا	4

حال کی اپنے مین اُس بت کو خبر کیا کرتا
نالۂ دل مرا پتہر مین اثر کیا کرتا

کام آئی شب غم مین مری اشکونکی تری
نہین معلوم کہ یہ سوز جگر کیا کرتا

دل کو عشق لب و دندان مین ذرا تسکین ہو
ورنہ مین لیکے بہلا لعل و گہر کیا کرتا

ہے بجز رنج و الم غمکدۂ دہر مین کیا
کوئی آرام سے یہان اپنی بسر کیا کرتا

ہوتا ممنون بہی نہ دشمن کا جو مرتا شب ہجر
چرخ کالیکے مین کافور سحر کیا کرتا

ضبط گریہ جو نکرتا مین شب فرقت مین
دیکہتے آپ کہ یہ دیدۂ تر کیا کرتا

بارش اشک سے ٹہنڈی ہوئی کچہہ آتش غم
یہ نکرتا تو مرا دیدۂ تر کیا کرتا

جان پر کہیل کر جیتی ہے یہ بازی مینے
جی چراتا تو مہم عشق کی سر کیا کرتا

زلف سے سیکہا ہے افسون محبت مینے
زہر افعی کا بہلا مجہکو اثر کیا کرتا

کوئی مضمون بہی مری طبع رسا کو نملا
بڑہکے اس سے کوئی تعریف کمر کیا کرتا

مین خبر بہی نہوا رنگ بہت سے بدلے
چرخ کی سفلہ مزاجی پہ نظر کیا کرتا

چھٹ گیا ساتھ عدم کو گئے جانے والے
نابلد راہ سے تنہا مین سفر کیا کرتا

اب بھی داغ غم فرقت سے پھنکا کرتے ہین
آگ جلانے کے سوا اور سفر کیا کرتا

رات ہر طرح مسافر کی گذر ہی گئی
لیکے یہ بے سر و سامان کوئی گھر کیا کرتا

رہتا مین زندۂ جاوید شہادت پا کر
اب خنجر مجھے قاتل کا ضرر کیا کرتا

٥ قدر کوئی نوکری کی سمجھے تھے ہم اشک
تھا مقدر ہی برا اپنا ہنر کیا کرتا ٢٠

دل کو الجھن ہی نتھی قصۂ بیابان ہی نتھا
آگے سودا مرا یون دست و گریبان ہی نتھا

گذری افلاس مین گو چین دلی کے ہاتھون
پر غنی دل وہ گدا ہون کہ سلیمان ہی نتھا

بعد مرنے کے کھلے ہمکو فنا کے معنے
دیکھا مرقد مین تو پھر قالب بیجان ہی نتھا

قہر کے دست جنون مین ہے مری چالاکی
ساتھ دامن کے جو دیکھا تو گریبان ہی نتھا

پس مردن بھی نہ زندان سے چھٹا خوب ہوا
قید سے مجبور رہا ہونے کا ارمان ہی نتھا

مدتون کیون دل بیتاب رہا الجھن مین
مین تو کچھ شیفتۂ زلف پریشان ہی نتھا

روشنی عرس مین تھی ماہوشون کے دم سے
وہ نتھے گور پہ تو لطف چراغان ہی نتھا

ہاتھ سے اپنے گلا کاٹ کے خود مر جاتا
آج خنجر مرے جلاد کا عریان ہی نتھا

دشت پر ہول جنون مین کوئی کیا رہ سکتا
جہان انسان کا تو کیا ذکر ہے کوئی حیوان ہی نتھا

روشنی گور غریبان پہ کہان سے ہوتی
تھے وہان دفن جہان غول بیابان ہی نتھا

کوچۂ عشق سے تب بچ کے سلامت نکلے
شادی وصل نتھی تو غم ہجران ہی نتھا

جان دی اپنی عبث غم سے کنوین مین گر کے
مین تو کچھ شیفتۂ چاہ زنخدان ہی نتھا

جوش اشکو نکا مرے دیکھکے سب کہتے ہین
موج زن اس سے سوا نوح کا طوفان ہی نتھا

بلبلین لوٹ گئین اسکو جو ہنستے دیکھا
دلفریب ایسا چمن مین گل خندان ہی نتھا

انکو گلچین نے اُسے آکے خزان نے لوٹا — خانہ ویران تھی جو بلبل تو گلستان بھی تھا
زندگی بھر رہی پہلو مین خلش حیرت ہے — دل ہمارا ہدفِ ناوکِ مژگان بھی تھا
وصل ہی مین غمِ فردا نے کیا کام تمام — آج مرنے کا تو اپنے کوئی سامان نہ تھا
جمگھٹے روز حسینون کے رہا کرتے تھے — اپنی محفل کے مقابل مین پرستان بھی تھا
تیرا حسن نمکین دیکھہ کے سب کہتے ہین — ایسا محبوب حسین یوسفِ کنعان بھی تھا

۶	**اشک** دل سے نہ گیا عشقِ بتان تا دمِ مرگ کیا عجب ہے جو کہین لوگ مسلمان بھی تھا	۱۸

سراسر خط مین ہے مضمون مرے حالِ پریشان کا — کہین قاصد نہ رستہ بھول جائے کوئے جانانکا
مٹا یا رنگ اپنی آہ سوزان نے گلستانکا — نمونہ بن گیا ہر نخلِ گل سرو چراغان کا
لہو مین بھر گیا دامنِ قاتل ہمین ڈر ہے — کہین محضر نہ بنجائے یہی خون شہیدانکا
ہماری خاک مرنے پر بگولون کر چلے کی — بُرائی سے نہ باز آیا بھلا ہو چرخ گردان کا
عجب کیا ہے جو اپنی خاک سے نکلے گل و لالہ — اثر باقی رہیگا حشر تک خونِ شہیدانکا
سراپا داغ تن کو دیکھکر آہین مین کرتا ہون — وہ اپنے دل مین سمجھے ہین ہوا ان پر چراغانکا
نہین ہوتی تپش کم آفتابِ روزِ محشر سے — سر کجاتا ہے جب پہاہا ہمارے داغِ ہجرانکا
عوض اشکون کے آنکھون سے مری موتی برستے ہین — تصور بندھ گیا جسروز اُس کا دُرِّ دندانکا
تبرکِ جا بکمر لیلی نے وہ مجنون کو پہنانا — بنا گنڈا جو مجھہ دیوانے کے تار گریبانکا
ابھی سے کچھہ مرا دستِ جنون چالاکیون پر ہے — خدا حافظ ہے ابکی فصلِ گل مین جیب و دامانکا
پری پیکر ہزارون جمع ہین مٹنے کے جلسے مین — گمان ہر خانہ باغ یار پر سب کو پرستانکا
جسے کہتے ہین صلحِ کل وہ ہم رندونکا مشرب ہے — قیامت تک نہو گا فیصلہ گبر و مسلمان کا
کمالِ عشق سے تسخیر ہوتے ہین پری پیکر — گمان ہے بوریائے فقر پر تختِ سلیمان کا

بہار آتی ہے دیوانے یہ صحرا کو نکل جائین | تماشا ہو اگر ہو جائے چہوٹا قفل زندان کا

اگر دو گز کفن چرخ دنی سے ہاتہ آجائے | موئے پر ڈہانکنا دشوار تہا کیا جسم عریان کا

ملی ہے مجکو عمر خضر عشق سبزہ خط سے | اثر بخشا خدا نے زہر مین بہی آب حیوان کا

نہین ممکن رہائی اس بلائے ناگہانی سے | گلے مین پڑ گیا ہے آکے پہندا زلف پیچان کا

۷	نہین ممکن کہ نکلے پہر جواب اے رشک دنیا مین کرین اس بیت ابرو کو جو مطلع اپنے دیوانکا	۱۸

کچہہ حسینون کی محبت مین جو حاصل نہوا | پہر یہ دل حور بہشتی پہ مائل نہ ہوا

غیر کو ترک نے تاکا تو یہ مین کہتا ہون | حیف اسوقت نشانے پہ مرا دل نہ ہوا

غیر گہر مین رہین در تک نہ ہم آنے پائین | سر ہمارا تری چوکہٹ کے بہی قابل نہ ہوا

بات ہی رہگئی سچ ہے یہ دنی کیا دیتا | آسمان سے مین کسی چیز کا سائل نہ ہوا

خون ہکوائی گی ہمکو یہ تمہاری الفت | ہجر مین آپ کے کس کو مرض سل نہ ہوا

سخت جانی سے ہوا ہجر مین رسوائے جہان | کارگر مجہپہ کبہی زہر ہلاہل نہ ہوا

زار ہوکر جو ہوا اس کی نظر سے پنہان | اسکی خلوت مین پہونچنا مجہے مشکل نہ ہوا

کیا بیان کیجیے اس آئینہ رخسار کا وصف | یہ صفائی ہے کہ چہرے پہ کبہی تل نہ ہوا

جان جانے کی تو پروا نہین کچہہ اے مہ حسین | غم اسی کا ہے کہ مدفن لب ساحل نہوا

نظر آیا نہ ہمین لیلی مہرو کا جمال | چاک مانند کتان پردہ محمل نہ ہوا

خوف افسون کا نہین افعی گیسو کو ترے | معجزہ ہے یہ اگر سحر سے باطل نہ ہوا

وہین جارہتے بت زہرہ جبین کے شیدا | اک کنوان ہند مین مثل چہ بابل نہ ہوا

جانتے تہے وہ مجہے زلف مسلسل کا اسیر | مین اسی سے تو گرفتار سلاسل نہوا

جب سے جاتا رہا او ترک ترا حسن شباب | خنجر ناز و ادا کا کوئی بسمل نہ ہوا

دہنِ تنگ کے بوسے کی تمنا ہی رہی
حیف ہے وا یہ مرا عقدۂ مشکل نہوا

بزم ماتم کا ہوا اشک یہ اُداسی چھائی
وہ کسی روز جو رونق دہِ محفل نہوا

اس جلانیکا عوض اُنسے کبھی لے لیتے
سخت اپنا ہی حسینوں کی طرح دل نہوا

۸

کہتے ہیں بعد ترقی کے تنزل ہی ہے **اشک**
شکر کی جا ہے کہ میں عشق میں کامل نہوا

۲۲

وہ بدقسمت ہیں گر دشمن نہ وہ صیاد ہوجاتا
ہر اک گلچین ہماری جان کر جلاد ہوجاتا

محبت میں کسی دن نقد دل برباد ہوجاتا
جہاں میں کوئی تو پیدا ستم ایجاد ہوجاتا

دلِ آفت رسیدہ کسطرح سے شاد ہوجاتا
یہ گھر ایسا نہیں اُجڑا تھا جو آباد ہوجاتا

خوشی سے کام کیا ہم غمزدوں کو ہجرِ جاناں میں
لبوں تک آتے آتے قہقہا فریاد ہوجاتا

وہ بلبل ہوں اگر کنج قفس میں بھی چہکتا میں
تماشا گاہِ عالم خانۂ صیاد ہوجاتا

ہر اک کو خاکساری سے ملا ہے رتبۂ عالی
کلیم اللہ ممکن تھا کہ آدم زاد ہوجاتا

کبھی اسنے نقاب اُلٹی نہ اپنے روی رنگیں سے
گلستاں کا سبق گر دیکھ لیتے یاد ہوجاتا

بھلے کو کوئے جاناں میں ہوا مدفون پس از مردن
غبار اپنا ترے ہاتھوں فلک برباد ہوجاتا

دکھا دیتے کسیدن چل کے تم یہ قد جو بوٹا سا
تو قمری کے لئے سولی ہر اک شمشاد ہوجاتا

وہ نالاں ہوں کہ مرنیکی مری سبکو خوشی ہوتی
جہاں میں ہر طرف شور مبارکباد ہوجاتا

نچھوٹا قید سے اب کی برس بھی میں وہ مجنوں ہوں
بیاباں نجد کا اُجڑا ہوا آباد ہوجاتا

سنا ہے قیس کو فن یاد تھے کچھ عشق بازی کے
جو میرے ساتھ رہتا چار دن استاد ہوجاتا

ہوئی دل کی خرابی عشق کی افتاد کے باعث
کوئی قصر فریدوں تھا کہ جو برباد ہوجاتا

حقیقت میں نہ تھا کچھ فائدہ کو جان دینے میں
دلِ دشمن تو مرنے سے ہمارے شاد ہوجاتا

گرفتار بلا رہتا ہوں عشقِ زلف پیچاں میں
یہ بیڑی پاؤں سے کٹتی تو میں آزاد ہوجاتا

اگر بھولے سے بھی لیتے کبھی ہم نام چاہت کا
مسیحا بھی ہماری واسطے جلاد ہوجاتا

جو بھولے سے کسیدن اسطرف بھی آنکلتے وہ
تو ہر نالہ مرا شور مبارکباد ہوجاتا

برائے قتل کافی تھا اشارہ انکی ابرو کا
رگ جان کیلئے خود نشتر فصاد ہوجاتا

جو ہوتا قصد اُس شیرین ادا پر جان دینے کا
تو ایک اک سنگ صحرا تیشۂ فرہاد ہوجاتا

سبب ہے قتل ہونگے کل تمہاری زلف کے قیدی
ہمارے باب مین بھی آج کچھ ارشاد ہوجاتا

نہوتا خوف اگر باد فنا کا بحر عالم مین
حباب اپنی جگہ اک قلعۂ فولاد ہوجاتا

۲۳	تڑپتے **اشک** کا ہیکو غم دوری جانان سے اگر کچھ با اثر یہ نالہ و فریاد ہوجاتا	۹

جگہ کوے درِ جانان سے بہتر مین نہ سمجھا تھا
وہان رہنے نہ دیگا یہ مقدر مین نہ سمجھا تھا

اِشارے مین نہوگا تن پہ یہ سر مین نہ سمجھا تھا
تری ابرو کو ایسا تیز خنجر مین نہ سمجھا تھا

حقیقت تو یہ ہی تھا اِک بت مغرور پر عاشق
خدا اُسکو بنا تا تھا پیمبر مین نہ سمجھا تھا

کہان سے مین کہان پہنچا ہوا ئے کوے جانان مین
سبک اِتنا ہی اپنا جسم لاغر مین نہ سمجھا تھا

سراسر لکھدیا نامے مین احوال پریشانی
تباہی مین پڑیگا یہ کبوتر مین نہ سمجھا تھا

خلش پیدا ہوئی ہے دل جگر مین جب سے دیکھا ہے
تمہاری الفت مژگان کو نشتر مین نہ سمجھا تھا

بھلا کیون اِن بتونکو خانۂ دل مین جگہ دیتا
کرینگے مفت مین برباد یہ گھر مین نہ سمجھا تھا

جنون نے وادی پرخار مین لیجا کے رکھا ہے
وہین ہوتا ہے دیوانونکا بستر مین نہ سمجھا تھا

ہوا و حرص اس خمخانۂ عالم مین لے آئے
نہ آئیگا یہان تک دور ساغر مین نہ سمجھا تھا

ہزارون عاشقونکا اسکے ہاتھون خون ہوتا ہے
صف مژگان کو جلادونکا لشکر مین نہ سمجھا تھا

بت کافر کو حال زار پر اپنے نہ رحم آیا
مری جانب سے دل اُسکا ہے پتھر مین نہ سمجھا تھا

ہٹی چلمن نہ اِکدن آئینہ رو کے دریچہ سے
یہی بنجائیگی سدِ سکندر مین نہ سمجھا تھا

کسے معلوم تھا اک بت پر آجائیگا دل اپنا
مجھے بھی پوچھا ہوگا یہ پتھر مین نہ سمجھا تھا

بہت اچھا جنھین بیڑیان لاکر جو پہنائین
بیڑی سودائیونکا زیور مین نہ سمجھا تھا

مرے نالونسے ہوگا حشر برپا بزم واعظ مین
نہ ہوگی مسجد و محراب و منبر مین نہ سمجھا تھا

رہونگا بے کفن بعد از فنا اس چرخ کے ہاتھون
گزی کی بھی نہ دیگا ایک چادر مین نہ سمجھا تھا

نہ آتا دام مین ہرگز کبھی دل کو نہ دیتا مین
دغا کر جائیگا مجھ سے وہ دلبر مین نہ سمجھا تھا

نجائیگا اثر شیرین ادائونکی محبت کا
موئے پر خاک ہو جائینگی شکر مین نہ سمجھا تھا

نجاتا سوے کعبہ کاش طوف دیر کرلیتا
پڑیگا اسقدر رستے مین چکر مین نہ سمجھا تھا

محبت مین بہت لوگونکو دیکھا ہے لیتے پہلے
مجھی سے بل کریگا یہ مقدر مین نہ سمجھا تھا

چھری میرے گلے پر ایسی بیرحمی سے پھیریگا
تجھے اتنا تو او ترک ستمگر مین نہ سمجھا تھا

جہان مین قصہ مہر و محبت جھوٹ ہین سارے
تمہین کہتے ہو سچ ہان بندہ پرور مین نہ سمجھا تھا

۱۰	کرینگے اشک اپنی قدر گل رو بعد مرنے کے نہ ہوگی قبر پر پھولون کی چادر مین نہ سمجھا تھا	۲۴

سب نے مجھ وحشی کو جب مرقد کے اندر رکھدیا
چادر گل کے عوض چھاتی پہ پتھر رکھدیا

عید ہے ہم تو سمجھ کر یہ گلے ملنے لگے
کھینچکر جلاد نے گردن پہ خنجر رکھدیا

تیرے دیوانے کے تیور دیکھکر بگڑے ہوئے
سہم کر فصاد نے چٹکی سے نشتر رکھدیا

جان آجاتی ہے تیرے چشم کے بیمار مین
پھول نرگس کا اگر بالاے بستر رکھدیا

ہو چکا ہے امتحان عشاق کا روز ازل
جو فرشتون سے نہ اٹھا بار ہمپر رکھدیا

ٹوٹ جائے ٹکڑین کھاکر دل نازک مرا
پاس شیشے کے کسی ظالم نے پتھر رکھدیا

کھنچتے کھنچتے میان سے تلوار مین پہنچا قریب
جھکتے جھکتے پانو پر جلاد کے سر رکھدیا

حد سے گذری بیقراری یاد مین گیسو کے جب
بہر تسکین دل کسی بانبی کے اندر رکھدیا

دست ساقی مین لہو کا جام آئے ہے نظر
ہاتہ کیا مہندی بہرا لالے ساغر رکہدیا

پہر گئی اک نور پیکر کی مری آنکہو مین شکل
شمع کو لا کر جو محفل مین برابر رکہد یا

کچہہ تو عبرت ہو گی ابناے جہان کو دیکہکر
آئینہ لے کر سر قبر سکندر رکہدیا

بے مروت ہوتے ہین پیر مغان سنتے ہے ہم
تب میسر ہوی ہر رہن جب گہر رکہدیا

مصحف رخسار جانان کی رہا کرتی ہے یاد
ہمنے قرآن طاق نسیان پر اٹہا کر رکہدیا

تیر نکلے آبداری مین در دندان یار
شرم سے پانی ہوا جسوقت گوہر رکہدیا

صانع قدرت سے ہے مجکو شکایت کی جگہ
دل مرے پہلو مین پاریکا بنا کر رکہد یا

یار کے تیر نگاہ ناز کا اللہ رے شوق
آپ ہمنے دل نشانے پر اٹہا کر رکہدیا

جاے شبنم دامن گل سے ٹپکتا ہے گلاب
کیا کسی بلبل نے اپنا دیدہ تر رکہدیا

بیقراری اپنے دل کی دیکہکر کہتا ہون مین
ذبح کرکے کس نے پہلو مین کبوتر رکہدیا

موسم گل مین ہی میخوار کے ہوتے ہین صف
میکدے مین لاکے واعظ کا جو منبر رکہدیا

دل مین الفت انکے ہونٹونکی سما جانے کہین
جام اک خالی کنار حوض کوثر رکہدیا

نازکی سے حلق پر خنجر پہرا سکتا نہین
سخت جان ہے تو یہ چہدا خوب مجہپر رکہدیا

فاتحہ پڑہنے جو مجہہ وحشی کی آیا قبر پر
بدلے پہولون کے اٹہا کر اسنے پتہر رکہدیا

سختیان عشق بتان کی کس سے اٹہہ سکتین بہلا
دل ہر یا پہلو مین لیکر کوئی پتہر رکہدیا

۱۱	**اشک** کیا شوق شہادت مین مرا تڑپا ہے دل نیمچہ قاتل نے جب مجکو دکہا کر رکہد یا	۱۳

بہلا وصال بت گلعذار مین کیا تہا
ضرر مشیت پروردگار مین کیا تہا

ہواے کوچہ جانان ہی پہر گئی پس مرگ
اڑا کے لیگئی کہئیے غبار مین کیا تہا

گہلا گہلا کے غم ہجر یار نے مارا
سوا کفن کے ہمارے مزار مین کیا تہا

لپٹ کے وصل مین سونا کسیکا یاد آیا
تکلف اور لحد کے فشار مین کیا تہا

سواے دید کے نکلی نہ کوئی حسرت دل
حصول اور ہمین وصل یار مین کیا تہا

وصال مین بھی شب ہجر کا رہا عالم
خزان کا نام ہی فصل بہار مین کیا تہا

قباے اطلس گردون مین آگ لگ اٹھی
شرارہ دل سوزان غبار مین کیا تہا

عدم سے کھینچ کے لائی ہے حسرت دل
وگرنہ اس چمن روزگار مین کیا تہا

سنبھلتے شب ہجران یار مین کیونکر
یہ دل ہمارے بہلا اختیار مین کیا تہا

سوار ہوتے ہی بہاگا چراغ پا ہوکر
سمند عمر مرے اختیار مین کیا تہا

ہر ایک قبر پہ دامن اٹھا کے چلتا ہے
بہلا لہو شہدا کے مزار مین کیا تہا

سوئے ہین پہنس شکنجے مین عشق کے ہمتو
بہلا ذرا سے لحد کے فشار مین کیا تہا

۱۲

یہ جانتے تو نہ آتے کبھی عدم سے ہم اے اشک
متاع غم کے سوا روزگار مین کیا تہا

۱۴

عشاق سے زہرہ و شوخی کے جو مرا دل اٹہا
شور رونے کا میان چہ بابل اٹہا

دیکہا جی بہر کے کسی روز نہ اس لیلی کو
سامنے سے نہ کبھی پردہ محمل اٹہا

دل دیوانہ نے پہلو سے کہا بسم اللہ
مین جو پہنے ہوے پانؤن مین سلاسل اٹہا

رہ گیا ہے کہین گردن مین جو تسمہ باقی
قتل گہ مین کوئی تڑپا کوئی بسمل اٹہا

دل کی بیتابی سے اٹھ اٹھ کے وہین بیٹھ گیا
میرے پہلو سے جو وہ رونق محفل اٹہا

عید قربان سی بہی کچھ بڑھکے ہوئی ہمکو خوشی
آستینونکو چڑہا کر جو وہ قاتل اٹہا

ایسی پکڑی تہی زمین کوے صنم کی ہمنے
بعد مرنے کے جنازہ بہی مشکل اٹہا

منتظر تہے مرے مرنے کے جو دزدان کفن
فتنہ تازہ پہنچکر سر منزل اٹہا

تب فرقت کی حرارت مین لہو بہی کھولا
دق تو پہلے ہی سے تہی اب مرض سل اٹہا

کبھی دریا پہ جو رونے کے لئے بیٹھ گیا
چشمہ چشم سے طوفان لب ساحل اٹھا

چھوڑ کر خانۂ امید کہاں جائے فقیر
گیا دنیا سے جو در سے ترے سائل اٹھا

پھر وہی نغمہ سرائی ہے وہی صحبت گل
آب و دانہ جو نہ گلشن سے عنادل اٹھا

مر گیا اس کے خط سبز کا بوسہ لیکر
کھا کے مصری کی طرح زہر ہلاہل اٹھا

۱۳

قدرداں میرے مرے بعد کہیں گے اے اشک
آج دنیا سے بڑا شاعر کامل اٹھا

۳۱

آئینے میں رخ اگر پرتو فگن ہو جائیگا
چاہ نخشب یار کا چاہ ذقن ہو جائیگا

سبزہ چمن میں سرخ گل کا پیرہن ہو جائیگا
باغ سارا موسم گل میں دلہن ہو جائیگا

تار کے نغموں کا عالم یار کی باتوں میں ہے
بے دہاں ہیں کس طرح ثابت دہن ہو جائیگا

شومی قسمت سے شادی مرگ ہو جاؤنگا میں
دیگا خلعت گر کوئی مجھکو کفن ہو جائیگا

ہے یہی اے یار حسن روز افزوں گر ترا
خال عارض نافۂ مشک ختن ہو جائیگا

ہونگا شرمندہ میں دردان کفن سے بعد مرگ
خاک سے میلا اگر اپنا کفن ہو جائیگا

ناز سے ہر مرتبہ منھ پھیر کر ہنستے ہیں وہ
عکس دندان بار زر پیر لو رتن ہو جائیگا

سینے جی کا ہے فقط آپس میں سارا اتفاق
بعد مرنے کے جدا ہر عضو تن ہو جائیگا

آج اسکی زلف پیچاں کا کسے سودا نہیں
سکۂ داغ جنوں کا اب چلن ہو جائیگا

خط نکل آیا تو سمجھیں گے ہجوم کارواں
چاہ کنعاں یار کا چاہ ذقن ہو جائیگا

کب ہی ترے عور کو او ترک پرواے لباس
زخم دامندار تن پر پیرہن ہو جائیگا

نقش پا کی خاصیت رکھتے ہیں ہم غربت زدہ
جس جگہ بیٹھے وہی اپنا وطن ہو جائیگا

زندگی بھر تو نہیں مٹتا تری الفت کا داغ
ایکدن ناسور یہ زخم کہن ہو جائیگا

انجمن میں گھونگٹ نہ سرکاؤ رخ گلرنگ سے
آپ سے باہر ہر اہل انجمن ہو جائیگا

وہ سہی قد دشت وحشت مین اگر یاد آ گیا | ہر شرارہ آہ کا سرو چمن ہو جائیگا
جس گلستان مین نہین ہر حکم جانے کا ہمین | ایک دن وہ مسکن زاغ و زغن ہو جائیگا
جا کر پھینکا زمین سے وہ اٹھا لیگا ہمین | غم سے گھل گھل کر جو کاہیدہ بدن ہو جائیگا
مینھہ برستے مین کہا تھا قصد ہے اس نازنین | بوند یونکی چوٹ سے نیلا بدن ہو جائیگا
زلف شبگون روی روشن پر نہ آنے دیجیے | اے بت سیمین بدن سورج گہن ہو جائیگا
چاندی سونے کے اترتے ہین جو پتلے رات دن | تیرے صدقے مین غنی ہر برہمن ہو جائیگا
کام آئیگی تری پلکون کی الفت بعد مرگ | کاوش مژگان سر کار گورکن ہو جائیگا
رنگ لائیگی جنون مین آبلہ پائی مری | خون جہان ٹپکیگا تلوونسے چمن ہو جائیگا
زخم جو تن پر لگائیگا تو اپنے ہاتھ سے | شکر احسان کو تری قاتل دہن ہو جائیگا
بوے زلف عنبرین پہنچی اگر اڑتی ہوئی | نافہ آہو مین لہو مشک ختن ہو جائیگا
سر سے پا تک یار کے چھلونگے گل کہاینگے ہم | رشک طاؤس چمن اپنا بدن ہو جائیگا
ہے ترقی پر یہی گر ناتوانی اے جنون | ایک برگ گل بھی ہمکو لاکھ من ہو جائیگا
بے بضاعت مجھسا دنیا مین نہ ہوگا دوسرا | لوٹ کر جسکو پشیمان راہزن ہو جائیگا
دور سے فصل بہاری یہ کہلائیگی ہمین | بوے گل سے بھی سبک اپنا بدن ہو جائیگا
عشق کا بھرتا ہے دم ناحق رقیب بوالفضول | پھوڑ کر سر کوئی کیا کوہکن ہو جائیگا
صدمہاے ہجر یاد آئے اگر مرنے کے بعد | کنج مرقد بھی مجھے بیت الحزن ہو جائیگا

کار بیکاران سمجھتے ہین بہت سے لوگ اشک
کچھ دنون مین ترک یہ شعر و سخن ہو جائیگا

تجھپہ گر مرتے نہ دلبر ہم تو کیا تھا کچھ نہ تھا | رکہتے قابو اپنے دلپر ہم تو کیا تھا کچھ نہ تھا
جان دیتے ہجر مین گر ہم تو کیا تھا کچھ نہ تھا | ٹھان لیتے یہ جو دلبر ہم تو کیا تھا کچھ نہ تھا

تیرتی پھرتی نہ میت قبر مین مرنے کے بعد
لے نجاتے دیدۂ تر ہم تو کیا تہا کچہہ نتہا

آئینہ رویونکی وصلت ہی مقدر مین نتہی
تہے جو طالع کے سکندر ہم تو کیا تہا کچہہ نتہا

وصل مین بوسہ نہ ہونٹونکا ہوا ہمکو نصیب
تہے کنار حوض کوثر ہم تو کیا تہا کچہہ نتہا

دولتِ دنیا کی خاطر خاک چہانی عمر بہر
تہے جو برگشتہ مقدر ہم تو کیا تہا کچہہ نتہا

نیش عقرب سے نہین کم انکی مژگان کی خلش
دل پہ کہا لیتے جو نشتر ہم تو کیا تہا کچہہ نتہا

حکم آنیکا نہین محفل مین ایسے ہین ذلیل
بیٹہنے لگتے برابر ہم تو کیا تہا کچہہ نتہا

عمر بہر جاتا نہ دل سے بت پرستی کا مزا
رہتے گر کعبے کے اندر ہم تو کیا تہا کچہہ نتہا

بحرِ آفت خیز الفت سے نکلنا ہے محال
پیر جاتے گر سمندر ہم تو کیا تہا کچہہ نتہا

کیون اُٹہاتے ناز بیجا ان بتونکے عمر بہر
پوجتے کوئی جو پتہر ہم تو کیا تہا کچہہ نتہا

موت کی ساعت نہین ٹلتی گدا ہو یا امیر
گرچہ ہوتے شاہ کشور ہم تو کیا تہا کچہہ نتہا

تشنۂ دیدار کی تیرے کبھی بجھتی ہے پیاس
جاکے پی لیتے سمندر ہم تو کیا تہا کچہہ نتہا

جو ہنر ذاتی نہو تو مانتا ہے کب کوئی
مشتہر ہوتے سخنور ہم تو کیا تہا کچہہ نتہا

رحم خلقت ہی مین ان شیرین اداؤنکی نہین
پہوڑتے سر لیکے پتہر ہم تو کیا تہا کچہہ نتہا

لطف دوری مین زیادہ ہے جو ہو دل مین جگہ
پاس ہی ہوتے جو دلبر ہم تو کیا تہا کچہہ نتہا

سر پہ کیون جلاد کا احسان لیتے مرتے دم
پہیر لیتے آپ خنجر ہم تو کیا تہا کچہہ نتہا

کرکے ضبط آہ آتش بار پچہتاتے ہین ہم
پہونکدیتے غیر کا گہر ہم تو کیا تہا کچہہ نتہا

دفترِ اعمال غرقِ بحرِ رحمت ہوگیا
اشک پہنچے روزِ محشر ہم تو کیا تہا کچہہ نتہا

ہمارا حال شبِ انتظار کیا ہوتا
جو تم نہ آتے خدا جانے یار کیا ہوتا

بہلا ہوا کہ جو برباد ہوگیا پس مرگ
وگرنہ یہ مرا مشتِ غبار کیا ہوتا

فلک نے پیس کے مارا ہوا اکیا رجسے
لحد مین اُسپہ دو بارا فشار کیا ہوتا

غریب جانکے کیا کیا فلک نے پیسا ہے
لحد مین اس سے زیادہ فشار کیا ہوتا

سُنتے حساب مین ہم عاشقان سودائی
جو پوچھتا کوئی روزِ شمار کیا ہوتا

تمہارے جور و ستم ہین حساب سے باہر
نہ جس کی حد ہو کچھہ اُسکا شمار کیا ہوتا

اُڑا کے لے گئی مجھہ زار کو ہوا پس مرگ
کفن کی تہی کسے خواہش مزار کیا ہوتا

ہے رعبِ شیر تری کالی کالی آنکھون مین
ان آہوون کا کسی سے شکار کیا ہوتا

خیال زلفِ پریشان مین ہو گیا سودا
ہمارے سر پہ کوئی جن سوار کیا ہوتا

گلے تو سیکڑونکے سادگی پہ کٹتے ہین
بناؤ کرتا اگر وہ سنگار کیا ہوتا

ذرا سا ناز نہ شیرین کا کوہکن سے اٹھا
ستم سے میری طرح دلِ فگار کیا ہوتا

جب اُنکی زلف مین کچھہ اضطراب کم نہوا
جو ہوتا پاس دل بیقرار کیا ہوتا

خزان رسیدہ چمن دیکھکر ہوا سودا
گلون کے ہوتے جو ہر سو بہار کیا ہوتا

یہ خوف تہا کہ بہا دے مجھے نہ سیل سرشک
شبِ وصالِ صنم اشکبار کیا ہوتا

لبون پر آ گئی تہی جان ہجر جانان مین
اب اور حال دم احتضار کیا ہوتا

ہے آج ساری خدائی بتون کے قبضے مین
زیادہ اس سے انہین اختیار کیا ہوتا

ہین خال و خط رخ رنگین پہ صنعت خالق
کسی سے پہول پہ نقش و نگار کیا ہوتا

مثال سنبل تر سی جو دیتے بالون کو
وہ تیری زلف سے بہی پیچدار کیا ہوتا

جنون کسیکو ہوا چہوڑ کر موا کوئی سر
مجھے یہ عشق بہلا سازوار کیا ہوتا

بتون کے عشق مین دہو بیٹھی اپنی جان سے ہاتھ
اب اور آئی میرے پروردگار کیا ہوتا

بگاڑ ہمسے رہا تا بزندگی اے اشک
نصیب یار کا بوس و کنار کیا ہوتا

فرقت سے مضمحل دلِ بیتاب ہوگیا — تیار آج کشتۂ سیماب ہوگیا

دیدار شب کو یار کا نایاب ہوگیا — بخت اپنا ہی مقدرِ سرخاب ہوگیا

ممکن نہیں کہ روز نہ دو چار قتل ہوں — قاتل کا گھر ہی مسلخ قصاب ہوگیا

رونے میں یاد آئے جو دندانِ ہمسیاں — آنسو ٹپک کے گوہر نایاب ہوگیا

بربادیٔ جہان کا سبب چشم تر ہوئی — پانی میں غرق عالمِ اسباب ہوگیا

دشمن ہوئے ہیں جان کے ابنائے روزگار — یوسف کا خواب میرا ہی کیا خواب ہوگیا

خالی نہیں ہی حسن سے گو ہے زوالِ حسن — رخ اُنکا آفتاب سے مہتاب ہوگیا

جس سرزمیں پہ بہہ گئیں اشکوں کی ندیاں — مشہور وہ علاقۂ پنجاب ہوگیا

الفت میں جو ہوئی ہیں ستم کچھ نہ پوچھئے — ہر برہمن مرے لئے قصاب ہوگیا

کھایا ہے زہر جب تری ہونٹوں کی یاد میں — گھل گھل کے منہ میں شربتِ عناب ہوگیا

اس درجہ تیری یاد میں روئے اسیرِ غم — حلقہ گلے میں طوق کا گرداب ہوگیا

کشتی کا ہو گمان نہ کیونکر پلنگ پر — جاری ہوئے یہ اشک کہ سیلاب ہوگیا

تھالی بھری ہیں خون عنادل سے ہر طرف — گلزار رشکِ مسلخ قصاب ہوگیا

افشاں کبھی جو بالوں پہ چھڑکی ہو یار نے — زلفوں پہ عالمِ شب مہتاب ہوگیا

آیا جو باغ میں پئے گلگشت وہ حسین — نرگس کا پھول ہر گلِ شاداب ہوگیا

کچھ دل کو اضطراب نہتا زلفِ یار بن — پہلو میں آکے پھر وہی سیماب ہوگیا

پیری میں دیکھتا ہے طبیعت کے ولولے — عالم شباب کا تو ہمیں خواب ہوگیا

دنیا کو ترک کرکے وہ حاصل ہوئے مزے — کمل ہی رشکِ قاقم سنجاب ہوگیا

اللہ ری حرارتِ داغِ غمِ فراق — دریا ہوا یہ خشک کہ پایاب ہوگیا

ای اشک سے طلب چلے آئے وُہ میرے گھر

١٤	جگر کے نصیب رنج و الم خواب ہو گیا	١٧

سبب ملال کا پوچھا ہزار کچھ نکہا
ہے کس قصور پہ دل میں غبار کچھ نکہا

ہزار بار تمنا بیان کی دل کی
سوا نہیں کے کبھی تمنے یار کچھ نکہا

سمجھا ہی اپنی رہائی میں وہ ہون دیوانہ
گئی ہی آئی ہی فصل بہار کچھ نکہا

بتون سے وصل کی کیا جا کے التجا کرتے
یونہین گذر گئے لیل و نہار کچھ نکہا

موے فراق بتان میں جو ہو کے دیوانے
کسی نے ہم سے میان مزار کچھ نکہا

چھپایا راز محبت جو تمنے غیرون سے
کسی سے ہمنے ہی ای گلعذار کچھ نکہا

گنہگار تہے ہی جواب کیا دیتے
سوا سکوت کے روز شمار کچھ نکہا

یہ رشک ہے کبہی پوچھا جو ہمنے مجنون سے
کہان ہے لیلی ناقہ سوار کچھ نکہا

ہماری آہ کی تاثیر کو وہ مان گئے
جگر پکڑ لیا منہ سے ہزار کچھ نکہا

فلک سے تجربہ حاصل تو ہو چکا تہا ہمین
ہوا جو قبر کے اندر فشار کچھ نکہا

کسی کے غم میں لباس سیاہ پہنا تہا
ہوے ہیں کس کے لئے سوگوار کچھ نکہا

١٠	جگر تو پھنک رہا ہے اشک آتش غم سے جو منہ سے تمنے شب انتظار کچھ نکہا	١٨

زہر اس افعی گیسو کا اثر کر ہی گیا
ملک ہستی سے عدم کو مین سفر کر ہی گیا

دل خط سبز بتان سے نہ لگانا تہا ہمین
واقعی زہر تہا آخر کو ضرر کر ہی گیا

رحم آیا بت سفاک کو بارے مجہپر
نالۂ دل مرا پتہر مین اثر کر ہی گیا

سچ کہا ہے مرض عشق برا ہوتا ہے
تیرا بیمار زمانے سے سفر کر ہی گیا

آفرین قیس کی ہمت پہ عجب کام کیا
مرتے مرتے وہ مہم عشق سر کر ہی گیا

لاک روکا کیصورت نہ رکی سیل سرشک
غرق عالم کو مرا دیدۂ تر کر ہی گیا

ہم نہ کہتے تھے زیادہ نہ بڑھاؤ گیسو
کی دوائیں بہت آشفتگیٔ خاطر کی
تھی اجل آج نہ چوکا جو نشانہ اسکا

دیکھ لو بوجھ سے بل موئی کمر کر ہی گیا
غم ترے ہجر کا دل میں مرے گھر کر ہی گیا
تیر مژگان جگر و دل سے گذر کر ہی گیا

۱۹

اشک سچ ہے کہ برا ہوتا ہے دل کا بھی لگاؤ
جو گیا کوچے سے اس شوخ کے مر کر ہی گیا

۱۳

بلبل بھی آشیاں سے تڑپ کر وہاں گرا
پر سا چکا جنوں میں تو پتھر ہزار ہا
بلبل کے دم پہ بن گئی فصل بہار میں
وہ ناتواں ہوں پھول بھی پھینکا جو غیر نے
مد نظر ہر اک کی خرابی ہے چرخ کو
بڑھ کر یہ ضعف پاؤں کی زنجیر ہو گیا
ایسا بڑھا ہے ضعف غم ہجر یار میں
بحر الم میں کیا مری کشتی تباہ ہے
مر کر بھی ہڈیوں میں رہی سوزش الم
تاب و توان بدن کی مرے لیگئی بہار
وارفتۂ ذقن ہوا ناحق اسیر زلف
مجھ پہ ہمیشہ اک نہ اک افتاد ہی رہی

مرجھا کے پھول شاخ سے کوئی جہاں گرا
اب اک پہاڑ سر پہ مرے آسماں گرا
آندھی سے ٹوٹ کر جو کبھی آشیاں گرا
سمجھا میں دل میں سر پہ مرے آسماں گرا
ہوتا ہے دل میں شاد جو کوئی مکاں گرا
سو سو جگہ الجھ کے ترا ناتواں گرا
اٹھنا محال وہاں سے جہاں گرا
سو بار ٹوٹ ٹوٹ کے ہی بادباں گرا
پھینکا تو پھلجھڑی کی طرح استخواں گرا
بستر پر اپنے آتے ہی فصل خزاں گرا
آخر کنویں میں پہنچی ہمسے بیڑیاں گرا
صاحب کے دل سے غیر نہ ہی مہرباں گرا

۲۰

اے اشک ہیں سیاہ بہت گو چاہ زلف
کیا جانیں رات کو دل وحشی کہاں گرا

۱۴

ہم جو کہتے تھے صنم پیش نظر آ ہی گیا

صحبت بد کا نہیں دیکھو اثر آ ہی گیا

حالتِ دل کے بیان پر نکل آئے آنسو
ضبط ہر چند کیا منھہ کو جگر آہی گیا

لاکھ چہرے پہ رہے ابر کے مانند نقاب
چاند چہپتا ہے چہپائے سے نظر آہی گیا

اُنکے تیرِ نگہہ ناز کو روکا کب گیا
توڑ کر دل کو مرے "تا بجگر آہی گیا"

لو لگائے ہوئے بیٹھے تہے خدا سے دمِ نزع
دہیان اُس بت کا مگر وقتِ سفر آہی گیا

لاکھ اپنے دلِ مضطر کو سنبہالا ہمنے
پیار باتون پہ ستمگر کے مگر آہی گیا

مانعِ وصلتِ جانان رہے ہر چند رقیب
نخلِ امید مین عاشق کے ثمر آہی گیا

جذب کامل ہو تو کیونکر نہ اثر ہو پیدا
کشش ایسی ہوئی وہ بت مرے گہر آہی گیا

خون کسطرح نہ ہابیل کا کرتا قابیل
دم مین ابلیس کے آخر تہا بشر آہی گیا

دل نہ دینا تہا ہمین ان ستم ایجادونکو
آخرِ کار تباہی مین یہ گہر آہی گیا

خوف ہے موے میان سے نہ لپٹ جائے کہین
بڑہکے گیسوئے رسا تا بکمر آہی گیا

آہِ سوزان سے مرے دور وہ بہاگے ہر چند
اُڑکے ایک آدہ مگر اُنپہ شرر آہی گیا

ضبطِ گریہ کیا ہر چند شبِ فرقت مین
جوش پر اپنا مگر دیدۂ تر آہی گیا

۲۱

سنتے تہے عشق کا فن سب سے سوا مشکل ہے
ہمنے ای اشک جو سیکہا یہ ہنر آہی گیا

۲۱

بہرِ زاہد مئے کا سامان ہوتے ہوتے رہگیا
آج اِک کافر مسلمان ہوتے ہوتے رہگیا

وصلتِ جانان کا سامان ہوتے ہوتے رہگیا
اجتماعِ قالب و جان ہوتے ہوتے رہگیا

خیر گذری ہجرِ جانان ہوتے ہوتے رہگیا
دل یہ داغونسے گلستان ہوتے ہوتے رہگیا

قتل کا اورونکے سامان ہوتے ہوتے رہگیا
اِک نیا گنجِ شہیدان ہوتے ہوتے رہگیا

سلسلہ جنبان تہی وحشت فصلِ گل جاتی ہی
چاک تا دامن گریبان ہوتے ہوتے رہگیا

ہو چلا تہا عشق پلکونکا سنبہالا آپ کو
پار دل کے تیرِ مژگان ہوتے ہوتے رہگیا

رکھ کے خنجر حلق پر رحم آگیا جلاد کو
آج میں ممنونِ احسان ہوتے ہوتے رگیا

یہہ گدا کے گھر سے آکر پھر گیا بلقیس وش
بوریا تختِ سلیمان ہوتے ہوتے رگیا

آکے اُس رشکِ مسیحا نے مجھے زندہ کیا
مجلسِ ماتم کا سامان ہوتے ہوتے رگیا

فتنہ پردازی سے غیروں کی نہ جز پاسے ہم
مسکن اپنا کوئے جانان ہوتے ہوتے رگیا

دیکھیے کب قید سے آزاد ہوں اُنکے اسیر
آج بھی وا قفلِ زندان ہوتے ہوتے رگیا

موسمِ گل میں کہاں سے آگئی بادِ خزان
گل ہر اک گلشن میں خندان ہوتے ہوتے رگیا

اشک کی مژگاں نیر طبیعت آتے آتے رکگئی
عرصۂ دل پھر نیستان ہوتے ہوتے رگیا

غرق کر دیتے جہاں کو صبح تک سیلِ سرشک
میں شبِ فرقت میں گریان ہوتے ہوتے رگیا

چشمِ فتان نے اُڑایا تھا دلِ داغی مرا
شیر اک صیدِ غزالان ہوتے ہوتے رگیا

غیر اُس بلقیس وش کو میرے گھر سے لے گئے
داغِ دل مہرِ سلیمان ہوتے ہوتے رگیا

تیغ کھینچی مجھپہ کافر نے مگر رحم آگیا
آج ہی خونِ مسلمان ہوتے ہوتے رگیا

کاش تھوڑی سی ہوا سے اور ہٹ جاتی نقاب
چاند سا چہرہ نمایان ہوتے ہوتے رگیا

پھنس چکا تھا زلفِ پرخم میں دلِ وحشی مرا
سنبلستانِ عشق پیچان ہوتے ہوتے رگیا

چپ ہوا میں قصۂ منصورؒ جب یاد آگیا
آشکار رازِ پنہان ہوتے ہوتے رگیا

۲۲ — مہ جبینو نیر طبیعت آچکی تھی اپنی اشک
دل یہ بازیگاہِ طفلان ہوتے ہوتے رگیا — ۱۴

میرے کہنے کا ستمگر کو اثر کچھ نہوا
جان دینگے محبت میں اگر کچھ نہوا

کیا گنا ہوں کی دمِ نزع تلافی کرلی
دست و پا پھول گئے وقتِ سفر کچھ نہوا

اب کہلا ہمپہ کہا ئیگا یہ بے جان سیئے
شبِ وصلت بھی تو کم دردِ جگر کچھ نہوا

باغِ عالم میں نہیں مجھسا کوئی بدقسمت
نخلِ الفت کہیں بو یا تو ثمر کچھ نہوا

سخت جانی کے یہ معنی ہین شب ہجر صنم
پیسکر زہر بہی کہایا تو اثر کچہہ نہوا

شوق پیدا کین شیرین منشون کے برسون
در و دیوار سے پہوڑا کئے سر کچہہ نہوا

حسرت دل کوئی تو نے نہ نکالی نہ بہی
مر مٹین گے ترے در پر ہی اگر کچہہ نہوا

دل مین آتا نہین اُس بت کا تصور بہی کبہی
عرش سے کم نہین رتبے مین وہ گہر کچہہ نہوا

غیب دان بحر تفکر مین رہے غوطہ زنان
منکشف اُسپہ بہی اسرار کمر کچہہ نہوا

ہمکو داغ غم فرقت بہی ہوا اُسکا عزیز
غیر کے آگ لگانے سے ضرر کچہہ نہوا

جا نپر بن گئی عاشق کے شب وصل صنم
تیرا نقصان تو او مرغ سحر کچہہ نہوا

جنت و حور کا لالچ نہ دلا اے واعظ
ہم ادہر سے بہی گئے پہر جو ادہر کچہہ نہوا

شامل حال تہی رحمت جو گنہگارونکے
حشر کے روز ہمین خوف سقر کچہہ نہوا

سن چکا ہے مرے مرنے کی خبر وہ ای اشک
حیف کی جا ہے کہ اُسپر بہی خبر کچہہ نہوا

۲۲

۲۳

نصیب وصل حسینان سیمبر نہوا
یہ داغ دل مرا خورشید سے قمر نہوا

حصول باغ تمنا سے کچہہ ثمر نہوا
ہمارے ہاتہ کا بویا کبہی شجر نہوا

فراق یار کے صدمے سہے نہ جی بہر کے
اک اور دل نہوا دوسرا جگر نہوا

رگ جنون یہ مری خود بخود اُبہر آتی
مژہ کا یار کے افسوس نیشتر نہوا

چمک دمک ترے دانتون نے جیسے پائی ہے
صدف مین ایک بہی اس رنگ کا گہر نہوا

فروتنی کے بدولت بشر وہان پہنچا
کہ جس جگہہ پہ فرشتے کا بہی گذر نہوا

تجہے کبہی نہ کبہی یار دیکہہ ہی لینگے
جو بند روزن دیوار و چاک در نہوا

گمان ہر اک کو ہوا آفتاب محشر کا
جو پہاہا کوئی مرے دل کے داغ پر نہوا

تمہارے گیسوؤنکا عشق بہی ہر کیا تریاق
کبہی جو سانپ نے کاٹا ہمین اثر نہوا

یہ کیسی تیغ تھی بے آب جس سے قتل کیا
دہان زخم بھی او ترک ناز تر نہوا

رہی جو کاغذ تصویر مین جگہہ خالی
کسی سے وا یہ ترا عقدۂ کمر نہوا

نحیف و زار تمہارے وہ کوہ تمکین مین
ہزار آندھیان آئین مگر اثر نہوا

کسی سے ہجر کی کس طرح سختیان اٹھتین
تمہارے آگے تو پتھر ہوا جگر نہوا

نہ کس طرح کہین حسن اتفاق اسے
جو زلف یار کا سودا ہوا تو سر نہوا

بتو نکو دل بھی خدانے دیا ہے پتھر کا
ہمارے مرنے کی سنکر بھی وہ خبر نہوا

ہے اپنی پستی طالع کا ایک یہ بھی اثر
کبھی بلند مری آہ کا شرر نہ ہوا

گیا ہون یاد مین گرداب ناف کی جو کبھی
مرے نصیب سے پانی مین بھی بھنور نہوا

جو رکھدیا ترے رندون نے اپنا تردامن
ہوا یہ سرد کہ پھر مشتعل سقر نہوا

ہمیشہ فتنے رہے طرفہ اور شغل اٹھے
تمہارے کوچے مین کس روز شور و شر نہوا

تڑپ تڑپ کے شب ہجر دم نکل جاتا
غشی سے ہمکو افاقہ ہی تا سحر نہوا

ہمارے خط کا مقرر جواب لائیگا
اسیر دام محبت جو نامہ بر نہوا

٢۴	نہوگی اشک یہ آگے کساد بازاری بھلا ہوا ہمین حاصل کوئی ہنر نہوا	١٣

خدا کی راہ کا بھی کام او صیاد کرتا جا
پہنسا رکھا ہے جن کو دام مین آزاد کرتا جا

ترا کمزور رہی کچھہ ہاتھہ کچھہ مین سخت جان بھی ہون
ذرا پتھر پہ خنجر تیز او جلاد کرتا جا

نہ کہا حسرت دل سامنے صیاد کے بلبل
گلستان کا سبق چپکے چپکے ہی یاد کرتا جا

رگ جان کھلدی تو گر رگ سودا نہین ملتی
بھلا اتنا تو احسان مجھپر او صیاد کرتا جا

شکایت خود غرض کی بعد مردن بھی نہین جاتی
وصیت پھر جو بے شیر کچھہ فرہاد کرتا جا

غنیمت جان لے دو دن بہار زندگانی کو
گلونکو دیکھہ لے ناشاد دل کو شاد کرتا جا

خدا جانے نکل جاؤن کہان فصلِ بہاری مین
چلن اہلِ چمن سے سیکہہ کے مہر و محبت کی
عدم کو قافلہ جاتا ہے آتا ہو جسے آئے
یہ نیکی بہی عجب شے ہے کبہی خالی نہین جاتی
کشش دل کی کسیکی اس طرف کو کہینچ لائی ہے
نہ کہیکر زرد ہو جائے کہین تصویر عاشق کی

تسلسل آج ہی سے تو مجہے حداد کرتا جا
جو آیا ہے تو سیر قمری و شمشاد کرتا جا
جرس کی طرح پیشِ رہروان فریاد کرتا جا
غریبون کی جہانتک ہو سکے امداد کرتا جا
ہمارے خانۂ ویران کو بہی آباد کرتا جا
قیام رنگ کی تدبیر کچہہ بہزاد کرتا جا

۲۵

جہان اوصاف چشم سرمگین یار لکہے ہین کہ
وہان اے **اشک** اپنے ہاتہ سے تو صاد کرتا جا

۱۵

یہ وہ جا ہے جہان ڈر کر نہ مجنونکا قدم ٹہیرا
جو پلٹا غیر کے گہر سے یہان بہی ایکدم ٹہیرا
کبہی کہے تشنہ کامانِ محبت مر گئے ہونگے
دوراہے مین پڑا بہٹکا کریگا قافلہ دل کا
صفائی قلب سے میکش جہانکی سیر کرتے ہین
حباب آسا ہے انسان ہر وقفہ زندگانی کا
کمر کی یاد دہن کی فکر مین برسون رہے حیران
رہِ عشقِ مجازی بہی نہین کم کچہہ حقیقت سے
گئی جان حزین لیتی ہی بوسہ انکے ہونٹون کا
نظر آنے لگا چارونطرف اک موج زن دریا
جو تہا عشرتکدہ اب ہو وہی ماتم کدہ ہمکو
اثر یہ بہی ہوا ان لیلی و شیرون کے عشق مین شاید

ہماری وادیِ وحشت مین جو آیا وہ کم ٹہیرا
بہانہ ہو گیا یہ مفت کا مجہپر کرم ٹہیرا
پلایا اُسنے آبِ تیغ جب جان آئی دم ٹہیرا
اگر جانا نہ سوئے دیر نے سوئے حرم ٹہیرا
ہمارا شیشۂ دل بہی یہ گویا جامِ جم ٹہیرا
وہانسے جو یہان آیا سرِ راہِ عدم ٹہیرا
وجود آخر کو انِ دونونکا نقش کالعدم ٹہیرا
رہے برسون ہی سرگردان و حیران جب قدم ٹہیرا
جسے سمجہے ہوے تہے آبِ حیوان ہم وہ سم ٹہیرا
گہری بہر کے لئے جس جا بہین جا کر چشمِ نم ٹہیرا
خوشی رخصت ہوئی جسوقت دمین آ کے غم ٹہیرا
کہ بدلے نام کے ہر اپنا اب مجنون علم ٹہیرا

تصور اک بت کافر کا ہردم دل مین رہتا ہے
اولسے وہ نگڑ ہل ملکے مجکو قتل کرتے ہین

خدا کا گھر جسے سمجھے تھے وہ بیت الصنم ٹھیرا
اب انکا پیار بھی گویا کہ میرے حق مین سم ٹھیرا

٢٦

کوئی پوچھے یہ اُن سے اشک ملنے کو بھی آ گئے
اگر جانا ہمارا جانب ملک عدم ٹھیرا

١٧

ہجر مین گرما کے مرا دیدۂ تر رہگیا
دل ہی دلمین جوش کھا کھا کر سمندر رہگیا

سرخ غصے سے وہ آنکھین ہوتی ہوتی رہگئین
چلتے چلتے مجھپر افسون فسونگر رہگیا

سرد مہری کھل گئی ساقی کی وقت مے کشی
ہاتھ مین جم کرکے گلگون کا ساغر رہگیا

صاحب دولت ہوا پاکر غبار آستان
چار دن در پر ترے جو کیمیا گر رہگیا

ہین نہ دنیا مین رہا نے یار کا حسن شباب
تذکرہ اپنی وفاداری کا گھر گھر رہگیا

آتش غم نے جلا کر خاک مجکو کر دیا
دل بھی پارے کی طرح کھا کھا کے چکر رہگیا

شومی قسمت سے اپنی بچگیا مین سخت جان
دم ادھر اٹھا ادھر قاتل کا خنجر رہگیا

میری حسرت نے دل فولاد پانی کر دیا
ہاتھ قبضے پر جو رکھکر وہ ستمگر رہگیا

نور کا عالم نظر آنے لگا چارون طرف
میرے گھر جس رات وہ خورشید پیکر رہگیا

اس سے کیا بڑھکر کھلائیگا غم ہجر بتان
مرکے مین تصویر سان بالاے بستر رہگیا

مجرمان عشق کے سر کٹکے لٹکائے گئے
خاک پر صد ہا تن عشاق بے سر رہگیا

حال اپنی ناتوانی کا جو خط مین لکھدیا
ہر گھڑی پر تول کر اپنے کبوتر رہگیا

کیسے کیسے نامیون کے مٹ گئے نام و نشان
اب نہ دارا ہے نہ دنیا مین سکندر رہگیا

بنکے یون بگڑے نہ قسمت آدمی کی سچ ہے یہ
اٹھہ گیا پہلو سے وہ مین ہاتھ مل کر رہگیا

بو تری زلف معنبر کی جو پہنچی چار سو
ہر چمن مین خشک ہو کر سنبل تر رہگیا

اک نہ اکدن دیکھنا پڑ جائیگی رندونکی آہ
ٹھنگا کر آج ہی واعظ کا منبر رہگیا

۲۷ اشک اپنا بھی ارادہ تھا سوے ملک عدم
بڑھ گئے سب لوگ مین حیران و مضطر رہگیا ۲۲

گر کبھی لکھہ وصف ابروے ہلالی ہوگیا
پست بھی مضمون کہا ہمنے تو عالی ہوگیا

آج او بت تیری یکتائی کا دعویٰ مٹ گیا
آئینہ دیکھا جواب بے مثالی ہوگیا

ہاتھ سے اپنے جو اس ساقی گلرو نے دیا
جام مین پانی شراب پرتگالی ہوگیا

ابروے پرخم دکھا کر مہ کو شرمندہ کیا
آج باطل دعوے صاحب کمالی ہوگیا

خون روتا ہون فراق یار مین جو راتدن
اشک جس رومال سے پوچھے وہ شالی ہوگیا

میری غیبت مین بہت مجھپر بہکتا ہے رقیب
مین جب آیا دیکھتے ہی شیر قالی ہوگیا

راتدن اس تاک مین رہتا ہے دیو فلک
کھا گیا دس بیس کو جب پیٹ خالی ہوگیا

گل ہی تلوونمین ترا اے یار کیا اعجاز ہے
جو قدم رکھتے ہی بلبل شیر قالی ہوگیا

ہجر جانانمین چلے ہین دلسے اتنے تیر آہ
سینہ اُنکا کب سوا خون سے جالی ہوگیا

ہر طرف صحن گلستان مین زر گل ڈھیر ہے
رشک قارون اندنون ایک ایک مالی ہوگیا

وحشت گردی کی ہوس مین مرگئی ٹکرا کے سر
تیرے دیوانو سے زندان آج خالی ہوگیا

سوز فرقت نے گھلا کر زار ایسا کردیا
جسم خاکی دامن گرد نہالی ہوگیا

میکدہ مین دن دہاڑے جا کے پیتا ہے شراب
آجکل زاہد بھی رند لاابالی ہوگیا

سیر ہفت اقلیم گھر بیٹھے کیا کرتا ہون مین
جام جمشید ہی مرا جام سفالی ہوگیا

لوگ سمجھاتے ہین تو ہوتا ہے دل کو پیچ و تاب
اندنون حرف نصیحت مجکو گالی ہوگیا

راتدن اُس مہ رو سے تکرار رہا کرتا ہے درمیان
مجمر آتش مجھے پھولون کی ڈالی ہوگیا

ایسے دیوانے پہ ہنس ہنسکر جو وار اُسنے کئے
تیغ جلاد کا پھولون کی ڈالے ہوگیا

غوطہ زن بحر تفکر مین رہے کیا کیا ندیم
اُس دہن کا وصف مضمون خیالی ہوگیا

چشم عبرت سے تماشا دیکھتے ہین روز ہم
عالم ایجاد فانوس خیالی ہوگیا

غنچہ گل کا چٹکنا حیرت افزا کیون نہو
طائر رنگ چمن کے حق مین تالی ہوگیا

بعد مردن بھی نہ سمجھے معنے مرگ وحیات
گھر فقط بدلا عطا جسم مثالی ہوگیا

۲۸
میکدہ ہے ساقی سے نوش ہے دور شراب
اشک بھی سنتے ہین رند لاابالی ہوگیا
16

نہ منھہ رکھا کے ہمین اشکبار ہی رکھا
کلیجہ ناوک غم سے فگار ہی رکھا

موے پہ بھی نہ ملا چین چرخ کے ہاتھون
سوار دوش ہوا پر غبار ہی رکھا

عجب بلا مین پھنسایا ہمین مقدر نے
اسیر طرۂ گیسوے یار ہی رکھا

خدا نے رنگ دیا زرد انہین جو عاشق ہین
ہراک حسین کو لالہ عذار ہی رکھا

غضب کا سحر ہے ان کافرونکی آنکھون مین
نگاہ جس سے لڑی اسکو مار ہی رکھا

فراق یار کے صدمے کبھی نہ دل سے گئے
پس از فنا بھی ہمین بیقرار ہی رکھا

چلے جہان سے تمنا وصال کی لیکر
ہمیشہ آپ نے امیدوار ہی رکھا

غم والم ہی لکھا تہا ہماری قسمت مین
مثال زلف بتان سوگوار ہی رکھا

ہمیشہ چشم حسینان پہ جان نکلا کی
ان آہوؤن کا ہمین تو شکار ہی رکھا

نہ زندگی مین کبھی چرخ دون نے راحت دی
نہ چین سے ہمین زیر مزار ہی رکھا

گذر ہوا بھی کسی شب جو بزم جانان مین
مثال شمع ہمین اشکبار ہی رکھا

گئے بہار کے دن موسم خزان آیا
جنون کو سر پہ ہمارے سوار ہی رکھا

کبھی نہ دل کی تمنا کوئی نکال سکے
اس اختیار پہ بے اختیار ہی رکھا

رہی جو حسرت آغوش یار بعد فنا
خدا نے ہمپہ عذاب فشار ہی رکھا

گذر نہین کس وناکس کا اسکی صحبت مین
نظر پہ چڑھ گیا جو اسکو مار ہی رکھا

٢٩	بتونکو **اشک** نہ رسوا کیا خدا نے یہان ہمارا فیصلہ روز شمار ہی رکھا	١٨

کدہر سے جائین عدم کو پتا نہین ملتا
یہ راہ وہ ہے جہان نقش پا نہین ملتا

نہ پوچھو کس کا تجسس ہے کیا نہین ملتا
دل حزین کا ہمارے پتا نہین ملتا

بہت سے لوگ سزاوار تخت وتاج ہوئے
ہزارون ہین کہ جنہین بوریا نہین ملتا

عدم کا راستہ دشوار کس طرح سے نہ ہو
سوائے غیر کوئی آشنا نہین ملتا

نہ آئین جائین بلا سے نہ رسم وراہ رہے
بتون کے ملنے سے ہمکو خدا نہین ملتا

غم فراق سے ایسا ہوا ہون کاہیدہ
کسیکو مین کبہی جسم کہربا نہین ملتا

غنی ہون دی ہی خدا نے مجہی بہی دولت فقر
یہ بادشاہ سے جہک کر گدا نہین ملتا

عوض مین طائر دل عاشقون کے چہٹتے ہین
پے تصدق انہین گر ہما نہین ملتا

وہان زخم سے کشتون کے یہ صدا ہے بلند
نمک نہو تو زبان کو مزا نہین ملتا

مرے نصیب مین تہا اسکی تیغ کا پانی
تلاش سے کبہی آب بقا نہین ملتا

لگائین آنکہونسے عاشق قدم رسول کیطرح
صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
کسیکو نقش قدم یار کا پتا نہین ملتا

کمر کا یار کے مضمون ہو گیا عنقا
عدم مین جاکے بہی ڈہونڈہا پتا نہین ملتا

جو پوچہتا ہے خبر دل کی تو یہ کہتا ہون
بغل سے شب کو کہین گر پڑا نہین ملتا

نحیف وزار ہوا ہون یہ ہجر جانان مین
ہزار ڈہونڈ رہے ہر قضا نہین ملتا

بتون کے نام پہ ہم نقد دل لٹاتے ہین
یہان نہین تو وہان کیا دیا نہین ملتا

نظر رکہ اسپہ جو روزی رسان عالم ہے
ہمیشہ رزق بے آسیا نہین ملتا

طلب کیا جو دم ذبح ہمنے بوسۂ لب
تو ہنسکے بولے یہان خون بہا نہین ملتا

بہلا بتون کی خوشامد سے فائدہ کیا **اشک**

۳۰	خدا سے مانگ تجھے وہاں سے کیا نہیں ملتا	۴۸

رنگ لایا نہ یہ سودا پس مردن اپنا
چاک کی طرح سے پھرنے لگا مدفن اپنا

ہوا جانا نہ سوے وادی ایمن اپنا
شجر طور پہ ہوتا یہ نشیمن اپنا

دیکھ لی دست جنون کے جو مری چالاکی
خوف سے کوہ سمٹی رہی دامن اپنا

سرخ ہے سبز ہے موباف کبھی چوٹی مین
روز اک رنگ بدلتی ہے یہ ناگن اپنا

آجکل دیکھ کے زاہد بھی ہوس پڑتے ہین
ختر زر نے نکالا ہے وہ جوبن اپنا

وہ کبھی عاشق دیرینہ نہ سمجھین گے ہمین
بھولجاتین گے جوانی مین لڑکپن اپنا

لے گیا کوچہ قاتل مین لگا کر مجھے غیر
خضر کی طرح سے رہبر ہوا رہزن اپنا

مستی آلودہ لب یار سے پائی ہے نجست
منھہ اُدھر اب نکر گیے کبھی سوسن اپنا

چھیڑ کر دیکھیے اِی جان دل نالان کو
کوک دین آپ تو بجنے لگے ارگن اپنا

داغ دل مجمرہ عشق سے تازہ چمن
رشک گلزار ابراہیم ہو گلشن اپنا

سنگ موسی بھی ہو جلکر صفت سرمہ طور
جلوہ حسن گر دکھا دے مت پرفن اپنا

برق کیطرح سے جاتی ہے مری آہ رسا
ماہ سے کہدو بچائے رہے خرمن اپنا

آندھیان آئین مری خاک کی برباد یکو
وہ جو کاوے پہ لگانے لگے توسن اپنا

لوگ کہتے ہین فلک سے اُتر آیا خورشید
پھینکدیتا ہے زمین پر جو وہ کنگن اپنا

حق پرستی کی جو غیرون نے لگا دی تہمت
آشنا پھر ہوا طفل برہمن اپنا

دل بھی دیکھا تو اُسی کے ہے طرفدار ہمین
کسے معلوم تھا پہلو مین ہے دشمن اپنا

لے اُڑی ہمکو ہوائے چمنستان جہان
مثل بو ہر گل جنت تھا نشیمن اپنا

ترک ایمان کرے دیکھے جو مسلمان تجکو
توڑ کر پھینک دے زنار برہمن اپنا

نہین ملتی کسی صیاد سے وہ بلبل ہین
چار ہی دن مین بنا لیتے ہین دشمن اپنا

مرگیا پھوڑ کے سر کوہ پہ جب سے فرہاد — پھر زمانے مین نہ پیدا ہوا ہم فن اپنا

خلد بھی تھا مرے نزدیک سقر سے بدتر — کوچۂ یار مین ہوتا جو نہ مسکن اپنا

داغ دل لطف دکھاتے ہین ہمین پیری مین — تر و تازہ ہے خزان مین بھی یہ گلشن اپنا

عہد مین حضرت یوسف ؑ کے نتھا یہ اندھیر — خوب ہی نام کیا آپ نے روشن اپنا

میری نسبت تو رقیبون کے اچھے ہین نصیب — گل امید سے بھر لیتے ہین دامن اپنا

کبھی اس قوم سے کاہیکو پڑا تھا پالا — دیکھے دم لے گئے دل ایک فرنگن اپنا

درد الفت کا مری جان برا ہوتا ہے — دشمنون کو بھی رلا دیتا ہے شیون اپنا

٣١

ہم تو دنیا سے چلے لے کے تمنائے وصال — بیٹھے اے **اشک** وہ دیکھا کرین جوبن اپنا

١٧

مضمحل ہو کر دل بیتاب اپنا رہگیا — عشق کی بوٹی سے کشتہ ہو کے پارا رہگیا

شب جوانی کی گئی برہم ہوئی بزم نشاط — پتلیون کا یاد آنکھون کو تماشا رہگیا

اپنے بیمار محبت سے جو غفلت ہی رہی — ہاتہ مل کر دیکھتا اک دن مسیحا رہگیا

رکھکے تربت مین مجھے احباب رخصت ہوگئے — صورت شمع شب فرقت پھر اکیلا رہگیا

کام مانی کا شب غم مین تصور نے کیا — صفحۂ دل پر تمہارا کھینچ کے نقشا رہگیا

شرم سے کترا کے جو رستہ نکل جاتا ہے چاند — نقش پتھر مین یہ کس بت کے قدم کا رہگیا

آسیا کا کام کرتی ہے زمین مرنے کے بعد — قبر مین پھر استخوان ہو ہو کے سرما رہگیا

کیا کرے وہ جو طریق عشق سے واقف نہو — آدمی پر جب ذرا سی چال چوکا رہگیا

دین و ایمان ساتھ ہی دلکے گیا نذر بتان — ہے طلب کس شی کی میرے پاس اب کیا رہگیا

داغ تازہ پھر کوئی دینے کو ہے گردون دون — غم سے گھل گھلکے یہان دل بھی ذرا سا رہگیا

آجتک سینے مین مری سودائے الفت ہے وہی — یہ وہ جن ہے جسکا مرنے پر بھی سایا رہگیا

رشک ہوتا چشم فتان صنم کو دیکھکر
آنکھ مین اچھا ہوا نرگس کے جالا رہگیا

راز الفت فاش کردیتی یہ بیتابی دل
ہجر مین موت آگئی صد شکر پردا رہگیا

سر قلم ہوجاے قاتل دہیان بس اتنا رہے
عیب ہے کشتے کی گردن مین جو تسمہ رہگیا

اس حرارت کا بہلا کیونکر کرے کوئی علاج
داغ دل پر اپنے صد ہا جل کے پہالا رہگیا

لوگ کہتے ہین وہان برسون رہے فتنے بپا
جس جگہ دو روز وہ آفت کا ٹکرا رہگیا

۲۶	ہم رہے اے اشک دنیا مین نہ خوبان جہان اپنی الفت کا گلی کوچے مین چرچا رہگیا	۳۲

۱۵ کیون ہوا سودا الٰہی مجکو زلف یار کا
شمع روشن پر گمان ہوتا ہے چشم مار کا

آئینہ ہے سامنے ہر وقت روے یار کا
بول ہی اٹھیگا طوطی سبزۂ رخسار کا

شیفتہ سارا جہان ہے حسن پر یار کا
ایک مذہب آجکل ہر کافر و دیندار کا

مے نہ دو تو جل کرین کھینچون وہ آہ آتشین
رال کی گولی کی صورت خم اڑے خمار کا

ہو چکے دوران سر فرقت مین یا پھرتا ہے گھر
چرخ گردان کا سا نقشا ہے در و دیوار کا

جنس دل ایسا نہو رکہنے سے ہوجاے خراب
بیچ ڈالو نرخ ہو جو حسن کے بازار کا

موت آئے رنج و غم سے روز کے جہا چہٹے
یہ بہی ہے نسخہ مجرب عشق کے آزار کا

آنکھہ نرگس سے گلشن مین لڑا یا کیجیے
سامنا اچھا نہین بیمار سے بیمار کا

زلف کا سودا رہا جن کی طرح سر پر سوار
بن گیا آسیب اب سایہ تری دیوار کا

ہمکیا ہو صیاد بال و پر کا غم نہین
جذبۂ الفت لے اڑی جب رخ کرین گلزار کا

بت پرستی عمر بہر اسلام کے پردہ مین کی
مدتون تسبیح مین ڈورا رہا زنار کا

زلف کا سودا مرے حق مین بلاے جان ہوا
چشم افعی بن گیا روزن در و دیوار کا

جذب الفت اسکو کہتے ہین صنم مرنے کے بعد
خاک سے عشاق کے پشتہ بنا دیوار کا

وصل اُس بت سے ہوا گویا کہ نعمت مل گئی — شکر ہے پرہیز ٹوٹا ہجر کے بیمار کا

دیکھکر موتی کو غش مین طعن سے کہتے ہین وہ — حال یہ ہوتا ہے دیکھو طالب دیدار کا

ابروون مین اُس بت سفاک نے ٹیکا دیا — کہتے ہین اہل نظر تمغا ہے یہ تلوار کا

موسم گل مین نہ کیونکر جوش وحشت ہو ہمین — طور ہے باد بہاری مین تری رفتار کا

بہر آرایش کبھی افشان چھڑکتے ہین جو وہ — زلف پیچان پر گمان ہوتا ہے ابلق مار کا

کوچہ جانان مین جو پھر کے پڑتا ہے قدم — عالم اپنی چال مین ہے گردش پرکار کا

دیکھکر تمکو چمن کی زرد رنگت ہوگئے — نام کشت زعفران رکھدیجیے گلزار کا

آپ سے باہر ہوا جب اور زینت ہوگئی — بن گیا داغ جنون طرہ مری دستار کا

بار ہے پلے نگہ اُسکو نزاکت کے سبب — رنگ نیلا ہوگیا ہے جا بجا رخسار کا

دل مین اپنے دیکھکر کہتا ہون وہ زلف دراز — پیچ کوئی کھل پڑا ہے یار کی دستار کا

ایک مدت سے مجھے راتو کو نیند آتی نہین — یار نے وعدہ کیا ہے خواب مین دیدار کا

آج سینہ پر لب معشوق تیر اُسکا ہوا — لون دہان زخم سے بوسہ لب سوفار کا

۴۳

لن ترانی کی صدا کانون مین ہے اب تک بھری
اشک مین قائل ہون کیونکر یار کے دیدار کا

۳۰

ہے اثر باقی ابھی اتنا فراق یار کا — آگ کا شعلہ با شیشہ ہے گلنار کا

بال اٹھا کر دی گرہ سر پر جو اُسنے ناز سے — گیسوے پر پیچ طرہ بن گیا دستار کا

۵

تیرے آگے پوچھتا ہے کون یوسف کو صنم — رنگ ہی بگڑا ہوا ہے مصر کے بازار کا

ادمین اک گل کر جاری چشم سے ہے سیل اشک — اب خدا حافظ ہے گلچین باغ کی دیوار کا

دامن گل کی طرح رومال رنگین ہوگیا — جب عرق پوچھا ہے اُسنے پھول سے رخسار کا

قتل سر مظلوم کے ہوتے ہین اہل ظلم شاد — کیون نہو ماری خوشی کے سرخ منہہ سوفار کا

رات دن پامال رہتی ہی اسی باعث سی خلق — چرخ نے انداز سیکہا ہے تری رفتار کا

گوہر دندان و لعل لب کا رہتا ہے خیال — دل ہمارا ہے نمونہ جوہری بازار کا

نفس سرکش خوب اپنی خاکساری سے دبا — ناک مین دم اس پیادے نے کیا اسوار کا

خون مین ڈوبی نظر آتی ہین سمجہا شاخ گل — کیون نہ وحشت ہو مجہے منہہ دیکہکر تلوار کا

طور پر کیا آدمی کی چشم بینا ہو اگر — ہر جگہ جلوہ نظر آجاے حسن یار کا

حسن سے خالی کوئی شی ان حسینونکی نہین — خال ابروے صنم تمغا بنا تلوار کا

۲۴ **اشک** صدہا ہین نگاہ ناز کے مارے ہوئے
گہر سے وہ نکلے جہان خون ہوگیا دوچار کا ۲۵

دل الجہکر اسکی زلف پرشکن مین رہگیا — ہاتہ مین حسرت سے ملکر انجمن مین رہگیا

غم سے مین گہل کر فراق گلبدن مین رہگیا — جسم لاغر ہے کہ کانٹا پیرہن مین رہگیا

دیکہکر مجہہ زار کو کہتا ہے وہ گل پیرہن — ٹوٹ کر بلبل کا پر کوئی چمن مین رہگیا

قدر داغ دل کی اپنے کچہہ حسینون نے نہ کی — قلب تہا شاید جو یہ سکہ چلن مین رہگیا

جستجو ملک عدم مین بہی یہان تک ہینے کی — ہوکے گم آخر کو خود فکر دہن مین رہگیا

یوسف کنعان کا پہر لوگونکو غم تازہ ہوا — دل مرا جب سے ترے چاہ ذقن مین رہگیا

آتش گل نے جلا کر خاک اسکو کر دیا — آشیان کوئی جو بلبل کا چمن مین رہ گیا

مدتون ہمنے اسے دل کیطرح رکہا عزیز — تیر گر اس ترک کا کوئی بدن مین رہگیا

آمد فصل بہاری تک رہی الجہن ہمین — تار گر باقی کوئی اپنے کفن مین رہگیا

اک ہمارا ہی فقط کیا یوسف دل ہی گرا — کاروان کا کاروان چاہ ذقن مین رہگیا

خاک کب کی ہوگئی برباد اپنی بعد مرگ — آجتک چرخ دنی فکر کفن مین رہگیا

یاد مین اک بت کی نالان صورت ناقوس تہا — جاکے دل آخر کو دیر برہمن مین رہگیا

ملک ہستی میں جو ہم آئے تو کیا حاصل ہوا
بچ گیا رنجِ سفر سے جو وطن میں رہ گیا

بیٹھنے کا قصد پہلو میں کیا تھا غیر نے
اُٹھ کے فتنہ آج اُسکی انجمن میں رہ گیا

دیکھتے ہیں ہجر میں جلوۂ عروسِ مرگ کے
خر جیا اب اور کیا وہ نیا دولھن میں رہ گیا

موئے زلفِ یار کا خواہاں ہوا ہر اک بشر
مشک شی مو کے جب سارا ختن میں رہ گیا

کوئی صحرا کو گیا کوئی پئے سیرِ چمن
عاشقِ مژگان ترا کانٹون کے بن میں رہ گیا

دیکھ تو جا کر ذرا تیرا کہین غمکش نہو
شور ہے مر کر کوئی بیت الحزن میں رہ گیا

وصل میں بھی روئے روشن سے نہ سرکائی نقاب
ہے یہ طرفہ ماجرا سورج گہن میں رہ گیا

کاوشِ مژگانِ جانان کام آئی بعدِ مرگ
ناحق اتنک انتظارِ گورکن میں رہ گیا

مار ڈالین گی لہو رو رو کے یہ آنکھیں ہمین
خون تھوڑا سا تو ہم اپنے بدن میں رہ گیا

خوب ہوگا باغبان کو سنبلستان کا ہوا
سیر کی آہون کا دہوان اُٹھ کر چمن میں رہ گیا

بیچ میں تلوار رکھکر ساتھ سویا وہ صنم
فاصلہ بدقسمتی سے جان و تن میں رہ گیا

دودِ آہِ شمعِ محفل میں ہوا سر سے بلند
جل کے پروانہ اگر کوئی لگن میں رہ گیا

۳۵	جان نافہمون سے بچنا اتنک پھر دشوار ہے عیب سہواً بھی اگر کوئی سخن میں رہ گیا	۲۰

وقتِ زینت بھی نہ دیدار میسر ہوتا
آئینہ میرے لئے سدِ سکندر ہوتا

گر نہ بیرحم و جفاکار و ستمگر ہوتا
آج یوسف کی طرح وہ بھی پیمبر ہوتا

پاسِ عشاق اگر تجھکو ستمگر ہوتا
خضر و الیاس کا در پہ ترے بستر ہوتا

مجھسا کب کوئی زمانے میں نہ جانبر ہوتا
جمع ہو جاتے یہ آنسو تو سمندر ہوتا

پاس تیرا نہ اگر ترکِ ستمگر ہوتا
ایک آنسو بھی جو گرتا تو سمندر ہوتا

موم ہو کر تپشِ غم سے پگھلتا وہ بھی
عوض دل مرے پہلو میں جو پتھر ہوتا

آپ بن ٹھن کے اگر سیرِ چمن کو جاتے
اسکی مژگان کا مجھے عشق بھلے کو نہ ہوا
راہ لی دَیر کی اچھا ہوا کعبے نہ گئے
بت بنا کر تری صورت کا پرستش کرتے
آمدِ فصلِ بہاری مین اگر مرجاتا
مرنجاتا جو ترے عہد سے پہلے وہ صنم
یار کے پاس سے لاتا جواب نامہ
دِل کو ایسا لبِ شیرین کا پڑا ہے چسکا
وحشتِ دل کی دکہاتا جو کسیدن تاثیر
بوسہ ہونٹون کا ندیتے تو نہ مٹتی تکرار
حشر کے روز بھی مجھ رند کی ہوتی جو طلب
دشت وحشت مین اگر خضر نہ ملتے نہ سہی
خط مین لکھا نہ مین اہی جو پریشان حالی

زرِ گل سارے گلستان کا نچھاور ہوتا
رگِ جان کے لئے اِک دن وہی نشتر ہوتا
مفت کا بیٹھے بٹھائے ہمین چکر ہوتا
قد آدم جو میسّر کوئی پتھر ہوتا
فاتحہ مے پہ ترے رند کا گھر گھر ہوتا
آئینہ دار ترا آج سکندر ہوتا
پھر کبوتر مرا رتبے مین ہمسر ہوتا
کیا عجب مور سے بھی طالبِ شکر ہوتا
یار بھی میری طرح آپ سے باہر ہوتا
حشر مین بھی یہی جھگڑا لبِ کوثر ہوتا
دوش پر مے کا سبو ہاتھ مین ساغر ہوتا
آگے ہر غولِ بیابان مرا رہبر ہوتا
ایسا کاہے کو تباہی مین کبوتر ہوتا

۳۶	شعر گوئی کا سلیقہ جو مجھے ہوتا اشکؔ مین بھی مشہور زمانے مین سخنور ہوتا	۱۸

فتنہ پردازی سے غیر و نکی جو دلبر چھٹ گیا
بحرِ غم مین ڈوب کر عاشق ابھرتے ہین کہین
جذبِ الفت کا رگِ سودا دکھاتی ہے اثر
اُس بُتِ خوبی کے کوچے مین نہ رہنے پائے ہم
بزمِ عالم مین بھی مجھسا رند کم قسمت نہین

اضطرابِ دِل بڑھا وحشت ہوئی گھر چھٹ گیا
ہتھ کو پہنچا ہاتھ سے جس وقت پھر چھٹ گیا
بارہا فصاد کی چٹکی سے نشتر چھٹ گیا
دور ساحل سے ہوے کوسون سمندر چھٹ گیا
دستِ ساقی سے مے گلگوں کا ساغر چھٹ گیا

کھل گیا مضمون بیتابی دل صیاد پر
ہاتھ سے اُسکے تڑپ کے جب کبوتر چھٹ گیا

مشق خونریزی نہ ہو جسکو کرے کیونکر وہ ذبح
ہاتھ یہ جلاد کا کانپا کہ خنجر چھٹ گیا

باعث ایذائے عالم ہے مری دیوانگی
وحشیون سے دشت الساز گھر چھٹ گیا

لوٹتے ہین رات بھر کانٹون پہ ہم حسرت زدہ
عاشق مژگان ہوئے جسدن سے بستر چھٹ گیا

وہ نہ ہون یہ ناتوانی ہجر مین بڑھتی گئی
رفتہ رفتہ وادی وحشت کا چکر چھٹ گیا

رحمت حق نے بنا رستہ نکالا خلد کا
عاصیون سے جادۂ صحرای محشر چھٹ گیا

تنگ اگر ہے ہمنے دل اُسکے حوالے کردیا
فوج غم پسپا ہوئی سردار لشکر چھٹ گیا

مٹ گیا سارا طلسم زندگی نکلی جو روح
آج تیرا قیدی چشم فسونگر چھٹ گیا

کیا ہے غرق بحر رحمت ہو گیا روز حساب
ہاتھ سے میرے گناہون کا جو دفتر چھٹ گیا

خط مین اپنا حال سوز دل بھی شاید لکھدیا
نامۂ پیچیدہ جو مہتاب بنکر چھٹ گیا

طائر دل گیسوی پیچان نے الجھایا تو تھا
خیر گذری خود بخود کھا کھا کے چکر چھٹ گیا

طائران قدس مین غل تھا مبارکباد کا
دام سے صیاد کے جسدن کبوتر چھٹ گیا

٣٧ — بت پرستی ترک کر کر اشک کعبے کو گئے
شغل مے نوشی نہین معلوم کیونکر چھٹ گیا — ٢٣

یہ پہلی ہی سے دشمن ہو رہا ہے آسمان اپنا
موئے پر دیکھا ظالم مٹا دیگا نشان اپنا

مقدر کا کئی دن آب و دانہ تھا یہان اپنا
چلے ہم باغبان لے اب اٹھا کیجہ گلستان اپنا

موئے پر کوچۂ جانان مین تیاری ہے گڑنے کی
روانہ پیش خیمہ ہو گیا سوئے جنان اپنا

اٹھائین گر احبا کوئی جانانے سے پس از مردن
اُسی کوچے کی جانب پھر جنازہ ہو روان اپنا

کیا ظاہر نہ ہمنے گو کہ سودا اُسکی زلفون کا
مثال مشک بو دینے لگا راز نہان اپنا

مصیبت مین کٹین کیونکر نہ دن فصل بہاری کے
نہ رہ و رسم ساقی سے نہ ہے پیر مغان اپنا

گرے آکر سگان کوے جانان بعد مرنے کے
تبرک کیطرح سے بٹ گیا ہر استخوان اپنا

نہ اتنا دل مین اپنے چرخ اطلس پوش اترائے
جلا ہی دیگا اکدن نالہ آتش فشان اپنا

مری سن سنکے نغمے بلبل سدرہ یہ کہتا ہے
ابھی باقی ہے گلزار جہان مین ہمزبان اپنا

ہمیشہ گھات مین صیاد و گلچین در پئے ایذا
اٹھا کر اب کہان لے جائے کوئی آشیان اپنا

وہان بھی دشمن جان اک نہ اک پیدا ہو قسمت سے
لگا مین شاخ طوبی پر اگر ہم آشیان اپنا

پتا دل کا نہین ملتا ہمین گیسوے شبگون مین
رہ ظلمات مین لوٹا گیا ہے کاروان اپنا

تباہی دل پر آئی کچھ نہ کچھ زلفون کی الجھن مین
اندھیرے مین کہین گزرا رہا ہے کاروان اپنا

سوا تیرے کوئی شے اب نہ آنکھو مین سمائیگی
دکھائے لاکھ جوبن گر ہمین حور جنان اپنا

نہین موقوف کچھ جوش جنون فصل بہاری کا
گریبان یون ہی رہتا ہے ہمیشہ دھجیان اپنا

کہان تک ایڑیان رگڑے جو مرضی ہو تری قاتل
خود اپنے ہاتھ سے کاٹے گلا یہ نیمجان اپنا

نہ ہم ظاہر کرینگے زلف کا سودا پس از مردن
چھپائینگے اگر کی بتیان کیونکر دھوان اپنا

نمود خط زنخدان پر ہے ہر دل کے دھوکا دینے کو
سنا ہے آجکل خسپوش رکھتے ہین کنوان اپنا

میری زردی رخ کو دیکھکر پھرون وہ ہنستے ہین
جما لیتی ہے کیسا رنگ کشت زعفران اپنا

نہین چھپتا نہین مرتا جو ہونا ہو سو ہو جائے
زمین کیا لیگی ہم سے کیا کریگا آسمان اپنا

ہوا ہون زار ایسا فرقت جانان مین گھل گھلکر
ہوا کے ساتھ اڑ جاتا ہے جسم ناتوان اپنا

اٹھایا کس خوشی سے دوش پر بار غم الفت
ہوا ہے عالم ارواح مین جب امتحان اپنا

۳۸	عمارت کا بنانا اشک کیونکر چھوڑ دے منعم ابھی آنکھون سے دیکھا ہی نہین ہے وہ مکان اپنا	15

جان سے اپنی گیا موت کا گھر دیکھ لیا
جسے اکبار تجھے بھر کے نظر دیکھ لیا

سامنا عشق مین ہے رنج و غم و آفت کا
ان بلاؤن نے تو اچھا مرا گھر دیکھ لیا

اُسکی تیغِ نگہِ ناز کا اللہ رے کاٹ
ڈر گیا جسنے مرا زخمِ جگر دیکھ لیا

تہا دمِ قتل اُسے خوف جو بدنامی کا
مڑ کے قاتل نے اِدہر اور اُدہر دیکھ لیا

دِل گم گشتہ کے ہمراہ وہ خود کھوئے گئے
اُنھنے دزدیدہ نگاہون سے جدہر دیکھ لیا

مرتے دم رنج و الم ہجر کے سب بھول گئے
خوب جی بھر کے تمہین رشکِ قمر دیکھ لیا

منزلِ گور تک آئے ہین بڑی مشکل سے
خوب احباب کو ہنگامِ سفر دیکھ لیا

کون مانع ہے چلے آئے جب جی چاہے
عذر کی جا نہین اب تو مرا گھر دیکھ لیا

تھام کر رہ گئے ہاتھون سے کلیجا اپنا
آج تمنے مری آہون کا اثر دیکھ لیا

باتین کرتے ہین جو احباب نصیحت آمیز
آنسوون سے کہین دامن مِرا تر دیکھ لیا

ہے کئی روز سے بگڑا ہوا گلچین کا مزاج
کہین بلبل کا چمن مین کوئی پر دیکھ لیا

یادِ چشمانِ پریوش مین ہوا دل بےچین
سوءِ نرگس کبھی بھولے سے اگر دیکھ لیا

برگِ گل پھینکدیا ہاتہ مین لیکر اُسنے
بار اٹھائیگی نہ اتنا بھی کمر دیکھ لیا

افعیِ زلف نے اُگلا ہے یہ من دلمین کہا
مینے جسدن ترے بُندیکا گہر دیکھ لیا

۳۹ — بے مقدر نہین کچھ **اشک** کسیکو ملتا
کام آتا نہین انسان کے ہنر دیکھ لیا — ۱۸

کہان سوزِ الم مین دل سے آہونکا دُہوان نکلا
جو نکلا بھی کبھی تو شعلۂ آتش فشان نکلا

ہوا جوشِ جنون جب منہہ سے آہونکا دُہوان نکلا
کہا سب نے کہ دیوانونکے لشکر کا نشان نکلا

حرارت سوزِ غم کی بعد مردن بھی نہین جاتی
لحد سے شمع سان جلتا ہوا ہر استخوان نکلا

نہین ممکن حسابِ کشتگان کوچۂ قاتل
زمین کھودی جہان ایک وہ مرقد کا نشان نکلا

دکھایا بعد مرنیکے اثر زلفون کے سودے نے
لحد چہلم کو جب کھودی گئی باہر دُہوان نکلا

ہزارون قمریان آئین ہوا خواہی کی حسرت مین
گلستان کی طرف سے جب مرا سروِ روان نکلا

کوئی خواہان نکل آئیگا اپنے یوسف دلکا
اگر چاہ زنخدان کی طرفسے کاروان نکلا

کمر آخر کو دو دہری ہوگئی بار محبت سے
جسے ہم کاہ سمجھے تہے وہی کوہ گران نکلا

چمن ماتم سرا تہا نالۂ مرغان گلشن سے
سبد پہولون کا لیکر باغ سے جب باغبان نکلا

گلے پر چل گئی شاید چہری مرغان گلشن کے
چمن سے خون مین ڈوبا ہوا ہر باغبان نکلا

ہوا افشاے راز عشق گیسو ذبح ہونے سے
عوض خون کے مری رگہاے گردن سے دہوان نکلا

ہلاکو سے بہی ہے کچھ بڑہکے اُسکو شوق خونریزی
ستمگاری مین اپنے وقت کا چنگیز خان نکلا

کسی میخوار کو خالی نہ پایا اپنے مطلب سے
خرابات جہان مین دوست اک پیر مغان نکلا

قیامت ہے حقیقت مین جدائی روح و قالب کی
پہنسا آفت مین طائر چہوڑکر جب آشیان نکلا

گرفتار محبت ہوگئے دس بیس سودائی
جہان باہر وہ مست کی پہنکر بیڑیان نکلا

طریق عشق مین اتنی ریاضت تو کرے کوئی
ہوا سے بہی سبک تر اپنا جسم ناتوان نکلا

ازل کے دن سے قسمت مین تری بیداد رسانی ہے
کوئی ارمان دل کا تجھ سے کب اے آسمان نکلا

۱۴

کہیں اے اشک جسکو مرنے جینے کی نہین پروا
زمانے مین کوئی مجھسا نہ بے نام ونشان نکلا

۱۵

غلغلہ پہر ہو زمانے مین مری الفت کا
کوئی معشوق جو ملجائے تری صورت کا

عہد طفلی سے جو خوگر ہون غم و آفت کا
ہین فلک سے کبہی خواہان نہوا راحت کا

آسمان سر مرا گہر پوچہنے آتی ہے بلا
مین ہی دنیا مین نشانہ ہون ہر اک آفت کا

سچ تو یہ ہے کوئی کس چیز کی تعریف کرے
چال اُس بت کی قیامت ہے تو قد آفت کا

دو گہڑی بیٹھ کے جو طاعت خالق کرتے
زندگی بہر نہ کوئی وقت ملا فرصت کا

آنکہہ جب بند ہوئی اور ہی عالم دیکہا
اُٹہے دنیا سے تو پردہ بہی اُٹہا غفلت کا

پار بیڑا ہے قیامت مین گنہگارونکا
آگیا جوش پہ دریا جو تری رحمت کا

جنسِ دل لیکے نہوئی کہین سیرا پہیری
فیصلہ پہلے ہی کر لیجئے کچہ قیمت کا

بن سنور کر وہ کسی روز اگر آبیٹہا
اور ہی رنگ نظر آگیا کچہہ صحبت کا

کاسۂ زہر ہی ساقی نے اگر مجکو دیا
پی گیا جام سمجہکر مین اُسے شربت کا

جی کسیطرح بہلتا نہین آبادی مین
کچہہ دنون سے جو مزا پڑگیا ہے غربت کا

عدم آباد مین جاکر کیا عنقا کا شکار
کمرِ یار کا مضمون تہا بڑی دقت کا

شب وصلت بہی رہے گرہی رنجش کے کلام
خون ہو جائیگا ظالم دلِ پرحسرت کا

سخت جانی پہ بہی یون تیغ گلے سے اُتری
جسطرح گہونٹ اُتر جائے کوئی شربت کا

۴۲	دامن دشت جنون ہاتہ سے چہٹتا ہی نہین آجکل **اشکؔ** یہ عالم ہے مری وحشت کا	۴۱

اُٹہ جائے جو آنکہونسے پردہ کہین غفلت کا
ہر شی مین نظر آئے جلوہ تری صورت کا

سُنتے نہین کانونسے ہم نام بہی راحت کا
جسدن سے ہوا دل کو یہ روگ محبت کا

اپنے ہی ہین بیگانے اِس محفلِ عالم مین
بگڑا نظر آتا ہے کچہہ رنگ ہی صحبت کا

لایا تو ہون جنسِ دل بازارِ محبت مین
گاہک کی طبیعت پر ہے فیصلہ قیمت کا

کہدیا کہ مدفون ہین خمخانۂ ساقی مین
پوچہے جو پتا کوئی میخوارون کی تربت کا

ٹکرا کے موئے لاکہون اس بہول بہلیّان مین
آسان نہین طی کرنا کچہہ راہِ حقیقت کا

مشتاق کوئی مجہسا ہوگا نہ زمانے مین
بیعانہ لئے پہرتا ہون جنسِ شہادت کا

دل دیکے بہلا پہلے دیکہین تو کسی بت کو
ہے عشق مجازی سے رستہ ہی حقیقت کا

دن رات گہروندا سا بنتا ہے بگڑتا ہے
کیا جانے کوئی اسکو کہیل اُسکی ہے قدرت کا

عشاق سے سنتے ہین دیدار کا وعدہ ہے
ہمکو بہی بلا لینا جب دن ہو قیامت کا

کعبہ ہو جو اُس جانب سجدہ نہ کرین مڑکر
ملجائے اگر ہمکو اک بت تری صورت کا

جب چاہیں بر سجائے مینہہ فصل بہار مین
ہو معتقد ای زاہد رندون کی کرامت کا

باتین ہین بہری لمین کہہ بیٹہین گر ہم منہہ پر
پہلو کوئی ہاتہ آیا جسوقت شکایت کا

تم اور دکہلاتے ہو اِس دیکہتے ہوئے دلکو
پہلے ہی سے تہا اِک تو مارا ہوا آفت کا

کس صورت زیبا کا مشتاق زمانہ ہے
ہر پہول مین ہے عالم جو دیدہ حسرت کا

مرنے سے نہین ڈرتے جو عاشق صادق ہین
آب دمِ خنجر بہی اِک گہونٹ ہی شربت کا

ہر ایک سرِ مو سے چنگاریان جہڑتی ہین
ہوتا ہے مجہے دورہ جسوقت حرارت کا

کچہہ فصل بہاری پر موقوف نہین سودا
دنیا سے نرالا ہے عالم مری وحشت کا

صحرا و بیابان مین سودائے پہرتا ہے
گر بن گیا ہون گویا مین وادی وحشت کا

معلوم ہوا ہمکو قمری کی یہہ کوکو سے
تہا ذکر گلستان مین تیرے قد و قامت کا

بیتابی دل نے کیا راحت دی پس از مردن
گہوارہ طفلان ہے گوشہ مری تربت کا

۴۲ — شب گذری جوانی کی آئی سحرِ پیری
ای اشک بس اب چونکو موقع نہین غفلت کا — ۱۷

کون کون اسکے تصدق مین نہین زر لے گیا
چرخ نے گہر بہر لیا اتنی نچہاور لے گیا

جانکر کشتہ مجہے سیمین تنون کا بعدِ مرگ
ناریل مین خاک بہر کر کیمیا گر لے گیا

جانکر دیوانہ پلکون کا مجہے فصاد بہی
فصد لینے کو تری مژگان کا نشتر لے گیا

یار کی زلف معنبر کا کسے سودا تہین
سیر گلشن کو جو آیا سنبلِ تر لے گیا

صورت و سیرت مین کسدن بڑہکر نکلی حورِ خلد
کب وہن پر تیرے سبقت حوض کوثر لیگیا

وائے قسمت قتل کی باقی ہوئی حسرت مری
تا گلو سو مرتبہ جلاد خنجر لے گیا

کوچۂ گیسو سے کیون تو لایا دلِ پر اضطراب
پہر پہڑا کر رہگیا جسوقت مین گہر لے گیا

مین وہ بیکس ہون سوی پر بہی لحد پر جا کے گل
جو گیا جام و سبو مین پہول بہر کر لے گیا

کی فقیری تیرے در کی مینے جبسے اختیار / رشک مجھپر بادشاہِ ہفت کشور لے گیا

ناتوانی کی بدولت سیر گلشن کی ہوس / جا نکر تنکا مجھے بلبل اُٹھا کر لے گیا

جوش سودا اسکو کہتے ہین کہ جب آئی بہار / اس زمین و آسمانسے مجھکو باہر لے گیا

اسقدر دوریمین اُس دلدار کے رویا ہون مین / رشک میرے دیدۂ تر پہ سمندر لے گیا

رات بہر گیسو تو بنتے ہین غضب ہو جائیگا / موے زلف یار گر کوئی فسونگر لے گیا

پہر قیامت مین بپا ہوگی قیامت دیکہنا / گر دلِ نالان مین اپنا روز محشر لے گیا

بغض مرنے پر بہی ہے لوگون کو میرے نام سے / قبر کا آخر چُرا کر کوئی پتہر لے گیا

نارسا ایسا مقدر تو نہوگا اور کا / گر پڑا رستے مین جو نامہ کبوتر لے گیا

۴۳	ہمصفیران چمن کو رشک مین بہولا ہمین / قبر بلبل پر بہی اک پہولون کی چادر لے گیا	۱۹

عشقِ ابرو سے ضرر میرے گمان مین کچہ نہتہا / تیر اک دل پر لگا لیکن کمان مین کچہہ نہتہا

بعد مرنے کے سگِ جانانسے شرمندہ ہوا / آتش غم کے سوا ہہان استخوان مین کچہہ نہتہا

ہاتہ سے صیاد و گلچین کے ہوا برباد سب / موسم گل مین سنا ہے گلستان مین کچہہ نہتہا

تہا فقط جذب محبت کا زلیخا کے اثر / کام یوسف کا وگرنہ کاروان مین کچہہ نہتہا

ناز و انداز و ملاحت پر لپا کرتے تہے ہم / وہان صباحت کے سوا حور جنان مین کچہہ نہتہا

حسرت و ارمان نہ نکلے دل کے جب ہمنے کہا / ہنسکے فرمایا کہ اُس اجڑے مکان مین کچہہ نہتہا

تیرے آنے سے بدن مین آگئی تاب و توان / دو گہڑی آگے تو جسم ناتوان مین کچہہ نہتہا

بند میخانہ رہا قاضی کے شر سے چند روز / میری جانب سے دلِ پیر مغان مین کچہہ نہتہا

فصل گل مین مے نہ دیتا کیا ہمین پیر مغان / محتسب کے خوف سے لیکن دکان مین کچہہ نہتہا

آپ اپنے منہہ سے اب جو چاہیے فرمایئے / غیر کو سو بار دیکہا امتحان مین کچہہ نہتہا

ایک مدت تک کیا عشم تیرا کہا کیا
یہاں تکلف میزبان و میہمان میں کچھ نہ تھا

ہاتھ ساقی سے زلال آیا نہ دردِ تہ نشین
میری قسمت کا بھی دورِ آسمان میں کچھ نہ تھا

خود دلیل لا کر قیس کو لیلی دکھا دیتی جمال
پردۂ محمل تو دستِ ساربان میں کچھ نہ تھا

دل سے بلبل کو ابھی پوری بھی نکلی تھی نہ آہ
جا کر لوگوں نے جو دیکھا باغبان میں کچھ نہ تھا

عاشق و معشوق میں پھر وصل کہتے ہیں کسے
فرق بھی پیچھے تو ایسا دو کمان میں کچھ نہ تھا

میکدہ پیسے لیگئے میخوار بھر بھر کر سبو
حیرت حصے کا خم پیر مغان میں کچھ نہ تھا

کیوں نہ ہمکو آسمانِ حسن کا ہوتا گمان
فرق ابرو کی اُنگ میں اور کہکشان میں کچھ نہ تھا

بلبلیں نغمہ سرا گلزار میں گل عطر بیز
موسمِ گل میں یہ سب کچھ تھا خزان میں کچھ نہ تھا

۴۴	کہتے ہیں بابِ اجابت تک پہنچتی ہے دعا اشک اب سمجھے اثر اپنی زبان میں کچھ نہ تھا	۱۸

دل کیا کرتا ہے ہمسے یہ مقدر کیسا
آنچ رہ رہ گیا ہے حلق پہ خنجر کیسا

واعظا دیکھ ذرا فصل بہاری کی ہوا
صورتِ برگِ خزان اُڑ گیا منبر کیسا

دیکھیے آہِ شرربار کی اک دن تاثیر
موم کی طرح پگھلتا ہے پتھر کیسا

شبِ فرقت کوئی آکر مری حالت دیکھے
موجزن رہتا ہے آنکھوں میں سمندر کیسا

چاک مٹی کا بناتے ہیں پس از مرگ کمہار
رات دن ہے مری تقدیر کا چکر کیسا

خط میں بیتابیِ دل لکھ کے جو میں دیتا ہوں
برق بنجاتا ہے اُس وقت کبوتر کیسا

اُس سہی قد کو چمن میں جو خراماں دیکھا
شرم سے رہگیا خم ہو کے صنوبر کیسا

جا بجا خون اُگل بھری تھی جو مری رگ رگ میں
جل گیا ہاتھ میں فصاد کے نشتر کیسا

بال کھولے ہوئے آئے تو قیامت میں وہ شوخ
رنگ لاتے ہیں سری بھی دمِ محشر کیسا

فصلِ گل آئی چلے وادیِ وحشت کی طرف
اب بھلا راحت و آرام کہاں گھر کیسا

بحرِ غم میں مری کشتی کو جو ہونا تہا تباہ ٹوٹ کر رہگیا طوفان میں لنگر گیسا
گرمی شعلۂ عارض سے تری ای ساقی اُڑ چلا تہا می گلرنگ کا ساغر گیسا
تدر کہوئی یہ ترے گیسوؤن کی خوشبو نے مشک بہنگا گیا مٹی ہوا عنبر گیسا
نہیں ہم خاک نشینونکو تکلف سے غرض سو رہے نیند جہان آگئی بستر گیسا
ناز کی چال خدا کے لئے موقوف کرو تمنے دیکہا کہ بپا ہوگیا محشر گیسا
دیکہکر یار ترے آئینۂ زانو کو دل میں شرمندہ ہوا ہوگا سکندر گیسا
جی گئے ہم لب جانبخش کے بوسے جو لئے چشمۂ آب بقا ہو نہ ہو مین کوثر گیسا

۴۵	غیر کا دیکہکے منہہ تو نہیں اُٹہا تہا مین اشک آج روتے ہوے گذرا مجھے دن بہر گیسا	۱۷

پہر گلگشتِ چمن وہ جو کبہی آ نکلا ہاتہہ بھر سرو سے بڑہکر قد بالا نکلا
دل بیتاب ہے سمجہا کئے ہم مدت تک چہیڑ کر دیکہا جو پہلو کو تو پارا نکلا
میرے اِک گہر کے سوا اور بہی گہر بیٹھہ گئے منہہ سے اپنے جو شب ہجر مین نالا نکلا
خیریت ملک عدم مین بہی نہیں دوستو نصیب باغ مین داغ بدل دیکہیئے لالہ نکلا
گرد ہے مجمع اطفال پہ سنگ زنی تیرا سودائی بہی اِک طرفہ تماشا نکلا
وحشت انگیز ہین کس درجہ مغیلانکے درخت وادی نجد سے بڑہکر یہ صحرا نکلا
تنگئے وادی وحشت سے عجب اُلجہن ہے نئی دنیا کے برابر مرا صحرا نکلا
دی مجھے وادی وحشت مین جنون نے تسلی سر سے باہر ہی مرے خار کفِ پا نکلا
آمد فصل بہاری کی خبر جب آئی دشت کو شہر سے لیکر مجھے سودا نکلا
اپنی قسمت کی برائی کسی صورت نہ گئی اِک نہ اِک وصلتِ جانان مین تشکوا نکلا
رو پہ جلاد نے بدلا ہے خدا خیر کرے سر پہ دولہا کیطرح باندہکے سہرا نکلا

ایسی خوشبو نہین پائی نہ یہ پائے خم و پیچ
سنبل باغ پہ گیسو ترا طرہ نکلا

آگیا پیچ مین پگڑی کے جو گیسو اُن کا
سب نے جانا کہ ہے شمشاد مین طرہ نکلا

تابش مہر سے آنکہون مین چکاچوند ہوئی
داغ دِل سے مرے جسدن کوئی پہاہا نکلا

جاے آسایش و آرام جسے سمجہے تہے
اب جو دیکہا تو وہ مٹی کا گہروندا نکلا

عشقِ گیسو مین ہر اِس مرتبہ سودیکا وفور
خون جب نکلا مِرے جسم سے کالا نکلا

باغِ عالم مین رہا روز خزان کا دہڑکا
اشک مرنے پہ مرے دِلسے یہ کہٹکا نکلا

۲۵

۲۶

بالائے بام کل جو وہ بت بے نقاب تہا
گیندے کا پہول رنگِ رخ آفتاب تہا

جن روزون مین کم سنی تہی شروعِ شباب تہا
آشوب حسنِ یار سے عالم خراب تہا

وہ ہو کا تہا جسکو سمجہے ہوئے مین شباب تہا
دو چار دن مین گہل گیا جتنا خضاب تہا

اِک روز سرد آہ جو کہینچی تو مٹ گیا
سمجہے ہوئے تہا دلمین جسے وہ حباب تہا

پہل پا گیا رقیب نے الفت کا بار کی
تہا مین تباہ حال تو وہ بہی خراب تہا

دیکہا کیا مین جلوۂ خالِ رخ صنم
تصویر آفتاب مین اِک آفتاب تہا

پی کے شراب ناب سے اُسنے جو کی طلب
بلبل کا دست شاہد گل مین کباب تہا

اُٹہکے خط عذار پہ وارفتہ ہو گیا
ایدل کتاب حسن کا پہلا یہ باب تہا

نکلی جو روح جسم سے اپنے تو یہ کہلا
اِک آفتاب قبہ طلہ باب تہا

مثل حباب چند نفس کی نمود پر
جو تہا وہ اپنے وقت کا افراسیاب تہا

آئے سفید بال نظر آنکہ جب کہلی
جہونکا نسیم صبح کا تہا یا شباب تہا

نقشا بنکے چاہی نہ مانی نے اُسکی دو
تصویر بولنے مین وہ حاضر جواب تہا

روشنیِ چراغ تہی ساقی کی بزم مین
ہر مغبچے کے ہاتہ مین جام شراب تہا

مژگانِ چشم دید کی مانع تھی ہر طرف
دو چلمنوں کا بیچ مین اپنے حجاب تھا

اک گل کی یاد مین جو مین رویا تھا رات بھر
پانی کی جا تمام چمن مین گلاب تھا

شاہد پرست جان گئے منکر و نکیر
انکا سوال کچھہ تو مرا کچھہ جواب تھا

خالی نہ پایا اُسکے تصور سے کوئی دل
موجود ہر جگہ بتِ خانہ خراب تھا

دِل کی تڑپ کا حال نہ فرقت مین تو چھپ پا
بجلی سے بھی بڑھا ہوا کچھہ اضطراب تھا

روشن تھا عکس ابرو و عارض سے آئینہ
پیشِ نظر قران مہ و آفتاب تھا

مرنے پہ بھی نہ دل سے گیا صدمۂ فراق
بیتابیان وہی تھین وہی اِضطراب تھا

آہوں نے کیا فقط تہ و بالا تھا آسمان
مُردون کو بھی زمین کے تلے اضطراب تھا

بچ بچ گئی ہم اُس بت کافر کے ہاتھ سے
مذہب مین جسکے قتل مسلمان ثواب تھا

مدت سے قتل عام کا شہرہ تھا ہر طرف
امن و امان کا بند مہینوں سے باب تھا

سب کائنات دفتر عالم کی دیکھہ لی
اِک فرد مین تمام جہان کا حساب تھا

۴۷	اے اشک وصل یار سے محروم ہی رہے انکو جو شرم تھی تو ہمین بھی حجاب تھا	۲۵

کسکا منھہ ہے جو صنم رخ کے مقابل ہوگا
آئینہ دیکھہ کے دعوی ترا باطل ہوگا

غم سے صد چاک گلونکا جگر و دل ہوگا
رخنہ سرخی یہ نہین خون عنادل ہوگا

زیب و زینت پہ وہ سفاک جو مائل ہوگا
رقص بسمل کا تماشا سرِ محفل ہوگا

مر مٹے گا اُسی کوچے مین یہ دیوانۂ عشق
نقش پائے بت مغرور سلاسل ہوگا

جانے دیتا ہوں نشانہ کوئی خالی اُسکا
ترک جس عضو کو تاکے گا وہین دل ہوگا

قصد کر کسب ہنر کا مہِ تابان کی طرح
داغ جب دل پر اُٹھائیگا تو کامل ہوگا

دردِ سر مول لیا دیکے دل اک مہوش کو
مجھہ سے بڑھکر بھی جہان مین کوئی عاقل ہوگا

سنبل تر پہ ہوا گیسوئے لیلیٰ کا گمان
غنچۂ گل کو یہ سمجھا مین کہ محمل ہوگا

موسم گل تو ذرا اب کے برس آنے دو
عشق گیسو مری پانوون کو سلاسل ہوگا

رنج و غم کے لئے ہوجائیگی گنجایش ہی
اُسکے ہر تیر کا پیکان مجھے اک دل ہوگا

بجھ گیا سب غم دوری مین تری گھل گھلکر
قطرۂ خون جسے سمجھا ہے مرا دل ہوگا

دیکھ لیتا ہون جو سیماب کا کشتہ مین کہین
جی مین اپنے ہی کہتا ہون مرا دل ہوگا

سفر ملک عدم بھی ہے کوئی طرفہ طلسم
مرکے ہر ایک بشر داخل منزل ہوگا

بوریا تارک دنیا کے لئے کافی ہے
جن پکڑ لے گا جو اس نقش کا عامل ہوگا

غیر کب ہاتھ سے سفاک کے جانبر ہونگے
دق ہمین ہوگی تو انکو مرض سل ہوگا

زندگی بھر تری زلفون کا رہیگا سودا
سر سے یہ جن وہ اُتاریگا جو عامل ہوگا

اک یہ حسن کی فرقت مین جو مرجاؤن گا
مقبرہ اپنا حباب لب ساحل ہوگا

ناتوانی مین اگر ہوگا ہمین جوش جنون
عشق گیسو ترا پانوون کو سلاسل ہوگا

ہاتھ اُٹھا بیٹھین گے ہم مہر و محبت سے تری
شرط یہ ہے کہ جو قابو مین صنم دل ہوگا

جستجو نے تری دیوانہ بنایا ہے مجھے
گرد اٹھے تو یہ سمجھا ترا محمل ہوگا

رخ سے جلاد دم ذبح جو اُلٹے گا نقاب
ساتھ میرے ملک الموت بھی بسمل ہوگا

اک دن خاک پہ چکرا کے گرے گا گردون
میری آہون کا کہان تک متحمل ہوگا

غدر کچھ اہل توکل کو نہین دنیا مین
آپ کھلجائے گا جو عقدۂ مشکل ہوگا

گر پڑونگا جو کسی زہرہ جبین کے غم مین
وہ کنوان بھی مرے حق مین چہ بابل ہوگا

۴۸ — ناتوانی یونہین کچھ دن جو رہی اور اے شکک
بات کرنا بھی ضعف سے مشکل ہوگا — ۱۸

جھکا رہا تری چوکھٹ پہ سر زمانے کا — ۱ — ہے سنگ کعبہ کوئی تپھر آستانے کا

وہ آئے بڑھ گیا رتبہ غریب خانے کا
ہر اک چومتا ہے پتھر آستانے کا

پئے سجود ہے سر خم جو اک زمانے کا
حرم میں سنگ ہے کس بت کے آستانے کا

ہمارے گھر میں ارادہ ہے شاید آئیگا
پتا وہ پوچھ رہے ہیں غریب خانے کا

رہا سحاب کرم بن کے سر پہ رندوں کے
دھواں سمٹ کے جو اٹھا شراب خانے کا

کسی بلا میں ہو پرسان حال کوئی نہیں
لہو سفید کچھ ایسا ہوا زمانے کا

کھلیں گے عشق کے اسرار شانہ میں پیام
جو استخوان کوئی لیجائے میرے شانے کا

ہوا سے اڑتے ہیں گیسو تو کیا بگڑتا ہے
سمند ناز کو دھوکا ہے تازیانے کا

کریں گے اشک ندامت یہ سرد دوزخ کو
لگی ہوئی کوئی دل کی نہیں بجھانے کا

لگا دی فصل بہاری میں آگ گلچیں نے
کہیں پتا نہیں بلبل کے آشیانے کا

ہماری لاش بھی جو رنگ کیجیے پس قتل
جو حوصلہ بھی باقی ہو آزمانے کا

ستایا جائے جہاں تک ستائیے ہمکو
مزا ہے دیکھتے ہوئے دل کو دکھانے کا

نظر جو شاخ پر آتا ہے کوئی غنچۂ گل
گماں ہوتا ہے بلبل کے آشیانے کا

سکھایا کبک دری کو خرام ناز اُسنے
اڑایا غنچوں نے انداز مسکرانے کا

کچھ اُسنے وصل کے بارے میں گفتگو کرتے
نہ ہوتا خوف اگر آبرو کے جانے کا

نہ کس طرح سے غنیمت ہو زیست مثل حباب
کہ یہاں جا کے بھروسا نہیں پھر آئیگا

خدا نے دی ہے تمہیں یار حسن کی دولت
یہ رخ پہ خال نہیں قفل ہے خزانے کا

۴۹	ہماری قبر نہ کھدوا کے پھینک دے اب اشک کہ شوق ہے اُسے نام و نشان مٹانے کا	۲۰

دیکھتے ہی دل اسیر دام گیسو ہو گیا
ہم جبھی سمجھے کہ اب بیکار پہلو ہو گیا

جان لی آخر مری چشم سیاہ یار نے
شیر کے مانند مردم خوار آہو ہو گیا

بات کی جس سے نگڑ کر دم فنا اُسکا ہوا
معجزہ سمجھے تھے ہم جسکو وہ جادو ہو گیا

کاٹ کھاتا ہے مری تلو مین جب جاتا ہون مین
نقش پاے غیر میری حق مین بچھو ہو گیا

گیسوی پیچان کی تاثیر محبت دیکھنا
گھلتے گھلتے جسم سارا مشک کی بو ہو گیا

اِسقدر دلمین محبت سلسلہ جنبان ہوئی
رفتہ رفتہ عرش کی زنجیر گیسو ہو گیا

اِس سے کیا بڑھکر عیان ہوگا بھلا اعجاز حسن
خال کا نقطہ دیا کاغذ پہ جگنو ہو گیا

خفتگان خاک چونکے ناز سے جب وہ چلے
صور اسرافیل کیا چھاگل کا گھونگرو ہو گیا

آب و دانہ فرقتِ جانا مین ہے مجھپر حرام
حلق مین اٹکی غذا پانی سے اُچھو ہو گیا

چلدئے اغیار جب دیکھا زوالِ حسن یار
افعیِ مردہ ہر اک کے حق مین گیسو ہو گیا

اُنکے بالون کی محبت دن پہ دن بڑھتی گئی
چار ہی دن مین گلے کا ہار گیسو ہو گیا

اِسطرف دِل اُسطرف اُس ترک کا پیکان تیر
دوسرا ہی اب میرا آباد پہلو ہو گیا

جھُریان پیری کے باعث سے نہین یہ جسم مین
خوشنمائی کے لئے جامے پر اُتّو ہو گیا

ہو گئی پوری شہادت کی جو حسرت دلمین تھی
تیر سینے مین مرے آکر ترازو ہو گیا

ہے اِشارون مین یہان بیتابی دل کا بیان
دُرِّ غلطان آنکھہ سے گرتے ہی آنسو ہو گیا

حُسن کیسا جب دِکھائی کچھہ کرامت عشق نے
بچۂ زنگی ہی نظرون مین پری رو ہو گیا

وہ حسین تجکو بنایا ہے خدا نے ای صنم
خضرِ صحرا گردنی دیکھا تو لٹو ہو گیا

اے صنم کیا عطر آگین ہے ترا سارا بدن
چھو لیا جس پھول کو تونے وہ خوشبو ہو گیا

بعد مردن بھی ترقی پر رہی سیل سرشک
گنبد مدفن نظر مین سب کے ٹاپو ہو گیا

کاٹ کر اپنا **اشک** آپ ہی مر جائین گے
بر سرِ پرخاش گر ہم سے پری رو ہو گیا

حسرتین دل کی نہ نکلین وہ دیدہ تر لے چلا
نوح کا طوفان اپنے ساتھہ مر کر لے چلا

قتل کرنے کو جفا جو گھر سے باہر لیچلا
خلد سے مجھکو جہنم مین مقدر لے چلا

کوچۂ گیسوئے پیچان مین لئے جاتا ہے دل
کھینچکر ظلمات مین مجھکو سکندر لے چلا

بال کنگھی کے لپیٹے اُسنے گردن مین مری
افعیٔ مردہ گلے مین ڈال کر گھر لے چلا

لکھتے لکھتے مر گیا مین یار کا مکتوبِ شوق
داغ تازہ ساتھ نامے کے کبوتر لیچلا

کوی قاتل کی زمین میری پکڑ لیتی ہے پاؤن
جب بغل مین مارکر میرا بستر لیچلا

لاش پر ہے کیا سگان کوے جانان کا ہجوم
کھینچکر دہڑ لے گیا کوئی کوئی سر لیچلا

ٹکڑونسے آسمان مین در نمایان ہوگئے
کیا جنون ارض و سما سے مجھکو باہر لیچلا

قامتِ جانانکا مر کر بھی رہا دل مین خیال
ساتھ اپنے باغ عالم سے صنوبر لے چلا

یاد مین افعی گیسو کے ہوا بیچین دل
سانپ اُٹھا کر سامنے سے جب فسونگر لیچلا

نارسائی اپنی قسمت کی ذرا دیکھے کوئی
باز نے گھیرا اگر نامہ کبوتر لے چلا

کس مصیبت سے دیا ہے چرخ نے دو گز کفن
عالم اسباب سے کیا خاک پتھر لیچلا

دید کے قابل ہے بیرحمی ستم ایجاد کی
ذبح کرنے کو مری بے آب خنجر لیچلا

بہر گلگشتِ چمن آیا جو وہ رنگین ادا
زر لئے مٹھی مین ہر غنچہ نچھاور لیچلا

روشنی کی کنج مرقد مین اُسے حاجت نہین
دل مین جو داغ غم سبط پیمبر لے چلا

فصل گل مین لٹ رہی ہین خانقاہ و مسجدین
کوئی سجادہ کوئی واعظ کا منبر لے چلا

اس دل بیتاب کے ہاتھون نہین بچنے کی جان
آج دم دیکر مجھے جلاد کے گھر لے چلا

اکبر رحمت نے کیا محشر مین سایہ فرق پر
رکھکے سر پر مین جو نعلین پیمبرؐ لیچلا

کیون نہو شاہ و گدا کا بعد مردن ایک حال
جز کفن کیا خاک دنیا سے تونگر لیچلا

چلتے چلتے زلف عنبر بو سنگھا دی یار نے
ساتھ اپنے مجھکو دیوانہ بنا کر لیچلا

راستے مین دیکھ لین گے اشک جی بھر کے سما سے

۵۱	ساتھ ہمکو ہی اگر وہ روز محشر لے چلا	۱۶

ہجر مین غم کا پہاڑ اک تو مرے سر پر گرا — اُسپہ چار آنسو اگر رویا تو صد ہا گھر گرا
یون تو رونے سے گری دیوار یا اک در گرا — آج تو او دیدۂ تر تجھپہ سارا گھر گرا
اہل دولت کی ہوس مرنے پہ بھی جاتی نہین — غنچہ بر گل شاخ سے مٹھی مین لیکر زر گرا
مشک و عنبر کی مہک آنے لگی اُس خاک سے — جس زمین پر سایۂ گیسوے پیغمبر گرا
طور کا جلوہ دکہا دے تو ہی اہل بزم کو — آج برق حسن واعظ پر سر منبر گرا
کیا برابر عشق نے دونون طرف تاثیر کی — بام پر بیہوش وہ غش کہا کے مین باہر گرا
شاق اسدرجہ ہے اس کان ملاحت کا فراق — دُر غلطان بنگیا جو کان سے گوہر گرا
ہجر جانان مین کسی بہاتی ہے گلگشت چمن — برگ گل کو بھی مین سمجہا سر پر اک پتھر گرا
آئینہ رویونکی فرقت مین جنون زور و نپہ ہے — جی یہ کہتا ہے کہ چل کر سدّ اسکندر گرا
ہوش اُڑین طاؤس کے دیکہے جو وہ رفتار ناز — ہر جگہ کبک دری ٹھوکر مین کہا کر گرا
راہ چلنے مین ہے میرے ناتوانی سدراہ — راستے مین سو جگہ کہا کہا کے مین ٹھوکر گرا
دل نہ قابو مین رہا میرا تڑپنا دیکہکر — آپ بھی جلاد غش کہا کر مع خنجر گرا
بن گئی گوہر مین آگ کی چنگاریان نجم فلک — خرمن دہقان مین اپنی آہ کا اخگر گرا
وصل مین تکرار اک بوسہ پر اُنسے بڑھ گئی — شیشۂ دل ٹوٹ کر میرا لب کوثر گرا
دست و پا کیا پہولتے ہین میری وحشت دیکہکر — ہاتھ سے فصاد کے سو مرتبہ نشتر گرا

۵۲	جسم کی تاب و توان جاتی رہی غربت مین اشک خون دل آنکھون سے میری اشک بن بنکر گرا	۱۳

روز اک تازہ بکہیڑا تہ افلاک ہوا — قصۂ گبر و مسلمان نہ کبھی پاک ہوا
جب لیا نام کسینے وہ غضبناک ہوا — دشمن جان مرا ایسا بت بیباک ہوا

ظلم کچھ لیلی و شیرین ہی کے حصے مین تھا / جو حسین خلق مین پیدا ہوا سفاک ہوا
ذی شرف کب ہوا پیدا کوئی تجھسا محبوب / کون دنیا مین حسین صاحبِ لولاک ہوا
بعد مرنے کے بھی سودا نہ گیا مدت تک / جب بہار آئی گریبانِ کفن چاک ہوا
سبزۂ خط کی محبت مین ہوا ہون کشتہ / اسی بوٹی سے ہر اک عضوِ بدن خاک ہوا
یہ بھی رحمت ہے کہ عصیان کی کثافت کھو دی / جب جلایا گیا دوزخ مین تو مین پاک ہوا
نہ رہا بے گل و گلزار وہ دیوانہ ہون / لے گئی باد صبا جسگھڑی مین خاک ہوا
ہے یہ نیرنگیٔ حسنِ صنمِ سیم بدن / تار سونے کا ہر اک ریشۂ مسواک ہوا
مے بھی تقدیر مین میخانۂ عالم کی تھی / ابر بر آیا مین کہ خالی خمِ افلاک ہوا
دیکھے دلِ اک بتِ کافر کو مصیبت مین پڑا / اسی باعث سے خدا مجھپہ غضبناک ہوا
حال سوزِ دلِ بیتاب لکھا تھا خط مین / آگ لگ اٹھی لفافہ جو وہان چاک ہوا

جورِ صیاد سے گلچین کے ستم سے بچتا ۵۳
اشک گلشن کا نہ کیون مین خس و خاشاک ہوا ۱۸

اسمِ عزیز خداوند تعالی

رقیبون کو نہ بت پہلو مین جا دیتا تو اچھا تھا / اسے توفیق اتنی گر خدا دیتا تو اچھا تھا
موے پر جب گدا و بادشہ کا حال یکسان ہے / بجائے تخت ہمکو بوریا دیتا تو اچھا تھا
کیا ہے ناک مین دم کاوشِ مژگانِ جانان نے / ہمین سولی جو وہ نا آشنا دیتا تو اچھا تھا
محبت دلمین پیدا کر چکا تھا سبزہ رویون کی / خدا تھوڑا سا جذبِ کہربا دیتا تو اچھا تھا
کراہت ہے ازل سے مجھکو مکروہاتِ دنیا سے / عوض انسان کے پتھر بنا دیتا تو اچھا تھا
جدائی مین بتِ کافر کی ہے ہونٹون پہ جان اپنی / اگر لا تقنطوا کی وہ صدا دیتا تو اچھا تھا
لحد کو پیٹ کو لگتی ہماری بعد مرنے کے / جو مٹی ہاتھ سے وہ دلربا دیتا تو اچھا تھا
نقاحت سے کمر خم ہو گئی ہے پیر گردون کی / مین اپنی آہ کا اسکو عصا دیتا تو اچھا تھا

ترے جور و ستم سے رات دن کے جان بچ جاتی
بت مہرو کوئی سمجھا خدا دیتا تو اچھا تھا

امید وصل پر ہم زندگانی مدتوں کرتے
کبھی ہمکو نہاں وہ بے وفا دیتا تو اچھا تھا

نہیں کھاتے سگان کوئے جانان ایسی نفرت ہے
مین اپنی ہڈیان تجھکو ہما دیتا تو اچھا تھا

تعلق سے تنفر چاہیے فصل بہاری مین
یہ کپڑے آگ مین رکھکر جلا دیتا تو اچھا تھا

نہیں قابو مین دست و پا برا ہو ناتوانی کا
یہ بار غم کوئی سر پر اٹھا دیتا تو اچھا تھا

لبوں پر جان ہے اسدم تری بیمار فرقت کی
اُسے اتنا کوئی جا کر سنا دیتا تو اچھا تھا

عزیزونکو نہ مین تکلیف دونگا بعد مرنے کے
کوئی میت مری لیکر جلا دیتا تو اچھا تھا

پسکیش دیکھکر عمامہ زاہد کو کہتے ہین
ترک کچھ یہ پیر پارسا دیتا تو اچھا تھا

مے عشرت کبھی پیتے نہیں یہ دل جلے تیرے
کباب سوختہ ہے کچھ مزا دیتا تو اچھا تھا

۵۷

اُسی کوچے مین بعد از مرگ ہم اے اشک گڑ جاتے
برائے قبر وہ تھوڑی سی جا دیتا تو اچھا تھا

۱۷

عمر بھر مین وادی وحشت کے چکر مین رہا
مدتوں اُس زلف کا سودا مرے سر مین رہا

دل لگا کر ان پریزادون سے کیا حاصل ہوا
رات دن رونا فقط میرے مقدر مین رہا

اُس قد دلجو کی الفت مین بسر کی زندگی
عمر بھر مین سایۂ نخل صنوبر مین رہا

اسقدر رویا کہ پہنچی تا گلو سیل سرشک
دل یہ جلتا ہی رہا گو مین سمندر مین رہا

کچھ اذیت زلف چھونے سے نہ پہنچیگی مجھے
سانپ رسی ہے اگر دست فسونگر مین رہا

بار ہا دیکھا ہے ہمنے نیک و بد مین اتفاق
لعل کو دیکھو شرر کے ساتھ پتھر مین رہا

کیا ترا وحشی بھلا سیر و تماشا دیکھتا
تجکو دل ڈہونڈھا کیا جبتک کہ محشر مین رہا

بے گنہ کے قتل کا محشر مین کھلجائیگا حال
خون کا دہبا گواہی کو ہی خنجر مین رہا

دو رہی وہم و گمان سے گو مکان دلربا
جا ہی پہنچیگا اگر کچھ دم کبوتر مین رہا

دل کی بیتابی نہ رونے سے کسیدن کم ہوئی
ماہی بے آب کی صورت سمندر میں رہا

سچ یہ ہے مر مر کے کاٹے ہیں نے ایام فراق
ایک مدت نالہ و شیون مری گہر میں رہا

ٹہوکریں کہایا کئے ہیں سب طریق عشق میں
خضر بیچ رہ ہمیشہ فکر رہبر میں رہا

یار کا چاہ ذقن ہے چشمۂ آب حیات
وہ کنواں ہے یہ جو گم عہد سکندر میں رہا

حسن کا جلوہ تری ای یار کس شی میں نہیں
باغ عالم میں تو بو بنکر گل تر میں رہا

داغ دل سی شمع فانوسی کا تہا سبکو گمان
پیرہن جسدن ہمارے جسم لاغر میں رہا

عشق مژگان میں بسر کی ہیں نے اپنی زندگی
عمر بہر میں تو نہیں ترکوں کے لشکر میں رہا

۵۵	جور گردوں سے موے پر اشک چھکارا ہوا قبر میں گویا کہ ہیں آغوش مادر میں رہا	۱۸

دیکھے دم لے گیا دل وہ ستم آرا کیسا
باتوں باتوں میں مجھے دیگیا دہوکا کیسا

دل ہی میں ہمنے اسے ڈھونڈھ نکالا کیسا
کعبہ کہتے ہیں کسے دیر و کلیسا کیسا

مرکے جینے ہی دیا ہے اسے صدمہ کیسا
رہگیا دیکھ کے منھہ رشک مسیحا کیسا

کارگر ہو گیا مرنے کا بہانہ کیسا
رنگ میں ہی تو شب ہجر میں لایا کیسا

جاے عبرت ہو کس طرح سے مرگ انسان
دم نکلتے ہی بگڑ جاتا ہے نقشا کیسا

سیکڑوں ہیں دل بیتاب میں داغ غم ہجر
دیکھیے آگ پہ ٹہیرا ہے یہ پارا کیسا

لوگ آسیب زدہ مجھکو سمجھتے ہوں گے
اک پری کا ہے جو چمٹ لیے مجھے سایہ کیسا

کیا بگاڑا تری الفت میں کسیکا میں نے
دشمن جان ہوا ہے اپنا پرایا کیسا

آج جو شہر بسایا گیا وہ کل اجڑا
روز بنتا ہے بگڑتا ہے گہروندا کیسا

جا کے اندہونکی طرح سے جو کنوئیں میں گرا
سبزۂ چاہ ذقن نے دیا دہوکا کیسا

بے حجابانہ اسے دیکھ رہے ہیں پس مرگ
بند آنکھیں ہوئیں جب اٹھ گیا پردا کیسا

آفت تازہ کوئی ہمپہ ہے آنے والی
آج رہ رہکے دھڑکتا ہے کلیجا کیسا

ہاتہ تونے تو صفائی سے لگایا قاتل
پہر یہ گردن مین مری رہگیا تسمہ کیسا

دیکہہ لی آج مری آہ کی تونے تاثیر
اڑ اڑاکر ہی گرا گنبدِ خضرا کیسا

وحشت انگیز و جنون خیز ہے وادی اپنا
جاکے دیکہین تو کہ ہے نجد کا صحرا کیسا

حکم سے عاشق جانباز کے کٹتے ہین گلے
دور سے دیکہہ رہا ہے وہ تماشا کیسا

یون لکہی تہی مری قسمت مین شہادت ہوئی
چل گیا مجہپہ ستمگر کا تپنچہ کیسا

۱۸	جان دی مینے جب اے **اشک** سنا نام فراق میرے مرنے کا ہوا سب کو اچنبہا کیسا	۵۶

رو رو کے شوق وصلتِ جانان مین رہگیا
ناسور ہوکے دیدۂ گریان مین رہگیا

قسمت کی بہی تیرگی نہ گئی بعد مرگ بہی
بجہہ کر چراغ گورِ غریبان مین رہگیا

مرنے کے بعد بہی رہا صحرا نورد مین
ریگ روان کی طرح بیابان مین رہگیا

خنجر جو میرے حلق پہ پہیرا نہ ترک نے
صدمے سے مر کے گنجِ شہیدان مین رہگیا

کرتے ہین یاد بعد فنا ہمنشین مجہے
افسانۂ جنون مرا زندان مین رہگیا

رنگین لبون کو دیکہہ کے کیا کیا جلا ہے گل
لالہ کا پہول ہوکے گلستان مین رہگیا

عشق مژہ سے ہر دل اسیر داغ مضمحل
ضیغم شکار ہوکے نیستان مین رہگیا

اچہا ہوا جو وحشتِ دل اور بڑہ گئے
کیون جاکے اُسکی زلف پریشان مین رہگیا

فتنہ اُٹہا تہا حسن پُر آشوبِ یار سے
ہوکر فساد گبر و مسلمان مین رہگیا

دریائے غم سے پار نہ بیڑا ہوا مرا
سو بار ڈوب ڈوب کے طوفان مین رہگیا

ہجرِ صنم مین جڑ گیا اسدرجہ ضعفِ دل
آنسو نکل کے آنکہہ سے مژگان مین رہگیا

چہوڑا نہ اپنی جذب محبت نے دیکہنا
دل چہد کے اُسکی ناوکِ مژگان مین رہگیا

رسوائے خلق ہو نہ کہین وہ یہ خوف ہے
دھبا لہو کا ترک کے دامان مین رہگیا

لاشہ اُٹھا وہان سے یہ مردم مین شور تہا
زخمی جو ہو کے دل صفِ مژگان مین رہگیا

خالی رہا بتون کے تصور سے کب یہ دل
کوئی نہ کوئی خانۂ ویران مین رہگیا

تا زندگی نہ وحشتِ دل اپنی کم ہوئی
مرنے کے بعد ہاتہ گریبان مین رہگیا

مرکر بہی یہان سے نہ اُٹہونگا دیکہنا
جسم ورز جا کے کوچۂ جانان مین رہگیا

۵۷	کیا کیا خجل مین دیکہہ کے دل مین ہوا ہون اشک مضمون کوئی جو غیر کا دیوان مین رہگیا	۱۸

دکھا دیتے ہین برقع سے جو روئے لاجواب دیا
تو رہ جاتا ہے گھٹکر اپنے دل کا اضطراب دیا

دوپٹا ہٹگیا سونے مین چہرہ سے جو کچھہ اسکا
نکلکر رہگیا مشرق سے گویا آفتاب دیا

لب گل بو و چشم مست ساقی کا ہون دیوانہ
ہے اپنے شیشۂ دلمین شراب آدہی گلاب آدہا

کیا ہے امتحان ہمنے ہزارون بار فرقت مین
نہ برسا چشم گریان کے مقابل ہے سحاب آدہا

حیا سے منہہ دکہاتے تہے نہ آگے وصل تو کیسا
بہ نسبت اُن دنونکے رہگیا ہے اب حجاب آدہا

جو ململ کا دوپٹہ خواب مین ہاتہ سے کچھہ سرکا
نمایان ہو گیا ابر تنک سے ماہتاب آدہا

نکل کر رہگئی سوتے مین کچھہ آہِ شرر افشان
کہ جلکر رہگیا ہے شب کو اپنا رختِ خواب آدہا

کدہر تیغِ بسمل چہوڑکر او ترک جاتا ہے
گلا خنجر سے کٹ کر رہگیا خانہ خراب آدہا

عبث مغرور ہے اے یار تو حسن جوانی پر
مثال ماہ کامل رہگیا ہے اب شباب آدہا

مجہے تو جان دینا ہے یہانتک اب مین راضی ہون
بلا سے بانٹ لے قاتل شہادت کا ثواب آدہا

نمودِ خط ہے رخسار دنپر اگلا سا کہان جوبن
مرے نزدیک ہے زلفونکا بہی پیچ و تاب آدہا

مین جب جاتا ہون کہ ہو راحت کی صورت ذہن میں جو پر
موئے پہ تو نظر آتا ہے دل کا اضطراب آدہا

جلا ہے مجرل ہی صورت سے یاد چشم و گیسو مین
ادہر ہے نرگسی اُس سمت کو شامی کباب آدہا

نمو پستانکا ہر دو نو طرف یون اُسکے سینے پر
کہ موج آب مین جیسے نظر آئے حباب آدہا

نہوگا مجھسا کم قسمت کوئی می کش زمانے مین
ہمیشہ مجھکو ساقی نے دیا جام شراب آدہا

برابر تہا وہ سارے اہل محشر کے گناہون سے
کہلا جو دفتر عصیان مرا روز حساب آدہا

کرین حجت کہانتک یار سے وصلت کے بارے مین
وہ اکبار ہی چپ ہوگئے دیکر جواب آدہا

٥٨	زمین اے **اشک** ناہموار ہو تو کیا کرے شاعر نہین منصف ہو کوئی کیا کہے اب انقلاب آدہا	١٣

غم بڑا یہ مرتے دم قلب حزین مین رہگیا
خون کا بہلا و دہبا آستین مین رہگیا

ذبح ہونے پر بہی تہا قاتل کی فرقت کا الم
خون الفت سے لپٹ کر آستین تک رہگیا

اُسکی پیشانی پہ یہ سیندور کا ٹیکا نہین
پس کر دل شاید مرا چین جبین مین رہگیا

قابل نشو و نما کسدن ہوا نخل مراد
تخم الفت ہمنے جب بویا زمین مین رہگیا

یاد چشم مست ساقی نے رولایا بعد مرگ
جام مے لبریز دست حور عین مین رہگیا

آسمان نے بہی کئے کیا کیا حسین پیوند خاک
اک مرقع تہا کہ وہ دبکر زمین مین رہگیا

قتل ہونے کی تمنا میرے دل مین رہ گئی
کہینچ کر خنجر جو دست نازنین مین رہگیا

اب سکندر کا نشان قبر تک باقی نہین
نام بہی حرف غلط ہوکر نگین مین رہگیا

زلف و عارض کی محبت مین گنوایا نقد دل
کچھ حلب مین رہگیا کچھ ملک چین مین رہگیا

خنجر و بسمل کا نقشا پہر گیا آنکہون مین آج
لال ڈورا سا جو چشم سرمگین مین رہگیا

دیکہکر جلوہ جو غش آتا مین کچھ موسی نہتا
اوسکا نقشا کہینچ کر چشم دوربین مین رہگیا

کوئی کیا جانے بہلا تل کی سیاہی کا سبب
خال عنبر اُسکے روے آتشین مین رہگیا

اشک مرکر بہی بچا یگا غم دوری یار
داغ کیا ناسور اک قلب حزین مین رہگیا

تڑپ سے دل کی لحد مین قرار ہو نہ سکا — کسی جگہ جو نشان مزار ہو نہ سکا
اثر دکھایا موے پر بھی ناتوانی نے — زمین سے کبھی اٹھکے غبار ہو نہ سکا
ہم اپنا گلا کاٹ کر موے شب ہجر — اجل کے آنے کا بھی انتظار ہو نہ سکا
بتون کے ظلم کا محشر مین داد خواہ ہوئین — وہان کچھ اسکے سوا سے پروردگار ہو نہ سکا
لگائے تیر بھی قاصد پہ باز بھی چھوٹے — وہ تیز پر تھا کبوتر شکار ہو نہ سکا
برائیون کا کسیکی علاج کیا کرتے — جب اپنے نفس پہ اپنا ہی اختیار ہو نہ سکا
ہوا بند بھی تھی جو نالون کی میرے بعد فنا — زمین سے تنگ [illegible] رہے فنا ہو نہ سکا
جنون مین ضعف نے جانے دیا نہ صحرا کو — ہزار بار بہی آئی بہار ہو نہ سکا
اتر کے چار کے کاندھے سے لی عدم کی راہ — پیادہ ہو گئے مسافر سوار ہو نہ سکا
جگانے آئے مجھے خواب مرگ سے احباب — ہلا کے شانہ تھکے ہوشیار ہو نہ سکا
پچھوڑا ساتھ موے پر بھی تیرہ بختی نے — چراغ ماہ بھی شمع مزار ہو نہ سکا
لئے پھری مجھے وحشت تمام عالم مین — کہین مقیم غریب الدیار ہو نہ سکا
مین کم سخن تو وہ نازک مزاج حد سے سوا — سوال وصل کرون بار بار ہو نہ سکا
جنون مین بالون کی سیلی اتار کر پھینکی — گلے کا افعی مرے یہ ہار ہو نہ سکا
اثر دعا نے نہ منصورؒ کی کیا اتنا — مثال سرو کے سرسبز دار ہو نہ سکا
کھلا جو حشر مین اپنے گناہ کا دفتر — محاسبان ازل سے شمار ہو نہ سکا
کسیکے ہاتھ کے چھلونکے اتنے گل لہکائے — کہ مہر آج کوئی لالہ زار ہو نہ سکا
ہم اپنے دل مین سمجھتے تھے سہل کام جسے — وہ بے مشیت پروردگار ہو نہ سکا
خدا سے روز قیامت بیان کیا کرتے — بتون کے ظلم و ستم کا شمار ہو نہ سکا
خدا نے چاہا جسے وہ عزیز خلق ہوا — بلند مرتبہ ہر خاکسار ہو نہ سکا

بنا تہا کیا مرا دل کوئی شیشۂ ساعت — کہ دور بعد فنا بھی غبار ہو نہ سکا

٦٠	غم فراق مین رو رو کے جان دی ای اشک کچھہ اور ہم سے جب انجام کار ہو نہ سکا	١٦

محو آرایش تھی وہ خلوت کی جا تھی مین نتھا — پاس اُنکے آئینہ تھا یا حنا تھی مین نتھا

آمدِ فصلِ بہاری تھی فضا تھی مین نتھا — باغ تھا ساقی تھا اور ٹھنڈی ہوا تھی مین نتھا

ہجر مین اپنے جلا کر مار ڈالا ہے مجھے — اب کہین گے آپ تقدیرِ خدا تھی مین نتھا

پردہ محمل الٹکر دیکھہ لون جی بھر کے آج — وہ اگر بگڑے تو کہدونگا ہوا تھی مین نتھا

کس سے مانگے کسکے آگے ہاتھ پھیلائے فقیر — رزق بے منت کر لایق آسیا تھی مین نتھا

جب بہار آئی بیابان کو یہ وحشت لے گئی — لایقِ سیرِ گلستان کیا صبا تھی مین نتھا

کسنے پھانسی دیکے پھر وحشت زدونکی جان لی — آپ کہتے ہین کہ وہ زلف رسا تھی مین نتھا

رات کو تیری گلی مین آکے جو نالان ہوا — وہ کسی آفت رسیدہ کی صدا تھی مین نتھا

کب تری کوچے مین آکر شب کو مین نالان ہوا — تجھکو دھوکا ہے وہ آوازِ گدا تھی مین نتھا

جب گلہ کرتا ہون اُنکے ظلم کا کہتے ہین وہ — درپئ خونریزی عاشق ادا تھی مین نتھا

جب نہ آنیکی شکایت کی تو یہ کہنے لگے — خلف وعدہ کا سبب شرم و حیا تھی مین نتھا

عاشقو پر تیرِ خنجر پھر خونریزی کہا — ناز کہتا ہے کہ چشمِ سرمہ سا تھی مین نتھا

وادیٔ وحشت سے پھر کر کوئی قاتل کو گیا — فکر مین میری کمر دلنے قضا تھی مین نتھا

کی کو رغبت کی نظر سے آجتک دیکھا نہین — دخترِ رز ہی فقط کیا پارسا تھی مین نتھا

اب مری آنکھون مین ویرانی سے بدتر ہے جہان — جن دنون آباد یہ مہمان سرا تھی مین نتھا

٦١	بعد میرے اشک کتنون کی شہادت ہوگئی سر زمین کوے قاتل کربلا تھی مین نتھا	١٣

خط نہیں عارض گلرنگ پر آغاز ہوا
طائر حسن کا پیدا پر پرواز ہوا

آشکارا تری الفت کا صنم راز ہوا
آنکھ جب بند ہوئی خلد کا در باز ہوا

کبھی احوال دل زار بیان ہو نہ سکا
پاس آداب صنم سرمہ آواز ہوا

لب ہلے کشتہ چشمان سیہ جی اُٹھے
مبطل السحر ترے ہونٹون کا اعجاز ہوا

بخت برگشتہ سے اپنے ہمین امید نہ تھی
آج وصل اُس بت کافر کا خدا ساز ہوا

زہر سا پھیل گیا یہان رگ و پی مین اپنے
سبزہ وہان عارض گلرنگ پر آغاز ہوا

کوچۂ یار مین دو روز بھی رہنے نہ دیا
آسمان عیش مین میری خلل انداز ہوا

موم ہو جاتا ہے پتھر کا بھی دل سُننے سے
تو تو داؤدؑ سے بھی بڑھکے خوش آواز ہوا

چھوٹ کر الفت صیاد مین دی جان اپنی
مجکو خنجر کے برابر پر پرواز ہوا

مشکلین عشق کی پیچ ہر کہ بلائے جان ہین
گرہین سو پڑ گئین عقدہ جو کوئی باز ہوا

خاکساری سے ہوئی ایسی صفائے باطن
آئینہ ہو گیا دل مین جو نہان راز ہوا

مجکو پیغام اجل یار کا تھا حسن شباب
زہر پھیلا یہان سبزہ وہان آغاز ہوا

٦٢	فاتحہ کو بھی لحد پر کبھی آیا نہ وہ **اشک** مجھ سے بیزار کچھ ایسا بت طناز ہوا	٢٥

آ گئے پیری کے دن عہد جوانی ہو گیا
شب کا عالم صبح ہوتے ہی کہانی ہو گیا

گرد باد اُٹھنے لگی نایاب پانی ہو گیا
خشک دو دن مین محیط زندگانی ہو گیا

قصۂ ہجران بیان اک شب مین ہو ممکن نہین
حال اپنا الف لیلی کی کہانی ہو گیا

سنتے ہی راز و نیاز عشق کجاتے ہین غیر
قصۂ الفت مرا شمشیر خانی ہو گیا

دیکھنا قشقہ جبین پر اُس بت مغرور کی
مصحف رخسار کی گویا لغفانی ہو گیا

لکھدیئے ہمنے جو اُسمین قصہ ہائے حسن و عشق
دفتر اشعار سارا زعفرانی ہو گیا

یوسف کنعان سے ہے افزون کہین حسن مین
نقش اول سے بھی بہتر نقش ثانی ہو گیا

چلتے چلتے رک گیا قاتل کا خنجر وقت قتل
میری حسرت پر دل فولاد پانی ہو گیا

بیخلش ہیں عیش و نشاط دہر سے اہل عدم
مین گرفتار بلائے زندگانی ہو گیا

آسیا کی طرح مجھکو پیستی ہے بعد مرگ
کیا زمین کا بھی مزاج اب آسمانی ہو گیا

قاصد دلدار پر دھوکا فرشتے کا ہوا
خط مجھے اُسکا کتاب آسمانی ہو گیا

عمر بھر مجھسے نہ کی دیدار جانان کی ہوس
سرمہ آواز شور لن ترانی ہو گیا

بحر غم مین اٹھ رہی ہے آہ سوزانکی دھوئیں
اب جہاز زندگانی بھی دخانی ہو گیا

رنگ گرمی مین گھٹا ایسا نزاکت کے سبب
شبنم یہ ہر قطرہ عرق کا ارغوانی ہو گیا

ناز و انداز و ادائے یار پر مرتے تھے ہم
عشق گیسو تو بلائے ناگہانی ہو گیا

مدح حیدر مین سنے جو زمزمے اُنکے مرے
بلبل سدرہ کو عذر بے زبانی ہو گیا

مٹ گیا نام و نشان رستم و افراسیاب
چار دن عیش و نشاط و حکمرانی ہو گیا

آج غیرون کو مٹا دیتے ہیں ہم جیسے ہو
ہے مثل مشہور اونچا سر سے پانی ہو گیا

کیون نظر آئے نہ تحت و فوق کا عالم سیاہ
گنبد افلاک آہون سے دخانی ہو گیا

مل گیا پابوس کو پائے صنم سے یہ شرف
ہر ستارہ رشک نجم آسمانی ہو گیا

افسری فوج الم کی ہاتھ آئی عشق مین
دود آہ اپنا درفش کاویانی ہو گیا

خط سبز یار پر دی جان خضر نے یہ وجہ
رنگ جو پھیرا مری تربت پہ دھانی ہو گیا

یہ بھی ہے ہنسنے کی جا آیا جو وہ رنگین ادا
شرم سے سارا گلستان زعفرانی ہو گیا

پڑ گیا جو عکس اس بت کے طلائی رنگ کا
چاہ دانی کا دو چشمہ کامرانی ہو گیا

٦٤ ہو گئے پیری مین اپنے موئے سر سارے سفید
کیا خزان اے اشک گلزار جوانی ہو گیا ٢٥

داغ غم فراق بتان دل مین رگیا
جلتا ہوا چراغ یہ منزل مین رگیا

خون حسرتون کا ہوکے مری دلمین رگیا
لٹ کر یہ قافلہ اسی منزل مین رگیا

افشا ہو راز عشق حسینان محال ہے
نکلا نہ منہہ سے اپنے جو کچھہ دل مین رگیا

اسکے ہی اپنی شومی قسمت سے بچ گیا
جلاد سوچ سوچ کے کچھہ دل مین رگیا

تہے انکے حق مین دام کے پہندے بہی پہانسیان
گہٹ گہٹ کے دم گلوی عدا دل مین رگیا

ظاہر ہوا کسی پہ نہ راز و نیاز عشق
پروانہ جل کے شمع سے محفل مین رگیا

ممکن نہین ہے اسکو مسیحا سے بہی علاج
ناسور ہوکے داغ الم دل مین رگیا

پہنچے عدم کو نجد سے دیوانگان عشق
مین انتظار ناقہ و محمل مین رگیا

پابند عشق زہرہ جبینان رہا یہ دل
چہوٹا جو زلف سے چہ بابل مین رگیا

بیڑا محیط غم مین ہمارا ہوا تباہ
ٹکر جو کہائی ٹوٹ کے ساحل مین رگیا

شعبے صدائے یار مین نشتر سے کم نہین
ہاتون سے دل مین تہام کے محفل مین رگیا

اسوقت خود بخود کشش شوق کم ہوئی
پیکان تیر ٹوٹ کے جب دل مین رگیا

لکہا ہوا تہا صفحۂ دل پر جو نقش جب
تعویذ بنکے اسکی حمائل مین رگیا

گلبرگ تر سمجہہ کے ہوئین جمع بلبلین
دہبا جو میرے خونکا سلاسل مین رگیا

باہر نہ جذب شوق نے جانے دیا خدنگ
نکلا جگر کو توڑ کے تو دل مین رگیا

کیا جانین کس کا کاسۂ سر بعد مرگ کے
پہرنے کو دربدر کف سائل مین رگیا

مہمان اپنا اپنا ہر اک کو عزیز ہے
کوئی جگر مین تیر کوئی دل مین رگیا

خالی سمجہہ کے لگئے زندان سے بیڑیان
وہ راز تہا لپٹ کے سلاسل مین رگیا

وزدیدہ اوس نگہ کے اوبہرنے لگے جو زخم
کہتے ہین لوگ چور کوئی دل مین رگیا

شب سے نہین مرے دل بیتاب کا پتا
سمجہا تہا مین کہ یار کی محفل مین رگیا

پوری نہ اُسکے عکس کی تصویر کہنچ سکی
کچھہ نقش جبین مہ کا رہ ہی مین رہگیا

حسرت یہ ہے کہ ہاتھ سے تو اپنے ذبح کر
تھوڑا سا دم بھی ہے ترے بسمل مین رہگیا

بہول آیا جاکے اِک یم خوبی کے در پہ دل
لنگر مرے جہاز کا ساحل مین رہگیا

آنکھین ملین گے لوگ سمجھکر قدم رسول
قاصد کا اُنکے نقش قدم سل مین رہگیا

٦٤	ملتا نہ ملتا یار سے بوسہ تو مانگتے کو ارمان بڑا **اشک** مرے دل مین رہگیا	٢٧

ہے یقین دل کو فراق جسم و جان ہوجائیگا
ایکدن یوسف سے خالی کاروان ہوجائیگا

گل سا چہرہ زرد اِکدن جان جان ہوجائیگا
کھیت یہ لالے کا کشت زعفران ہوجائیگا

بعد مردن بھی وہی الفت رہیگی دیکھنا
جان کے ہمراہ کیا دل بھی روان ہوجائیگا

کام آئیگا محیط غم مین اپنا دودِ آہ
کشتی عمر روان کا بادبان ہوجائیگا

خانۂ دلمین جگہ غم کو نہ دی اِس خوف سے
آج جو مہمان ہے کل وہ میزبان ہوجائیگا

طور کچھہ بے طور زاہد کے نظر آتے ہین اب
یہ بھی اِک دن دیکھنا پیر مغان ہوجائیگا

باغ مین صیاد لٹکاتا ہے بلبل کا قفس
تھی کسے امید دشمن مہربان ہوجائیگا

جو صفا باطن مین پوشیدہ نہوگا افسے عشق
لاکھ ہم دلمین چھپائینگے عیان ہوجائیگا

کیون بناتے اِس گلستان مین ہم اپنا آشیان
کیا خبر تھی دشمن جان باغبان ہوجائیگا

پھنک رہے ہین دل جگر کیونکر نہ نکلی دودِ آہ
خاک جب ہوجائینگے خود کم دہوان ہوجائیگا

سوزش دل گر ترقی پر یونہین چندے رہی
آتش حل کردہ مغز استخوان ہوجائیگا

ایکدن چشم و لب شیرین پہ دینگے جان ہم
نقل بادام اپنا ہر اِک استخوان ہوجائیگا

دور سے آواز سنکر بھاگ جائیگا رقیب
نالۂ دل اُسکے گہر کا پاسبان ہوجائیگا

وصل مین گالونپہ رکھکر ہاتھ کہتا ہے وہ شوخ
راز کھلجائیگا بوسون کا نشان ہوجائیگا

ہے صفائی مین ہتھیلی انکی رشک آئینہ
دل جو مٹھی مین چھپائین گے عیان ہو جائیگا

ڈر کے اُف کرتے نہین آفت زدہ اس خوف سے
اور دو دو آہ کا اک آسمان ہو جائیگا

دیکھکر شکل و شمائل تاڑ لیتے ہین بشر
عشق کیا دلمین چھپانے سے نہان ہو جائیگا

راہ مین اتنا نہ تن تنکر چلو اے غافلو
جُھک کے پیری مین قدِ موزون کمان ہو جائیگا

کیا چھپائے سے چھپین گے حشر مین اپنے گناہ
دیکھنا ہر عضو دشمن کی زبان ہو جائیگا

دلمین گھر صیاد کے کرلین گے وہ بلبل ہین ہم
شاخ طوبیٰ پر ہمارا آشیان ہو جائیگا

دیجیئے میرے دلِ بیتاب کو اسمین نہ جا
گیسوئے مشکین الجھکر گتھیان ہو جائیگا

گر پڑا جسدن زنخدان مین دلِ داغی مرا
چاہِ نخشب کی طرح روشن کنوان ہو جائیگا

گیسوئے پیچان کسیدن رنگ لائیگا ضرور
یا بنے طوقِ گلو یا بیڑیان ہو جائیگا

ملکِ ہستی سے عدم کو جائین کیا آفت نصیب
درپی ایذا وہان بھی آسمان ہو جائیگا

موسمِ گل تک اگر زندہ رہے تو دیکھنا
دامن صحرائے وحشت دھجیان ہو جائیگا

کوئی تولے گر ملا کر سارے عالم کے گناہ
میرے ہی اعمال کا پلہ گران ہو جائیگا

٦٥	آبرو رہجائے کسکو جان کی پروا ہے اشک عید ہو گی مجکو جسدن امتحان ہو جائیگا	٣٠

باعثِ بربادیِ دل پھر مرے جان کون تھا
آپ ہی کہئیے یہ گھر کسکا تھا مہمان کون تھا

راتدن گریان سرِ گورِ غریبان کون تھا
اپنے غمخوار و ہمنشین اب جز یاس و حرمان کون تھا

عشق مین میری طرح مانندِ زلفِ مہوشان
ایک مدت خانہ بردوش و پریشان کون تھا

وحشتِ دل نے دکھائی عالمِ امکان کی سیر
مین نہین جسمین پھرا ایسا بیابان کون تھا

کب دلِ پر داغ صاحب سے کیا مینے عزیز
خیر ہے کچھ باغ سیرِ گلستان کون تھا

زیرِ خنجر کسکی گردن تھی چلی تھے کسپہ تیر
جز مرے وارفتۂ ابرو و مژگان کون تھا

حسن کی دولت سے ہے عالم ترے زیرِ نگین
بعد اُنکے صاحبِ مُہرِ سلیمان کون تہا

عہدِ طفلی مین سوا میری تمہارا کوئی رقیب
یاد ہے تمکو کہ گلچینِ گلستان کون تہا

عاشقونکے دم سے تہی سب گرم بازاری عشق
باعثِ جلوہ نمائی حسینان کون تہا

کردیا بے چین اُنکو آہ وزاری نے مری
صبح کو کہتے ہین مجہسے شب کو گریان کون تہا

سبزۂ خط سے دلِ مجروح کو الفت رہی
جسنے خالی کردیا سارا نمکدان کون تہا

جل رہا تہا داغِ حسرت سے سراپا بزم مین
آپ سمجہے تہے جسے سروِ چراغان کون تہا

حسن روز افزون سے پرآشوب تہا سارا جہان
کافرِ عشقِ صنم تہے سب مسلمان کون تہا

بحرِ غم مین ڈوب کر سو بار کشتی رہ گئی
اپنے بیڑے کا سوا تیرے نگہبان کون تہا

رہبرون سے نقدِ جان و دل بچا کر لیگئے
ورنہ غربت مین مسافر کا نگہبان کون تہا

منہہ پر آنچل ڈال کر بیٹہے تہے بزمِ غیر مین
جلوہ گر مثلِ چراغِ زیرِ دامان کون تہا

خاک اُڑانے سے جنون مین پردہ پوشی ہو گئی
گرد آلودہ رہا سب جسم عریان کون تہا

ہین تجاہل کے یہ معنی دیکہکر میت مری
پوچہتے ہین سب سے یہ قیدیِ زندان کون تہا

قتل سے عاشق کے ہے انکار او ناوک فگن
خون بہری تیرونکی دہوئی جسنے پیکان کون تہا

پہرنے سر سے وُہی جور و ستم ہونے لگے
قتلِ عاشق سے ابہی ظالم پشیمان کون تہا

فرقتِ جانان مین اپنی زندگی سے تہی تنگ
ملتجی اے خضر بہر آبِ حیوان کون تہا

جان دی فرہاد نے کیون قیس دیوانہ ہوا
کس سے پوچہین ہم کہ دانا اور نادان کون تہا

حکم پہانسی کا ہوا ہے ایک قیدی کے لئے
جز ہمارے وہان اسیرِ زلفِ پیچان کون تہا

رنگ لائیگی کسیدن دیکہنا دل کی لگی
چاکِ یوسف کا کیا جسنے گریبان کون تہا

طالبِ دیدار کی آنکہین نکلواتے تہے روز
کیا کہین اب درپئے صیدِ غزالان کون تہا

دو سے صحرا مین دیکہا جسنے دیوانہ ہوا
کی نہ تاثیر اپنی وحشت نے وہ حیوان کون تہا

دلمین کس محبوب ہرجائیکا آیا تھا خیال
فرقت جانامین طفل اشک کی تھین شوخیان
الفت مژگان مین کس نےجان دی میریطرح

صبح سے گھر مین مری یارب خرامان کون تھا
مین ہی کہتا ہون تہ دامان مژگان کون تھا
یون تو سب کہنے کو تھے شیر نیستان کون تھا

٦٦

شعر گوئی ترک کرنیکا نیا حیلہ ہے اشک
کس کرآگے پھوڑتے سر ہم سخندان کون تھا

۴۵

کبھی اس شوخ پریوش کا گذر ہوتا گیا
دل غمدیدہ مین شادیکا گذر ہوتا گیا
ڈوب کر دل ہی مین ہر مرتبہ رہجاتا ہے
بے نیازی سے تری چھوٹ گیا جی سبکا
سیر یہ لیجاتے نہ ہم رکھکے مثال قارون
جنس اعلی کو کوئی دیتا ہے ادنی کے مثال
اپنی آہون نے کسیدن نہ دکھائی تاثیر
دیکھکر سبزۂ رخسار صنم جیتے ہین
جو حسین ہے اُسے اللہ ہی رکھتا ہے عزیز
منزل گور تک آیا نہ کوئی پہنچانے
اشک بہتے ہین کہ پانی کے ہین سوتین جاری
پھیر دی اُسنے جو گردن پہ چھری خوب ہوا
سخت جانون سے تجھے ترک پڑا تھا پالا
صدمۂ درد جدائی سے لبون پر دم ہے
نکتہ بینو نکو نہ اسیر ہی دکھائی دیتی

مین بناتا جو کہین گھر تو وہ گھر ہوتا گیا
لٹ کے اکبار پھر آباد یہ گھر ہوتا گیا
پار سینے سے ترا تیر نظر ہوتا گیا
تیرا شیدا کوئی دنیا مین بشر ہوتا گیا
جمع کر لیتے اگر رانگ کے زر ہوتا گیا
تیری دانتون کے مقابل مین گہر ہوتا گیا
دل حسینونکا تو پتھر ہے اثر ہوتا گیا
زہر جسکی ہو دوا اُسکو ضرر ہوتا گیا
رہتا قرآن مین نہ طاؤس کا پر ہوتا گیا
پھر دوبارہ مرا دنیا سے سفر ہوتا گیا
بند رکھتا جو مین یہ دیدۂ تر ہوتا گیا
آخر کار یہ سودا زدہ سر ہوتا گیا
ملک الموت کا مقتل مین گذر ہوتا گیا
حال اب اس سے سوا نوع دگر ہوتا گیا
عقدہ بنجاتی جو بل کھاکے کمر ہوتا گیا

رخ روشن سے ہٹا دیتا جو اے یار نقاب
کوچہ یار سے اُٹھوا دیا مجھ وحشی کو
ان حسینوں کے ہیں دل شور زمین سے بدتر
ہاتھ خالی ہی چلے ملک عدم کے سفری
امتحان ہو جو کسی روز تو احوال کُھلے
شام سے دم پہ بنی تھی جو نہ آتا وہ صنم
لاکھ بار آتی اگر گلشن عالم میں بہار
رات بھر جلتا ہے جیسے کسی مفلس کا چراغ
گور جانان میں لحد دیکھ کے میں کہتا ہوں

زاہدو نکا نہ ترے پانو پہ سر ہوتا گیا
گرد و ن سے مری دیوار میں در ہوتا گیا
تخم الفت کہیں بوتے تو شجر ہوتا گیا
جمع دو روز میں سامان سفر ہوتا گیا
غیر بھی میری طرح سینہ سپر ہوتا گیا
نہیں معلوم کہ ہنگام سحر ہوتا گیا
نخل امید میں عاشق کے ثمر ہوتا گیا
کبھی ٹھنڈا یہ مرا داغ جگر ہوتا گیا
خلد میں اس سے بھی بہتر کوئی گھر ہوتا گیا

۶۷	فائدہ کچھ نہیں دنیا میں جو یہ قسمت میں ہے **اشک** ہوتے بھی جو ہم اہل ہنر ہوتا گیا	۳۰

کسکا دنیا میں دلا تا بعدم ساتھ رہا
برسوں اک حال پڑا ایسا کوئی کم ساتھ رہا
ان بلاؤں سے کسیطرح نہ پیچھا چھوٹا
میری رزاق نے بھوکا نہ کسی جا رکھا
عمر بھر تجکو نکالونگا نہ اے حسرت دل
آفتیں ساری زمانے کی میں بھجا ؤنگا
مٹ گئے سیکڑوں دنیا میں حبابوں کی طرح
یاد آیا نہ کبھی زلف کے سودے میں مجھے
گھر میں قارونکا خزانہ ہو تو بے مصرف ہے

گور تک مضمون کا جادو چشم ساتھ رہا
گھر میں شادی نہ کسیدن ہوئی غم ساتھ رہا
جان دینے پہ بھی فرقت کا الم ساتھ رہا
روز نعمت سے بھرا خوان کرم ساتھ رہا
اب مرا اور ترا تا بعدم ساتھ رہا
خوف کیا جبکہ ترا لطف و کرم ساتھ رہا
میں بھی اُن ہم نفسوں کے کوئی دم ساتھ رہا
مدتوں افعی کا پیچا ہوا سم ساتھ رہا
دیدیا جسکو وہ دینار و درم ساتھ رہا

شوق اس درجہ تھا پامال مجھے ہونے کا
کہ ہمیشہ صفتِ نقشِ قدم ساتھ رہا

جو کمایا تھا یہین چھوڑ گئے بعد فنا
مالِ دنیا سے بہت اور نہ کم ساتھ رہا

بحر مواج نظر آئیگا سارا عالم
اور کچھہ روز اگر دیدۂ نم ساتھ رہا

داغ کہتا کے جو اک حور بہشتی پہ موئے
اپنے دوزخ مین بھی گلزارِ ارم ساتھ رہا

مرکے بھی اُسکا تصور نہ گیا دل سے مرے
کس بُرے وقت مین اپنے وہ صنم ساتھ رہا

عشق مین ہم حق و باطل کو جدا کر نہ سکے
دھیان اک بت کا دمِ طوف حرم ساتھ رہا

آہین کرنا نہ چھٹا وحشتِ جنون مین اپنا
لشکرِ غم کی نمایش کو علم ساتھ رہا

محفلِ غیر مین بھی تھا مجھہ زار کو کون
سایہ سان مین بھی تری سر کی قسم ساتھ رہا

میری قسمت مین تھا رنج کے کچھہ اور نہ تھا
شادی و غم کا زمانے مین بہم ساتھ رہا

وحشتِ دل نے جو کعبے سے نکالا ہمکو
دور تک غولِ غزالانِ حرم ساتھ رہا

۱۳	فرصت اک دم نہ ملی اشک جو ہمین رونے سے جب تک آنکھین رہین آنکھون کے ورم ساتھ رہا	۶۸

دستِ وحشت مرا ہر حال مین چالاک رہا
بعدِ مردن بھی گریبانِ کفن چاک رہا

ہجر مین اک بتِ مہوش کے غمناک رہا
چین سے دیر و خرابات مین مین خاک رہا

حال رونے کا لکھا تھا کبھی جس کاغذ پر
مدتون آگ دکھانے پہ بھی نمناک رہا

کون کہتا ہے نہین پھولتی پھلتے ظالم
گو ستارون سے بھری آتشکِ افلاک رہا

رہا مین قیدِ تعلق سے ہمیشہ آزاد
دامنِ آلایشِ دنیا سے مرا پاک رہا

مدتون معبدِ عشاق رہا ہے وہ مکان
ایک شب جاکے جہان وہ بتِ بیباک رہا

فیض پاتا ہمین دنیا مین بخیلون سے کوئی
مے سے خالی ہی ہمیشہ خمِ افلاک رہا

غمکدہ سمجھے اُسے سارے محلے والے
گھر مین شادی کے اگر جاکے مین غمناک رہا

رہنما اُنکا ہوں جو ہیں رہ گم کردۂ عشق
شمع ساں سر پہ مری شعلۂ ادراک رہا

نہ تو زندوں میں نہ مردوں میں شمار اپنا ہے
باغ عالم میں مثالِ خس و خاشاک رہا

عشق خالِ و خطِ جاناں میں گئی جان اپنی
زہر کے ساتھ مجھے نشۂ تریاک رہا

چین اِس دہر خرابات میں ہمکو نہ ملا
مفسدہ روز نیا اِک تہہِ افلاک رہا

۶۹

گردشیں دیکھ کیا چرخ نے برباد اے **اشک**
میری مٹی کا سلامت نہ کوئی چاک رہا

۲۹

مدت ہوئی دل آتشِ حسرت سے جلگیا
سینے میں کچھ دھواں سا بھرا تھا نکل گیا

جوبن زوالِ حسن کے ہوتے ہی ڈھل گیا
کس بل سب ابروؤں کا تمہاری نکل گیا

آنسو کوئی جو دیدۂ تر سے نکل گیا
پُر آب چاہ ہو گئے دریا اُبل گیا

انسان تو کیا ہے دیو فلک بھی دہل گیا
نالہ جو اضطراب میں منہہ سے نکل گیا

تا زندگی جنوں کا نہ سر سے خلل گیا
آئی جہاں بہار میں گھر سے نکل گیا

چنگاریوں کا ہوتا ہے دہوکا نجوم پر
سینہ فلک کا آہِ یتیماں سے جل گیا

پانوؤں کے بدلے پڑ گئے تالو میں آبلے
میں کوئے عشق میں جو گیا سر کے بل گیا

جا بیٹھا ایک روز جو واعظ کی بزم میں
حاصل کچھ اور تو نہ ہوا جی بہل گیا

اِس درجہ غم سے گھل کے ہوا زار و ناتواں
سایہ کسیکا پڑ گیا تو دم نکل گیا

پیری میں کم ہوئے نہ جوانی کے ولولے
جسدن کسیکو دیکھ لیا دم نکل گیا

مجھ سا بھی شور بخت نہ ہوگا کہ بعدِ مرگ
مرقد پہ جو درخت لگایا وہ جل گیا

کردے کوئی خبر مرے مرنے کی غیر کو
اب گھر میں سوئے چین سے کانٹا نکل گیا

میت کو میری دیکھ کے کہتا ہے وہ مسیح
سمجھے تھے ہم مریضِ محبت سنبھل گیا

مرنے کے بعد جسمِ مثالی ملا ہمیں
اتنا تو انقلاب ہوا گھر بدل گیا

کچھہ کارگر ہوا نہ کسیکا فسونِ عشق
وارفتگانِ زلف کو اژدر نگل گیا

اللہ ری سوزشِ غمِ فرقت کہ وقتِ ذبح
گرمی سے میرے خون کی خنجر پگھل گیا

بے چین ہو گیا مین شہادت کے شوق مین
خنجر کبھی جو اُنکی کمر سے اوگل گیا

بارِ غمِ فراق نہ مجھہ زار سے اُٹھا
جب یہ پہاڑ آکے گرا مین کچل گیا

جانبر کوئی ہوا نہ محبت مین یار کی
پروانہ شمع پر جو گرا آکے جل گیا

دِل موم کر دیا مرا گرمی نے عشق کی
دو چار دن مین کچھہ نہ رہا سب پگھل گیا

کہتا ہے دیکھکر مری آہِ شرر فشان
کیا جانے کس غریب کا گھر آج جل گیا

تقدیر سے ملا ہمین معشوقِ شعلہ رو
گالون کو چھو لیا جو کبھی ہاتھ جل گیا

صیاد بلبلون کے جلانے کے واسطے
کچی کلی گلاب کی ہاتون سے مل گیا

پچتا رہا ہون دِل مین پہنکر لباسِ نو
کپڑے پھٹے بدلنے سے مین خود بدل گیا

گھونٹا گلے کو اک بتِ ترسا کی یاد نے
پھانسی سی پڑ گئی جو فرنگی مچل گیا

لوٹا ہوا ہے نرگسی آنکھون پہ طفلِ دِل
دیکھے جو پتلیون کے تماشے مچل گیا

بعد از فنا بھی حسرتِ دیدارِ یار مین
سو بار مین تڑپ کے لحد سے نکل گیا

ملکِ عدم کے دید کا اللہ رے اشتیاق
مین قافلے کو چھوڑ کے آگے نکل گیا

٧٠	دیدار یار کا تو میسّر ہوا نہ اشک اُس کا خرام ناز مرا دِل مسل گیا	٣٠

جب قصد وصفِ زلفِ شکن در شکن ہوا
بل کھا کے خامہ شاخِ غزالِ ختن ہوا

دیوانگی مین بھی نہ مین عریان بدن ہوا
گرد و غبارِ دشتِ جنون پیرہن ہوا

ایسا سفید دیکھہ کے اُسکو حسین ہوا
جو سرخ پھول تھا وہ گلِ یاسمن ہوا

بالون مین کسنے عارضِ روشن چھپا لیا
ہندو پکارتے ہین کہ سورج گہن ہوا

حلقہ گلے مین پڑگیا جس وقت چھو لیا
گیسو تمہارا پہانسی گرونکی رسن ہوا

کیا دِل جلون کو بحرِ حوادث سی خوف ہو
ہر شمع کو جہاز دخانی لگن ہوا

قاتل نے اوچھے زخم لگا کر کیا شہید
گلبرگِ تر کا ہمکو میسر کفن ہوا

باعث ملال کا ہوئی کم ہاتگی مِری
راضی نہ مجکو لوٹ کے بہی راہزن ہوا

قسمت نے لا کے دامِ بلا مین پہنسا دیا
دیوانہ ہاتہ دیکہہ کے خود برہمن ہوا

اِس ورجہ کہائی یار کے جہلونکے تن پہ گل
تیار فصلِ گل مین نیا اِک چمن ہوا

پامال ناز ہوئے ہین عشاق راہ مین
یہ کب نصیب کبکِ دری کو چلن ہوا

تقدیر نے کہا کہ یہی جوئے شیر ہے
جاری جو رخنہ خونِ سرِ کوہکن ہوا

منظور تہا فلک کو کہ عریان ہی دفن ہون
گرد و غبارِ راہ ہمارا کفن ہوا

دو دِن بہی آشیانہ بنا کر نہ مین رہا
برباد آندہیون کی بدولت چمن ہوا

قسمت سے سلطنت کے عوض ہو گیا جنون
سر پر ہمارے زلف جو سایہ فگن ہوا

بیگانہ ہو گیا مین زمانے سے عشق مین
دیکہا جہان مجہے سگِ جانان ہرن ہوا

منہہ پہیر پہیر کر جو ادا سے وہ بت ہنسا
دانتونکا عکس بازوئے پُرنور تن ہوا

بہاگین نہ مجکو دیکہہ کے کس طرح جانور
دیوانہ میری سائے سے صدہا ہرن ہوا

ہین آمد بہار کی گلشن مین شادیان
ہر گل لباس سرخ پہنکر دُولہن ہوا

آباد بہٹیان ہوئین ویران مسجدین
کیا موسمِ بہار یہ توبہ شکن ہوا

ہم وحشیونکا مسکن و ماوا نہ پوچھیے
گر شہر چہٹ گیا تو بیابان وطن ہوا

وہ ناتوان ہین نقطہ پرکار کیطرح
جا بیٹھے جس جگہ وہی اپنا وطن ہوا

زلفونکی بو سونگہا گیا غش مین وہ نازنین
عقدہ جو دل کا نافہ مشکِ ختن ہوا

آنکہین سفید ہوگئین رو رو کر ہجر مین
نرگس کا تہا جو پہول گلِ یاسمن ہوا

بلبل کی آہ نے اثر اپنا دکھا دیا
گلچین تباہ ہو گیا ویران چمن ہوا

دھوکا نہ کھائے سبزۂ خط دیکھکر کوئی
خس پوش اب تو یار کا چاہ ذقن ہوا

کیا آسمان کا ہمنے کیا تھا جو بعد مرگ
دو گز زمین ملی نہ میسر کفن ہوا

کوہ غم فراق اُٹھاتا تو جانتے
کاٹا پہاڑ کوہکن جو کوہکن ہوا

ازبسکہ فراق کا مری آہوں میں ہے اثر
شاید اسی سے چرخ کا نیلا بدن ہوا

۱۷ — ۲۰

وحشت کا سلسلہ نہ گیا اشک مر گئے بھی
تازہ بہار آتے ہی داغ کہن ہوا

مرقع کھینچتے ہیں انکی آنکھوں کے اشاروں کا
طبیعت نے سکھایا ہے ہنر جادو نگاروں کا

موئے پر بھی تڑپنا ہے وہی فرقت کے ماروں کا
ستم ایجاد یہ خالی نہیں ہلنا مزاروں کا

ہوئی ہے قلب ماہیت یہ چوٹی میں لپٹنے سے
کہ نافہ بنگیا ہر پھول انکے باسی ہاروں کا

موئے پر غم زدونکو آسمان برباد کرتا ہے
غبار اُڑ کر چلا جاتا ہے صحرا کو مزاروں کا

ہزاروں ڈوب کر جو مر گئے بحر محبت میں
حباب اُٹھ اُٹھ کے دیتے ہیں پتا انکے مزاروں کا

یقیں ہے آسمانکو چار چاند اُس وقت لگ جاتے
جو پاتا عقد پروین نور تیری گوشواروں کا

نہ ٹھیرائی کبھی سکھیاں مجھے سودائی کی ضد سے
نہیں منظور انہیں کاندھا یہ لیتا ہی کہاروں کا

زوال حسن ہے افسوس کنگھی کر رہی ہیں وہ
گمان ٹوٹے ہوئی بالوں پہ ہر چاند ہی کے تاروں کا

ابھی تک تنکے چنتے پھرتے ہیں زلفوں کے سودائی
کوئی بھی پوچھنے والا نہیں آفت کے ماروں کا

ہنسیں گل پیرہن کیونکر نہ اپنے اشک رنگیں پر
چمن کو تازہ کر دیتا ہے پانی آبشاروں کا

چلی جاتی ہیں کی روحیں چھوڑ کر اجسام خاکی کو
پیادے ساتھ دے سکتے نہیں ہرگز سواروں کا

گرے ریزے زمیں پر دل بت رنگیں ادا کیا کیا
فلک نے خاک میں جو بن ملایا گلعذاروں کا

مری حیرت میں آئی ہے یہ وحشت عہد طفلی سے
پلایا شیر مجکو میری دایہ نے چکاروں کا

نہانے میں پڑا جو عکس اُنکی چشم و ابرو کا
نظر آتا ہے دریا میں مرقع چاند تاروں کا

بہار حسن ہے نام خدا جوبن پر آئے ہیں
لہو کی بوند ہے رنگ آجکل اُنکے عذاروں کا

شرر جھڑتے ہیں آہ و ہنسی ہماری دیکھیے کیا ہو
سنا ہے ٹوٹنا منحوس ہوتا ہے ستاروں کا

کچھ اُلٹا دور انکے بزم میں ساقی کے چلتا ہے
ستارہ آجکل گردش میں ہے ہم بادہ خواروں کا

ہوا ہے قرب حاصل عشق میں برباد ہونے سے
غبار اُڑ اُڑ کے پہنچا عرش پر ہم خاکساروں کا

محبت میں ہزاروں دشمن جاں ہو گئے پیدا
گلستاں جہاں جنگل نظر آتا ہے خاروں کا

کیا ہے قتل تو صورت ذرا اپنی دکھاتا جا
بحل ہو جائیگا خون رونمائی میں ہزاروں کا

٧٢ — نہ پوچھی بات بھی اگر کسی نے بعد مرنے کے
بھروسا تھا ہمیں اے اشک کیا کیا اپنے یاروں کا — ٣٢

شرم نے رنگ قیامت کا بدلنے نہ دیا
دو قدم ناز سے اُس شوخ کو چلنے نہ دیا

شعلہ رخ سے کبھی منہہ ہمیں ملنے نہ دیا
شمع پر آب نے پروانے کو جلنے نہ دیا

شمع کو قبر پہ ناشاد کی جلنے نہ دیا
یہ بھی ارمان مقدر نے نکلنے نہ دیا

لیگئے دوش پر احباب جنازہ پس مرگ
پاس آداب سے پیدل مجھے چلنے نہ دیا

موسم گل میں بھی زنداں سے رہائی نہوئی
پانوں پکڑے رہی زنجیر نکلنے نہ دیا

شادی وصل نہ قسمت نے دکھائی افسوس
بیل منڈھے نہ چڑھی پھولنے پھلنے نہ دیا

مژہ یار کا اِس مرتبہ دیوانہ ہوں
ٹوٹ کر رہگیا نشتر تو نکلنے نہ دیا

رو کے ٹھنڈا کیا دل سوز غم فرقت میں
میں بھی چوکا کہ اسے خوب سا جلنے نہ دیا

کچھ تو چاہت کی سزا چاہیئے تھی اے مہ حسن
دل بتاسے کی طرح غم سے پگھلنے نہ دیا

لاش اُٹھانے کی در یار سے تاکید ہوئی
دم بھی قاتل نے مرے تن سے نکلنے نہ دیا

مدتوں ایڑیاں رگڑا کئے پاپڑ بیلے
کبھی بیماری فرقت نے سنبھلنے نہ دیا

عمر بھر قید میں زندان مصیبت کے رہے ہم
پانون زنجیر سے وحشت نے نکلنے نہ دیا

کبھی بھولے سے جو گھبرا کے ادھر جا نکلے
دل گلستان کی ادا اسی نے بہلنے نہ دیا

جب کوئی چال چلے عشق مین منھہ کی کہائے
رنگ پانسے کا مقدر نے بدلنے نہ دیا

ایک جا صورت تصویر رہے ضعف سے ہم
گھر سے باہر ہی مقدر نے نکلنے نہ دیا

باغ مین ناز و ادا سے وہ خرامان جو ہوئے
کبک و طاؤس کو جڑ کر کبھی چلنے نہ دیا

منھہ دکھا کر مجھے کیون ڈال لی ظالم نے نقاب
آتش رشک سے دشمن کو بھی جلنے نہ دیا

زہر کھانیکا ارادہ تو کیا ہے دل مین
روز فرقت ہمین دھوکا جو اجل نے نہ دیا

گالیان ہمکو جو دین رشک سے مانع ہوئے غیر
اور تھوڑا سا انھین زہر اگلنے نہ دیا

عمر بھر کاوش مژگان سے رہے ہم بیچین
دل سے اس پھانس کو ظالم نے نکلنے نہ دیا

نیم بسمل مجھے کیون چھوڑ دیا او قاتل
اور خنجر کو ذرا حلق پہ چلنے نہ دیا

سرمگین چشم دکھا کر ہمین مارا ہوتا
یہ تو چلتا ہوا جادو تھا جو چلنے نہ دیا

اسکی رحمت نے جہنم سے بچایا ہمکو
خلد کے در پہ کھڑا کر دیا چلنے نہ دیا

آسمان بھی ہے کوئی گنبد گردان طلسم
اس مین جو آ گیا پھر اسکو نکلنے نہ دیا

چاہیئے تھوڑی قناعت بھی فقیری کیلیئے
اپنی گدڑی کو دوشالے سے بدلنے نہ دیا

عشق گیسو بھی دل زار کو جنجال ہوا
ایسی کچھ گتھیان ڈالین کہ نکلنے نہ دیا

مہندی ملنے کو انھین کسلیئے مانع ہوئے غیر
دونون ہاتھونسے مرے دلکو مسلنے نہ دیا

طفل دل کو مرے بہلا ہی لیا ظالم نے
افعیٔ زلف کی دہشت نے مچلنے نہ دیا

ہجر کا روز بھی کیا روز قیامت ٹھیرا
آفتاب آ گیا جب سر پہ تو ڈھلنے نہ دیا

مر گئے ہم شب فرقت نہ گذرنے پائی
بے لیئے جان اجل کو کہین ٹلنے نہ دیا

جان دی غم سے مگر آہ نہ فرہاد نے کی
موم کی طرح پہاڑونکو پگھلنے نہ دیا

۷۳	خاک پر سو رہے جا جا کے وہی لوگ ائے اشک عطر مٹی کا ہی جنکو کبھی ملنے نہ دیا	۱۹

آپ سے باہر ہوے عالم مین رسوا کر دیا
چشم افسون ساز نے کیا جانیے کیا کر دیا

راز عشق قامت دلدار افشا کر دیا
ای دل بیتاب تو نے حشر برپا کر دیا

جلوہ روے صنم کی یاد مین آہین جو کین
سنگ مرمر کو لحد کے سنگ موسیٰ کر دیا

مجہہ شہید ناز کو احباب جب دفنا چکے
ابر رحمت نے لحد پر آکے سایہ کر دیا

بدگمانی سے نہ اُلٹی رخ سے جا سے نقاب
میری لاشے کی طرف لوگون نے پردا کر دیا

ان بتونکو خانہ دل مین نہ دینا تہا جگہہ
ہمنے کعبے کو محبت مین کلیسا کر دیا

ہجر مین ہم پر گذرتے کسطرح سے ماہ و سال
ایک دو دنکی جدائی نے تو مردہ کر دیا

سر پر آرے ہی اگر چل جائین تو پروا نہین
سختیون نے ہجر کی پتہر کلیجا کر دیا

ہو گئی مشہور عالم مین دوا ہی درد عشق
ہمنے ایجان جہان تمکو مسیحا کر دیا

کسطرح بہلائین دل کنج لحد مین ای اجل
کیا چہڑا کر تونے یارون سے اکیلا کر دیا

میری چہرے مین کہانسے آگئی گرد ملال
چار دن ہین جامہ ہستی کو میلا کر دیا

کوئی انسان اسکی قدر کیا بیان کیا کرسکے
ایک قطرہ کو اگر چاہا تو دریا کر دیا

دیکہنا اکدن اُگلنا ہوگا تجکو ای زمین
گور کے منہہ کا اجل نے تو نوالا کر دیا

عارض گلرنگ کی خط سے ہوئی دو لی ہوا
دونون رخسارہ نے گویا سبز مینا کر دیا

کیا زمین کو عداوت مجہہ سے ہی مانند چرخ
استخوان کو پیسکر ظالم نے سرما کر دیا

نے نواز بکا ہوا شوق اُس برہمن زاد کو
حسن روز افزون نے آخر کو کنہیا کر دیا

دام گیسو سے صدا نالون کی اب آتی نہین
لیکے دل مجہسے مرا کیا جانیے کیا کر دیا

دی مری اشک ندامت کو خدا نے آبرو
یہ بڑہا یا ایک قطرے کو کہ دریا کر دیا

۷۴	حال دزدان کفن سن سنکر خوف آتا ہے اشک جو مسافر مل گیا رستے مین ننگا کر دیا	۱۱

ہمارا دل تری چوٹی کے ہار مین نکلا	نیا شگوفہ یہ فصل بہار مین نکلا
حسین نہ ایک بھی تجھسا ہزار مین نکلا	عجب گل چمن روزگار مین نکلا
کچھ اور تو نہ ہماری مزار مین نکلا	اٹھا ہوا دل غمگین غبار مین نکلا
کیا لحاظ نہ صیاد کا وہ بلبل ہون	قفس کو توڑ کے فصل بہار مین نکلا
خدا برا کرے اس اپنی سخت جانی کا	نہ دم بدن سے شب انتظار مین نکلا
بہت دنون سے تمنا یہ خلد تھی ہمکو	ہزار شکر کہ دم کوے یار مین نکلا
فلک نے ہین کے کچھ مضمحل کیا تہا ہمین	جو دم رگون مین تہا باقی فشار مین نکلا
پہنچگئے گور کی منزل مین ہم یہ حال کہلا	یہ راستہ ہے عدم کے دیار مین نکلا
رہا خراب مین فرہاد و قیس کی خاطر	یہ دشت مین وہ کوہسار مین نکلا
تلاش اسنے جو کی دل کی بعد مدت کے	ملا وہ لاہوا کوٹے کے ہار مین نکلا

۷۵	جو دل سے آہ بھی جل کر سینے کی اے اشک تو ایک لخت جگر بھی شرار مین نکلا	۲۲

مشتاق ہوتا ہے انہین چھوڑ کے جانا دل کا	ہے یہی خلوت کدہ ایسا ہی سہانا دل کا
سیکھ لے اپنے کوئی دام مین لانا دل کا	خوب آتا ہے حسینون کو لبھانا دل کا
بہگیا فرقت جانان مین جگر خون ہوکر	رہگیا تہا یہی اک دوست پرانا دل کا
خالی جاتا ہی نہین اس ستم ایجاد کا تیر	تاک لیتا ہے وہ پہلے ہی نشانا دل کا
اسکی تصویر کے خاکے پہ ہوے وارفتہ	یون بہی دیکہا کسی نے کہین آنا دل کا
بحر الفت مین ہوے غرق اسے دیکھ کے ہم	موج گویا کہ سمندر کی ہے آنا دل کا

صورت ماہی بے آب وہ بے چین ہے
نیند آنے کو بیان ہو جو فسانا دل کا

سامنے ترک کے ہم جا کے کہڑے ہوتے ہین
دیکہین کسطرح اوڑتا ہے نشانا دلکا

ایک تو دیچکا اب اور طلب ہوتا ہے
کیا مجہے مل گیا ہے کوئی خزانہ دل کا

کب طلب مجہہ سے کیا تہا کہ جو مینے ندیا
پہیر منظور تہی اُسکو بہی بہانا دل کا

ترک ہم مہر و محبت جو کہین کر بیٹہین
ہوی دشوار اُنہین پہر نظر آنا دِل کا

ایسی افتاد نہ دشمن کو بہی اللہ دکہائے
قہر ہے جان جہان دل سے گرانا دل کا

نہین معلوم کہ ظالم نے کہان پہینکدیا
کچہہ بتاتا ہی نہین ہمکو ٹہکانا دل کا

آہ مظلوم کی کہتے ہین بُری ہوتی ہے
دیکہو اچہا نہین ای جان ستانا دلکا

عمر بہر رنج و مصیبت مین گرفتار رہے
راس آیا نہ کبہی ہمکو لگانا دل کا

بار الفت مین غم و رنج نے ایسا ڈالا
مجکو اب ہو گیا دشوار اُٹہانا دل کا

نہین رنج و غم ہجر سے پانی ہو کر
اب جگر کا نہ پتا ہے نہ ٹہکانا دِل کا

نگہ ناز سے جب دیکہہ لیا تیر لگا
چوکتا ہی نہین سفاک نشانا دِلکا

قبر پر فاتحہ جنبیر شہیدون کی پڑہین
قافلہ ہو گیا جنت کو روانہ دل کا

کر دیا تیر نگاہون نے تمہاری مجروح
کیجئے گیسوئے پرپیچ مین شانا دل کا

پاؤن سے ملکے خدا جانے کہان پہینک دیا
خاک مین تہا اُنہین منظور ملانا دِل کا

۷۶	باتون ہی باتو نمین وہ چٹکیان لے لیتے ہین اشک ہے جو منظور نظر اونکو ستانا دِل کا	۹
	ردیف بائے موحّدہ	

ختم سے اُبل اُبل کے بہی چار شو شراب
خود مشکیشونکی کرنے لگی جست و جو شراب

دونوں جہاں میں کہتے ہیں ہے آبرو شراب
زاہد بھی مانگتا ہے برائے وضو شراب

لیتا نہیں میں نام بھی فصل بہار میں
فرقت میں مجھکو خون کی آتی ہے بو شراب

نیت بھری کبھی نہ ہماری دور میں
شیشوں کی طرح بھر رہی تا گلو شراب

ساقی تمام فصل بہاری گذر گئی
اک روز بھی نہ دی ہمیں بھر کر سبو شراب

ساقی کی یاد خون رلاتی ہے آنکھ کا
ہو جائے کیا عجب جو اشک ہے لہو شراب

پہلو تہی ہوئے ہیں ادہر کا ہوا ہی پرست
پیتے ہیں روز بیٹھ کے جو قبلہ رو شراب

پی لونگا آنکھ بند میں کرکے بہار میں
مجھ سے کبھی جو لائے کوئی روبرو شراب

۷۷ دل کو ہے محو دست ترے لب کا شوق ہے
پیتے نہیں ہم اشک کبھی بے وضو شراب ۷۵

ردیف تاے فوقانی

ہو کسی طرح محبت میں بسر کی صورت
فائدہ اس میں ہوا کیا کہ صنوبر کی صورت

حور کی ہے نہ پری کی نہ بشر کی صورت
شان خالق ہے بت رشک قمر کی صورت

کھینچ لائی کشش دل مری تربت پہ انہیں
نظر آئی مجھے اپنی تو اثر کی صورت

مانع دید رہی شرم و حیا وائے نصیب
مر گئے ہم مگر اسنے نہ ادھر کی صورت

بات تھی راز کی منصور سے پر چھپ نہ سکی
اڑ گئی سارے زمانے میں خبر کی صورت

آج وصل بت مہوش تھا قسمت میں
جام ٹوٹا تو صدا آئی گجر کی صورت

ہنسکے دیکھا نگہ ناز سے جب تیر لگا
بہہ گئے قلب و جگر دونوں گہر کی صورت

ابر و باراں کا کہاں لطف شب ہجر صنم
اڑ گئے جگنو بھی دکھاتے ہیں شرر کی صورت

دشمن وصل ہوئیں آپ ہی وحشت کے سبب
ہے یہاں چاک گریبان سحر کی صورت

آگ بھڑکی ہوئی ہے قلب و جگر مین شب ہجر
اشک آنکھون سے نکلتے مین شرر کی صورت

ہجر مین دل کی تسلی کو جو پھینکی ہے کمند
جا پڑی بام حقیقت پہ نظر کی صورت

قابل سنگ جنون مین نہ رہا جسم نحیف
اب اڑایا کرین لڑکے ہمین پر کی صورت

جان گھٹتی مین غم دوری سے رہا کرتے ہین
روز بن بنکے بگڑتی ہے سفر کی صورت

یہ بھی قسمت کہ بگڑ جاتی ہے نم ہو ہو کر
کھینچی تصویر مین جب دیدۂ تر کی صورت

دھیان اُس عارض روشن کا جو آجاتا کبھی
دل کی آئینے مین بنجائے قمر کی صورت

گرم آہین جو کرون مہر وشون کے غم مین
ہر شرارے مین نظر آئے سقر کی صورت

نخل الفت کہین بوئین تو وہ بد قسمت ہین
شکل گل کی نظر آئے نہ ثمر کی صورت

آبرو کھو نہ پئے دولت دنیا غافل
رکھ حفاظت سے اسے آب گہر کی صورت

پڑ گیا دلمین تری زلف کا سودا ایسا
اب جلائین تو یہ بو دیگا اگر کی صورت

چرخ مرنے پہ مٹا دیگا نشان مرقد
ہو لجائین گے احبا مرے گھر کی صورت

پڑ گئی کاوش مژگان سے ہزارون ناسور
ہو گئی اور ہی کچھ زخم جگر کی صورت

خار تلوؤن مین ہین سودے سے ہے ماؤف دماغ
شکل یہ پاؤن کی ہے اور یہ سر کی صورت

جلوۂ حسن سے موسیٰ کو تو وان غش آیا
ہوئی معلوم نہ پردے کی اُدھر کی صورت

کس بت حسن کی صورت کا یہ دیوانہ ہے
راتدن چرخ کو چکر ہے بھنور کی صورت

٧٨	سیر بازار محبت کی بھی کر لو اے اشک وہ کرو کام نہ ہو جس مین ضرر کی صورت	٢٦

وہی الم ہے وہی اضطراب کی صورت
نہ پوچھیے دل خانہ خراب کی صورت

زوال حسن مین بھی ہے شباب کی صورت
ہلال دونون ہوئین آفتاب کی صورت

خیال ساقی مے نوش آگیا جسدم
برس پڑین مری آنکھین سحاب کی صورت

پسینہ آیا جو گرمی مین گُل سے گالون پر ٹپک کے دینے لگا بو گلاب کی صورت
گمان پری کا ہوا ہمکو شیشۂ مے پر دِکھائی دی جو کسیدن شراب کی صورت
موے پہ بھی نہین آرام بحسرِ عالم مین مِٹے ہین گنبدِ مدفن حباب کی صورت
کہان ہے راحت و آرام ہجرِ جانان مین خیال مین بھی نہین اب تو خواب کی صورت
مہک ہو عطر کی کیونکر نہ اشک گلگون مین کشش لہو کی ہے ہردم گلاب کی صورت
نہ اپنی زیست پہ نازان ہو اسقدر غافل یہ ہست و بود ہے نقش بر آب کی صورت
جلائی آتش حسرت یہ بزمِ جانان مین دِل و جگر مین ہویدا کباب کی صورت
ہم ایک حال پہ دنیا مین تا بہ زیست رہے ہزار بار ہوئی انقلاب کی صورت
خیال عارضِ تابان کا دِل مین رہتا ہے اِس آئینے مین ہے نقش آفتاب کی صورت
دُوپٹہ اوڑھا جو اُس گل نے جامدانی کا ہر ایک ہے خوشۂ گلاب کی صورت
زوال حسن مین بھی عشق یار کم نہ ہوا نظر مین ہے وہی اُنکے شباب کیصورت
خجل ہین اپنے گناہون سے بعدِ مرگ جو ہم ہے منہہ پر اشکون کی چادر نقاب کیصورت
وفور حسن ہے چوٹی کے چاند سورج پر چمک رہے ہین مہ و آفتاب کی صورت
ہوا و حرص سے خالی دماغ کر غافل بگڑ نہ جائے کسیدن حباب کی صورت
لحد سے کوچۂ جانان مین راہ کر لونگا یہی رہی جو مری اضطراب کی صورت
نظر سے اپنے جو گذرا مرقع عالم ہزار ہا مین تری انتخاب کی صورت
وہ دیکھکر مری تصویر ہنس کے کہتا ہے کہ یہ تو ہے اُسی خانہ خراب کی صورت
بدن کا اُسکی نزاکت سے رنگ کٹتا ہے ٹپک رہا ہے پسینہ شہاب کی صورت
جلایا ہے کسی مہوش کے دل کو ساقی نے شراب دِیتی ہے جو بو کباب کی صورت
لگاؤ آتشِ رنگِ حنا سے ہجر مین آگ کہ پھپھولون مین ہے پیدا کباب کی صورت

یہ چند روز جوانی کے ہی غنیمت ہیں نہ لائے شیشہ می کوئی پھر ساقی ہیں			دوبارہ پھر نہیں ممکن شباب کی صورت کہ زہر لگتی ہے مجھکو شراب کی صورت
۷۹	لحد کو گنج والم اشک دود ہوں دل سے دکھائی دے جو ہمیں بوتراب کی صورت		۹

ردیف ثائے مثلثہ

کیا کیا نہ ہوئے مفسدی اغیار کے باعث	دربار ہوا بند انہیں دو چار کے باعث
مشہور زمانے میں ہوا یوسف ثانی	عاشق ہیں تری گرمی بازار کے باعث
انجام کا موسی کو ذرا دھیان نہ آیا	آفت میں پڑے حسرت دیدار کے باعث
گلچین نے عداوت سے نشیمن کو اجاڑا	برباد ہوئے بلبل ہوئی گلزار کے باعث
کاہے کو یہ بیمارئ فرقت مجھے ہوتی	خود میرے مسیحا ہوئے آزار کے باعث
پہنی ہے بنا کر ترے بالوں کی یہ سیلی	کافر ہوئے دو تار کی زنار کے باعث
عیسی نہ خبر لے نہ دوا ہو نہ غذا ہو	مرنے کے یہی ہوتے ہیں بیمار کے باعث
تم ناز کی یہ چال نہ موقوف کروگے	ہوتی ہے قیامت اسی رفتار کے باعث
۸۰	رونا غم شبیر میں کام آیا بہت اشک بخشے گئے ہم سید ابرار کے باعث — ۱۴

ردیف جیم عربی

[illegible] ہو عشاق کی جانوں کا ضرر آج	بجلی کی طرح گرتی ہے رہ رہ کے نظر آج
[illegible] ہی مٹا دیتے ہیں تا دبانی شر آج	خود کاٹ کے رکھدینگے ترے پانو پہ سر آج

ہے قتل کسی عاشق ناشاد کا منظور
گھر سے جو کمر باندھ کے وہ تیغ و سپر آج

کچھ صبح قیامت سے بھی ہے بڑھکے شب ہجر
نے توپ کی آواز نہ بجتا ہے گجر آج

بستر پہ تڑپتا ہون پڑا صورت بسمل
اُٹھنے نہین دیتا ہے مجھے درد جگر آج

ہم پہلے ہی کہتے تھے کہ زلفین نہ بڑھاؤ
بل کھا رہی ہے دیکھو لچکنے مین کمر آج

کہتا ہون یہی دیکھ کے اشکون کی روانی
مجکو نہ ڈبو دین کہین یہ دیدۂ تر آج

ہے صبح سے دل مین بت بے مہر کا تصوّر
اُجڑا ہوا آباد ہوا اپنا یہ گھر آج

کیا داغ غم ہجر سے جلتا ہے کلیجا
باتون کے عوض منہ سے نکلتے ہین شرر آج

اُن گیسوؤنکی یاد دلاتا ہے یہ ہمکو
رہ رہکے جو دیتا ہے دھوان داغ جگر آج

فرقت نہین غیرونکی گوارا ہوئی کیونکر
حیرت ہے مجھے بھول پڑے آپ کدھر آج

رویا کیا اُن گیسوؤنکی یاد مین شب بھر
گذرے اسی آفت مین مجھے چار پہر آج

اے بلبلو ہو کنج قفس تم کو مبارک
صیاد کے آنے کی ہے گلشن مین خبر آج

۳۰	جان آگئی کچھ قالب بیجان مین جو اے اشک مرقد پہ ہوا کیا مرے عیسیٰ کا گذر آج	۸۱

ردیف حاے حطی

نحیف غم سے جو گھلکر ہوئی نظر کی طرح
دکھائی دین گے نہ ہم بھی تری کمر کی طرح

نموئے سبزہ ہے رخسار پر کہان کا حسن
روانہ ہو گیا خط دیکے نامہ بر کی طرح

بعید کیا جو چھپا در کرین یہ گل تجھپر
لئے ہوے تو ہین کچھ مٹھیون مین زر کی طرح

اُبھار جب سے ہے سینے پر اُنکے پستان کا
حیا سے رہتے ہین خم نخل باردر کی طرح

یہ انتظار مین پتھرا گئے ہین دیدۂ شوق
نکل کے آنکھ سے آنسو اُڑے شرر کی طرح

اٹھایا کوچے سے اسکے رقیب شیطان نے
جنان سے مجکو نکالا ابو البشر کی طرح

ریاض دہر مین نابود و بود ہی یکسان
ہرے ہے شجر کی طرح گر پڑے ثمر کیطرح

وہ شب کو صورت خورشید کب نظر آئی
جو دن کو آنکھون سے غائب ہی قمر کیطرح

محیط دہر مین باآبرو رہے تو کیا
نہ رخ سے گردِ یتیمی گئی گہر کیطرح

غضب کیا شبِ فرقت ہی ہم لگی ڈہرکن نے
صدائین کان مین آئین مرے گجر کیطرح

تبِ فراق سے ہین جیتے جی عذاب مین ہون
دہک رہا ہی ہر اک داغ دل سقر کیطرح

نہ ایک بار بہ پہنچی درِ اجابت تک
کمی دعا نے بہی کی آہ بے اثر کی طرح

جو اسکے کان مین جیکر سے بہی کہی کوئی بات
تمام شہر مین اڑتی پہری خبر کی طرح

عدوی وصل بہت سے ہین او بت کافر
بجے نہ پانون کی پایل تری گجر کیطرح

بلائے جان ہوئی عاشق کو یاد مژگان بہی
دل و جگر مین چبہی جا کے نشتر کی طرح

کسے نہین ہی ترے دام زلف سے وحشت
چمن سے اڑ گئی کل ساری جانور کیطرح

فلک سے بہی ہو زیادہ جو بام یار بلند
کمندِ شوق پہنچ جائے گی نظر کیطرح

ہوئے ہین زار یہ گہل گہل کے تیرے سودائی
ہولے اڑتے پہرے چار سمت پر کیطرح

پس از فنا مرے کام آیا زلف کا سودا
کہ جل رہا ہے ہر اک استخوان اگر کی طرح

ہنسی مین برق سے چمکے کبہی جو دانت انکے
برس پڑین مری آنکہین بہی ابر کیطرح

اجل پسند ہی ہمکو بہی کنج تنہائی
رہین گے چین سے مرقد مین اپنی گہر کیطرح

شبِ وصال بنا چرخ نے دیا دہوکا
تمام پہیل گئی روشنی سحر کی طرح

فراق یار مین گر آبِ آتشین پی لین
پڑین زبان مین چھالے دل و جگر کی طرح

اثر ہے مجہہ مین جو شیرین وشو کی الفت کا
سو گرچہ چونٹیان کہا جائین گی شکر کیطرح

خدا نے بہیجدی ایک آدہ حور خدمت کو
لحد مین چین ملا ہمکو اپنے گہر کی طرح

محیطِ غم سے ہوا پار کب مرا بیڑا
ہمیشہ ناؤ کو چکر رہا بھنور کی طرح

کھلین گے کاہے کو ہم پر غیب کے اسرار
دہن کا بھی نہین ملتا پتا کمر کیطرح

سمجھ گیا مین جو دیکھا چمن مین لالے کو
اٹھائی اسنے بھی داغِ دل و جگر کی طرح

جو بال اُس شہِ خوبان نے اپنے کھولدئے
ہوا سے اڑنے لگے فرق پر چنور کی طرح

۸۲	بھلا ہوا نہ کیا ہمنے شوقِ کسبِ کمال ہے قدر بی ہنری **اشک** اب ہنر کی طرح	۴۰

بیخود ہونے لگے عشق مین مخمور کی طرح
جوش کھانے لگا خون بادۂ انگور کی طرح

سب حسینون سے ہے پیاری بتِ مغرور کیطرح
غش نہ موسیٰ کو پھر آجائے کہین طور کیطرح

نیش زن اُسکی مژہ رہتی ہے زنبور کیطرح
زخمِ دل بند نہ ہونگے کبھی ناسور کیطرح

آنکھین فرقت مین رہین دیدۂ بے نور کیطرح
اب کئی دن سے رِسا کرتی ہین ناسور کیطرح

بت کافر کی تو مژگان سے بھی ہمکو نہین راہ
کون پھر نیش زنی کرتا ہے زنبور کی طرح

تیرہ بختی سے ہماری نہین اسکا بھی عجب
چاندنی رات سیہ ہو شبِ دیجور کی طرح

موسمِ گل مین بگڑ جائے جو ساقی ہم سے
اشک خون آنکھ سے ٹپکین مے انگور کی طرح

دل مین جو راز ہو باہر سے نظر آتا ہے
ہر مصفا بدن اُس حور کا بلّور کی طرح

مشتعل آتشِ غم دل مین ہے اک مدت سے
سرد ہوتا ہی نہین یہ کبھی تنور کی طرح

غیر کو تھین جو شکستین مری دل کی مطلوب
خود وہ مردود ہوا بلعم باعور کی طرح

کام آئی مری آخر کو شکستہ پائی
عیش و عشرت مین بسر ہو گئی تیمور کیطرح

مژۂ یار سے کیون راہ نکالی ہم نے
دل مین سوراخ پڑے خانۂ زنبور کی طرح

روپ کیا زلف نے بدلا کہ مری موت آئی
حسن جاتے ہی مہکنے لگی کافور کی طرح

غش مین دس بیس پڑے رہتے ہین مانندِ کلیم
بام ہے جلوہ گہِ نازِ صنم طور کی طرح

سبزۂ خط کی محبت نے کیا دل بے چین — چونٹیان نیش زنی سیکھی ہین زنبور کیطرح

کرکے مین خواہش دیدار بہت پچھتایا — کوئلہ ہو گیا دل جل کے مرا طور کی طرح

آسمان ہی تہ و بالا ہو مہندوے کی مثال — کوئی نالہ جو کسی روز کرون صور کی طرح

اُسنے اگر نہ کسی روز مسیحائی کی — درد فرقت سے کراہا کیا رنجور کیطرح

منہ پہ جلاد کے چڑھنا ہی ہنسی کھیل نہین — جرأت اسوقت تو کی دل نے مری سور کیطرح

ماہ تابان کی چمک ہی جو رخ روشن مین — گیسوؤن مین ہی سیاہی شب دیجور کی طرح

صوفیانہ شب فرقت مین رہا کرتا ہی وجد — جب صدا تار نفس دیتی ہین تنبور کیطرح

برہمن مانگتے مین چاند گہن کی خیرات — رخ پہ پھیلی ہین جو زلفین شب دیجور کیطرح

سلطنت کا تجھے حاصل ہو فقیری مین مزا — توڑ کر پانون ذرا بیٹھ تو تیمور کی طرح

جو کہے حق اُسے سولی پہ چڑھاتے ہین دلا — بول اُٹھنا نہ خدا کے لئے منصورؒ کی طرح

ناتوانی سے ہوئین خشک یہ رگہای بدن — چھیڑیے گر تو صدا دیتی ہین تنبور کی طرح

عنبرین زلف صنم سے جو ملا کر رکھا — نافۂ مشک اڑا شرم سے کافور کی طرح

نیش اور نوش سے خالی نہین عشق جانان — سم بھی ہی شہد بھی ہی خانۂ زنبور کی طرح

شیشۂ مے لئے جاؤنگا لحد مین پس مرگ — اک پری بھی رہی پہلو مین مرے حور کیطرح

کسقدر رنگ مین سرخی ہے بت کافر کے — لال چندکا ہی لگا ہوا سیندور کی طرح

رات دن گوشۂ عزلت مین پڑے رہتے ہین — بار غم لے کے کہان جائیے مزدور کیطرح

برق حسن بت خودبین سے جلا نخل اسد — بنگیا سرو چراغان شجر طور کیطرح

کرے تقلید گر انسان تو نکوکارون کی — باتین کرنا ہی برا ہوتا ہے مغرور کیطرح

ہجر مین روتے ہین خون اک بت مخمور کے ہم — روز اشکون کی کشش ہی مے انگور کیطرح

خاکساری کی بدولت یہ جلا پائی ہے — آئینۂ دل کا صفا رہتا ہے بلور کی طرح

مردے قبروں سے نکل آئے مرے دفن کے بعد
غمِ دوری سے میں نالاں جو ہوا صور کی طرح

دنکو فرقت میں نہیں سوجھتا کچھ آنکھوں سے
گھر میں پھیلی ہے سیاہی شبِ دیجور کیطرح

کوئی کیا جانے کلاہِ فقرا کا رتبہ
تھی بعینہ یہی تاج سرِ فغفور کیطرح

دیکھکر زلفِ معنبر کو اُڑا رنگ ایسا
پھر سفیدی نہ گئی مشک سے کافور کیطرح

مثلِ موسیٰ ہو اگر طالبِ دیدار کوئی
پھونکدے شعلۂ رخسارِ صنم طور کیطرح

اشک لی مفت کی یہ عشقِ بتاں میں بیگار
بارِ غم سر پہ لئے پھرتے ہیں مزدور کیطرح

۸۳	ردیف خائے منقوطہ	۸

وحشی ہرن وہ آنکھیں ہیں گیسو ہرن کی شاخ
پھر عاشقوں میں کیوں نہ ہو دیوانے پن کی شاخ

آنکھوں میں دی جو سرمہ و دنبالہ دار یار
کیونکر کہیں نہ لوگ غزالِ ختن کی شاخ

سرسبز ہو گئی ہے بہ فیضِ بہار سے
میں بھی حرمدمن کو سمجھا کفن کی شاخ

ٹھڈی کے نیچے ہاتھ ذرا رکھکے بیٹھیے
پیدا کسی طرح سے ہو سیبِ ذقن کی شاخ

سوزِ دروں سے آگ لگی جسمِ زار میں
جلتی ہے جسطرح سے چنارِ کہن کی شاخ

اِن سرکشوں سے جھک کے ملیں تب کچھ حصول
پر کیا کریں لگی ہوئی ہر بانکپن کی شاخ

تھک کر مرینگے وادیِ غربت میں ایکدن
سرسبز اب نہوگی نہالِ وطن کی شاخ

۸۴	نازک خیالیوں پہ تمہیں بھی تھا ناز اشک لیکن کہیں غزل میں نہیں انجمن کی شاخ	۱۲

	ردیف دال مہملہ	

حُسن جاتا رہا گل سے ہوی رخسار سفید ‏— صاف گیسو نظر آنے لگے دو مار سفید
ڈہلتے جوبن مین بہی اُس بت پہ عجب عالم ہے ‏— تار گیسو ہین دیا دوشپہ زنار سفید
خون رہجائیگا محشر مین گواہی کے لئے ‏— کبہی دہوئی نہ ست نہوگی تری تلوار سفید
اُسکی فرقت مین بہرونگا مین اگر سرد آہین ‏— برف برسے گی نظر آئیگا گلزار سفید
بے نقاب آکے وہ اب بیٹہتے ہین پاس مرے ‏— روتے روتے ہوے جب دیدۂ خونبار سفید
پا برہنہ مجہے گردش مین رکہا جوش جنون ‏— رہ نجائے کہین صحرا مین کوئی خار سفید
میکدے ہوتے ہین آراستہ فصل گل مین ‏— ہوئے ہین کئی دن سے در و دیوار سفید
عکس اُسکے دُرِ دندان کا پڑا ہے شاید ‏— نظر آتا ہے ہر اک جوہری بازار سفید
نور اُسکے رُخ روشن کا جو پہیلا گہر مین ‏— نظر آنے لگے سارے در و دیوار سفید
ڈر سے فرقت کے لہو خشک ہوا جاتا ہے ‏— تندرستی مین ہون مین صورت بیمار سفید
دیکہنا اب مری الفت نے دکہائی تاثیر ‏— سُن کے مرنے کی خبر ہوگیا دلدار سفید

سرخرو رہتے ہین دنیا مین ہمیشہ ظالم
اشک تیر دنگی نہ دیکہی کبہی سوفار سفید

ردیف ذال معجمہ

اُس پری کو جو لکہا تہا شب ہجران کاغذ ‏— آگے خود لیگیا وہ مرغ سلیمان کاغذ
وصل قسمت مین نہین کیا جو لکہا نامۂ شوق ‏— نہ لپیٹا گیا ہمسے کسی عنوان کاغذ
نامہ اُس شوخ کو شنجرف سے ہم لکہتے ہین ‏— کیون نہ ہجائے دلا رشک گلستان کاغذ
خط مین لکہتے ہین ہم اک رشک چمن کی تعریف ‏— لالہ و گل سے بہرے آج تو دامان کاغذ
خط مین لکہون جو شب ہجر کا مین سوز و گداز ‏— نامہ ہتہ پہول بنے ہو شرر افشان کاغذ

پھینک پھینک آئے ہیں لکھ لکھ کے جو ہم شوق میں دل بعد مرنے کے مرا خط جو اُنہیں پہنچا ہے	ہاتھ سے اب کبھی چھوٹا نہیں جانان کاغذ رکھ کے روتے ہیں سرِ گورِ غریبان کاغذ

خوفِ رسوائی کا اس وجہ ہے اُسکو اے **اشک**
چاک کرنے پہ بھی کرتا ہے پریشان کاغذ

۸۶	**ردیف رای مہملہ**	۱۵

رہگیا جذبِ محبت میں اثر ہو ہو کر
جل گئے باغِ تمنا میں شجر ہو ہو کر

غم دوری سے جو رانون کو میں سرٹکرایا
رہگئیں سیکڑوں دیوار میں در ہو ہو کر

خارِ غم کی کسی صورت سے مٹی گی نہ خلش
جان لیگا مری یہ دردِ جگر ہو ہو کر

قیس و فرہاد نے بہی جان اسی میں کھوئی
رہگئی سب سے مہم عشق کی سر ہو ہو کر

آنکھیں بیمار رہا کرتی ہیں نرگس کیطرح
ہر کسیکی تمہیں اے جان نظر ہو ہو کر

جائے عبرت دلِ عشاق کی بربادی ہے
کیسی ویران ہوئے آباد یہ گھر ہو ہو کر

رخِ پرنور سے ہے وادیِ ایمن کوچہ
شب کو ذرے بہی چمکتے ہیں قمر ہو ہو کر

زلف کیونکر نہ حسینونکو وبالِ جان ہو
نازکی بڑھ گئی باریک کمر ہو ہو کر

بارہا وصل میں دیکھا ہے کہ دامنِ شب
چاک ہوتا ہے گریبانِ سحر ہو ہو کر

سنتے ہیں لوگ اُدھر کے ہوئے سب دیوانے
بو تری زلف کی پہنچی ہے جدھر ہو ہو کر

کس کو امید تھی جینے کی شبِ ہجرِ صنم
رہگیا حال مرا نزع دگر ہو ہو کر

کشتے انکے لبِ شیرین کے جو دفنائے گئے
طعمۂ مور ہوئے جسم شکر ہو ہو کر

شوقِ پروازِ چمن فصلِ بہاری میں کہان
بچ گئے ہاتھ سے صیاد کے پر ہو ہو کر

قدرداں کوئی کسیکو نہ ملا دنیا میں
داغ یہ لے گئے سب اہلِ ہنر ہو ہو کر

اشک لکھون دل بیتاب کی کیا کیفیت
کان تک اُسکے پہنچتی ہے خبر ہو ہو کر

آیا جو فاتحہ کو وہ دلبر مزار پر — ہوگا خرام ناز سے محشر مزار پر
ہنگامہ بلبلون کا ہے دن بھر مزار پر — کس نے چڑھائی پھولون کی چادر مزار پر
کس کے شہید ناز کا یہ آج عرس تھا — پریون کے جھمگھٹے رہے دن بھر مزار پر
جانین تو لوگ عاشق ابرو کی قبر ہے — رکھدو کمر سے کھینچ کے خنجر مزار پر
عاشق کا اِتنا پاس کیا بعد مرگ کے — رو کر اُتارنے لگے زیور مزار پر
روئیگی خلق گور غریبان کو دیکھکر — نے روشنی نہ پھولون کی چادر مزار پر
ہم وحشیون کو چین نہین بعد مرگ بھی — افلاک سے برستے ہین پتھر مزار پر
مر جائینگے جو آئینہ رویون کے عشق مین — روئیگی آکے روح سکندر مزار پر
رندون کو ہوگا غم مرے مرنے کا دیکھنا — ٹوٹینگے کتنے شیشہ و ساغر مزار پر
ہم تو جواب خط کی تمنا مین مر گئے — اب آکے کیا کریگا کبوتر مزار پر
مرنے کے بعد قدر ہوئی واہ رے نصیب — ٹکرا رہے ہین غم مین مرے سر مزار پر
بعد فنا بھی چین نہین اُسکے ہاتھ سے — رکھدین نکال کر دلِ مضطر مزار پر
دشمن بھی آکے کشتۂ حسرت کو رو گئے — اشکون کی بہگئے ہین سمندر مزار پر
وحشت نے ہاتھ پانون نکالے پس از فنا — کھولی جو اُس نے زلفِ معنبر مزار پر
مرنے کے بعد جذب محبت تو دیکھنا — آ بیٹھے اپنا چھوڑ کے وہ گھر مزار پر
جاتی نہین موے یہ بھی عاشق سے چھیڑ چھاڑ — بجلی گرائی یار نے ہنسکر مزار پر
اللہ رے داغ دل کی حرارت پس از فنا — انگارے بن گئے ہین گل تر مزار پر
خوش ہوجیے کہ آپ کا دیوانہ مر گیا — لڑکون کو آکے بانٹیئے شکر مزار پر

دیکھا اگر چراغ تو ضد سے بجھا دیا	آیا جو رات کو وہ ستمگر مزار پر

٨٨	مارا ہے آپ کے غم دوری نے اشک کو شاہا بلاؤ پھر ہمیں ٢ مزار پر	١٧

کس نے یہ کوی یار سے پھینکا اکھاڑ کر	میت کو چار دن بھی ہوی تھے نہ گاڑ کر
دل کو اڑا یا گیسوے طرار یار نے	کچھہ بس چلا نہ بیٹھہ رہے ہاتھہ جھاڑ کر
گلچین پہ برق آہ گرے گھر ہی جل گیا	کیا خوش تھا بلبلون کے نشیمن اجاڑ کر
ہم وحشیونکا مر کے بھی سودا نہ جائیگا	رکھدینگے مرقدونمین کفن پھاڑ پھاڑ کر
انجام کیا ہو یار کی الفت کا دیکھیئے	میرے گلے پڑے ہین بہت گھر اجاڑ کر
ہے پاس بیٹھنا یہ مرا ناگوار طبع	پہلو سے اٹھہ کھڑے ہوی دامن کو جھاڑ کر
کوڑی خدا کی راہ مین دیتے نہین بخیل	رکھہ جاتے ہین زمین مین خزانون کو گاڑ کر
ساقی سے رنج آگیا فصل بہار مین	جام و سبو کو پھینکدیا توڑ تاڑ کر
وصلت کے باب مین جو کہا کچھہ کنایتہً	رکھدین گے وہ گڑی ہوی مردے اکھاڑ کر
سن لی خبر جو فصل بہاری کی یک بیک	نکلے جنون مین گھر سے گریبان کو پھاڑ کر
دولت جو ہے بخیل کی اورون کا مال ہے	لیجائین گے زمین سے خزانے اکھاڑ کر
قاضی کے ہاتھ سے نہین ای میکشو مفر	سیدہا تو محتسب کو کیا مار دھاڑ کر
اب سرکشیکو بھولا ہوا ہے یہ نفس بد	رستم کو ہمنے زیر کیا ہے پچھاڑ کر
ای آسمان قہر الہی سے ڈر ذرا	اتنی نہ ہمپہ سحر کی ایذا ئین بہاڑ کر
صنعت مین کسکو صانع قدرت کی دخل ہے	کیا جانین کیا بنائیگا ہمکو بگاڑ کر
انکار دہریون کو عبث ہے معاد کا	کیا ہمکو وہ بنا نہین سکتا بگاڑ کر

ای اشک بھولجائیگا ساری کہانیان

۹۰	واعظ کو مین نے رکھدیا جس دن چھٹا کر	۸۹

عبث جاتا ہی فکر صید مین ناوک فگن بڑہکر
خود آجائین گے تیری تیر کی زد پر ہرن بڑہکر

ادا و ناز مین لیلی سی ہے وہ گلبدن بڑہکر
نہو کسطرح مجنون سی مرا دیوانہ پن بڑہکر

ہوی پر ہی نہ کوتاہی کی اپنے دست وحشت نے
کہ پہنچا پانون تک چاک گریبان کفن بڑہکر

اسیر عشق کو مد نظر تہی بعد مردن بہی
لپٹتا ہی مرے پانوونکو ہر تار کفن بڑہکر

تبر سے کاٹ کر پہکوادیا گلزار سے باہر
ذرا نکلا جو قد یار سے سرو چمن بڑہکر

بچے گی جان کیونکر رہروان کوی جانان کی
بنی جب افعی رہزن وہ زلف پرشکن بڑہکر

یہو نہین دیدار جانان ایک تو کم تہا مقدر مین
کیا اندہیر تونے اور ای شمع لگن بڑہکر

کہا دل نے مزا ہے معرکے مین سر کٹانیکا
جو ہمت ہو تو لے دامان ترک تیغزن بڑہکر

حسینو مین تجہے سرتاج سب کا کیون نہ سمجہین ہم
ترا انداز بڑہکر چال بڑہکر بانکپن بڑہکر

نہ کیون شرفتہ گفتار ہون مین صورت طوطی ۴
کہ سب سی دلبری مین ہی ترا طرز سخن بڑہکر

ترے ہونٹون سے ان دونون مین نسبت ہم کسے دیتے
نہ ہی یاقوت ہی اچہا نہ کچہہ لعل یمن بڑہکر

لگی ہی آگ سر سے تا قدم قلب وجگر کیسا
جہنم کا نمونہ ہو گیا داغ کہن بڑہکر

جو گلگشت چمن مین میکشی کا اسکو دہیان آیے
گلستان میکدہ ہون جام گلہای چمن بڑہکر

ترے گیسو سے عطر آئین کے آگے یار خوشبو مین
نہ عنبر ہی زیادہ ہی نہ ہی مشک ختن بڑہکر

بہلا کاہیکو آفت کوہکن کی جان پر آتی
اگر ہوتا نہ شیرین سی فریب پیرزن بڑہکر

خوش آئی ہی مجہے آب وہوا یہ دشت غربت کی
کہ رہ رہجاتی ہین پانون مری سوی وطن بڑہکر

تمنا دل کی نکلیگی کیا ان اوچہے زخمون سے
لگا اک ہاتہ گردن پر مرے او تیغزن بڑہکر

مسلمان دین وایمان جانتے ہین وہ حسین ہے تو
گذر گر دیر مین ہو تو قدم لین برہمن بڑہکر

سنا ہی معرکے مین عشق کی دونون برابر تہے
نہ مجنون ہی زیادہ تہا نہ کچہہ تہا کوہکن بڑہکر

٢٤	گلہ نا آشنا کا کیا کریں اے **اشک** غربت میں ستاتے ہیں ہمیں اوروں سے کچھ اہل وطن بڑھکر	٩٠

چلی حسرت میں تن سے اپنی جانِ ناتوان باہر
نکل آیا جو گھر سے وہ مرا ابرو کمان باہر

بنایا ہے مقرر ہمکو رنگِ زردِ عاشق نے
کہیں دیکھ آئیے جا کر آج کشتِ زعفران باہر

ادھر آنے تو دو واکدن سگان کوئے جانان کو
لحد سے خود نکل آئیں گے اپنی استخوان باہر

کیا کس کسکو زخمی راہ میں کتنوں کو مار آئے
یہ کیسا ہو رہا ہے آج شورِ الامان باہر

عبث نام آوری پر اہل دنیا جان دیتے ہیں
لحد میں کچھ نہیں باقی ہیں قبروں کے نشان باہر

پلا دے آبِ خنجر تشنہ کامانِ شہادت کو
نکل آئی ہے ماری پیاس کے منہہ سے زبان باہر

ہماری قید کی تدبیر گھر میں انکے ہوتی ہے
جنون ہوتا چلا ہے آچکی ہیں بیڑیاں باہر

جو آیا ہے کبھی بن ٹھن کے محفل میں وہ پری پیکر
فدا ہونے کو سو سو بار نکلی تن سے جان باہر

تماشا ہو کہ روزِ حشر واعظ کے جلانے کو
رہیں فردوس میں ہم لوگ ہو مغ کی دکان باہر

ترا کوچہ ہو یا گھر ہو مجھے دونوں برابر ہیں
مرے نزدیک تو فردوس اندر ہے جہان باہر

غضب کوچہ ترا رنگیں ہے خونِ شہیدان سے
تماشا دیکھ تو آکر ہے تازہ گلستان باہر

سر اپنا پھوڑ لیتا میں بھی شوقِ جبہہ سائی میں
نہوتا گر تمہارا بارِ سنگِ آستان باہر

نگاہِ ناز نے قاتل کے آخر جان لی اپنی
جگر کو توڑ کر میرے نکل آئے سنان باہر

اڑا ہی منقار میں لیکے بلبل گل کے دھوکے سے
جو مینانہ سے پھینکی محتسب نے کلیچکان باہر

ہوئی کیا فصلِ گل میں بلبلوں کی خانہ بربادی
چمن سے نوچکر گلچیں نے پھینکے آشیان باہر

ہزاروں پھول پڑے ہیں عاشقوں کے اسکے کوچہ میں
میں سمجھا مصر سے یوسف کا نکلا کاروان باہر

حرارت عشق کی دل سے موے پر بھی نہیں جاتی
ہماری قبر سے اشک نکلتا ہے دھوان باہر

خوشی غیروں کو ہے عاشق پریشان حال پھرتے ہیں
بہار اس گلبدن کے گھر میں رہتی ہے خزان باہر

چمن کی سیر کا مانع ہی تو ہم ہی سمجھہ لین گے
گلستان سے ذرا نکلے کسیدن باغبان باہر

نہین سودا کسے ای یار تیری زلف پیچان کا
نظر آتا ہے ہمکو آپ سے سارا جہان باہر

پھنسے ہین کس بلا مین اس دل بیتاب کے ہاتون
ستائین غیر گھر مین جان کہائین پاسبان باہر

پڑے عاشق نئے جور و ستم تجویز ہوتی ہین
تری قابو سے کسدن ہونگے ہم ای آسمان باہر

عداوت تیرے کوچے کی ہی لڑکون کو جنون کیسا
لگے پتھر برسنے گھر سے ہم نکلے جہان باہر

٩١ کہے ای **اشک** کون اُنسے کہ اگر قتل کر جائین
پھڑکتا ہے کئی دن سے تمہارا نیمجان باہر ١٤

مقتل مین ہی جو خونِ شہیدان ادہر اُدہر
ہے سیر بوستان و گلستان ادہر اُدہر

بکھری ہے رخ پہ زلف پریشان ادہر اُدہر
ہے صبح عید شام غریبان ادہر اُدہر

قسمت ہی ہو بری تو کوئی اُسکو کیا کرے
ہوتے ہین روز وصل کے سامان ادہر اُدہر

دیر و حرم کو جاتے ہین کس کی تلاش مین
کیا ڈہونڈتے ہین گبر و مسلمان ادہر اُدہر

کوچے سے یار کے گذرا پامال ہے
پھرتے ہین شب کو اُسکے نگہبان ادہر اُدہر

کچھہ دیکھتے ہی دل مرا بے چین ہوگیا
سینے پہ کیا ہے یار نمایان ادہر اُدہر

قاصد بڑا یہ کوچۂ قاتل کا ہے پتا
ہین کچھہ شکستہ گورِ غریبان ادہر اُدہر

بالون مین اُنکے سیکڑون اُلجھے ہوئے ہین دل
گیسو ہین دونون یا کہ ہین زندان ادہر اُدہر

کھویا گیا ہے آج مقرر ہمارا دل
کچھہ پھر رہا ہے یار ہراسان ادہر اُدہر

عالم جنون کا فصل بہاری مین دیکھنا
اُڑتے پھرین گے تارِ گریبان ادہر اُدہر

بستر پہ ایک دم کسی پہلو نہین قرار
لیتے ہین کروٹین شبِ ہجران ادہر اُدہر

پلکون کا جب سے یار کی سودا ہوا ہمین
رہتے ہین ڈھیر خارِ مغیلان ادہر اُدہر

مدفن نہ پوچھو اپنے مژہ کے شہید کا
دریا کا ہے کچھار نیستان ادہر اُدہر

۹۲	سودا ہے جب سے یار کی زلف دراز کا جنگل میں پھرتے ہیں پریشان ادھر ادھر	۱۴

تا کمر آ گئی وہ زلف چلیپا بڑھ کر		دل کو ... کہ ... کر ... بڑھ کر
کیوں مری لاش کو اب دیکھتا ہے حسرت سے		کہیں ... لگا بیٹھے سیہ ... بڑھ کر
پسلیاں چور تڑپنے سے ہوئی جاتی ہیں		دل ہلتا ہے ... برق نہ پارا بڑھ کر
کس کا درمان کرے انسان کرے کس کا علاج		دل ... زخمی نظر آتا ہے کلیجا بڑھ کر
مر گیا چھوڑ کے سر اپنا غم شیریں میں		رنگ فرہاد تو ... قیس سوا لایا بڑھ کر
درمیاں بیہوشی کا آیا جو چمن میں اسکا		بنگیا ... غرق برگ گل لالہ بڑھ کر
ضعف بھی پڑتا نہیں گرد پہ نزاکت کے سبب		تیغ کا ہاتھ لگاتا ہے وہ کتنا بڑھ کر
زاہدا جلوہ گہ ناز بتاں ہے کہ نہیں		تیری مسجد سے شرف میں ہو کلیسا بڑھ کر
دیار ان بھولے سے جو آیا وہ ہوا دیوانہ		جمن سے بھی ہے تری دیوار کا سایا بڑھ کر
وحشت پرخار ہے جنت ترے دیوانوں کو	۳	نخل طوبیٰ سے بھی لوگوں کا ہے سایا بڑھ کر
کوئی اس وحشت دل کو مری کم سمجھے		ہوگا سودا ... لڑکوں کا تماشا بڑھ کر
غم ہجرت کا فرشتے پہ تنگ آیا ہوں		زندگانی سے ہے مرنے کی تمنا بڑھ کر
ایسا میں خوش ہوا وصلت کی خبر سننے سے		رنگیا سینے میں وہ ہاتھ کلیجا بڑھ کر

۹۳	حسن جاناں جو ترقی پہ ہی ہے ای اشک کیا عجب ماہ سے ... کیت پا بڑھ کر	۲۲

بڑھ کر ... کس بلا میں عاشق حسن بتاں ہو کر	۲	زمین ... سے بعد مردن آسماں ہو کر
... کیوں ... جگہ ہم ... وہاں ہو کر		لیے ... لینگے مہماں ہو کر
... گم گشتہ میں ہم ایک مدت تک	۵	[illegible] کنعاں میں گرد کارواں ہو کر

۴ بتون کا عشق ہی رکہتا ہے کیا خاصیت عنقا — کہ مشہور خلایق ہوگیا دلمین نہان ہوکر

نہ کیونکر ہو گمان جنت کا اس بت روی رنگین پر — سمائی ہین تری انکہون مین حورین پتلیان ہوکر

ترے کشتون مین عالم ہے جو انکو رقص بسمل کا — دکہائینگی تماشا شب کو رحین پتلیان ہوکر

ہوئی سیر چمن جاتے ہین وہ ہمراہ غیرون کے — بہار آئی گلستان مین نصیب دشمنان ہوکر

ارادہ ذبح کا مجہہ سخت جان کے ہو جو قاتل کو — دکہائین سختیان سے گہای گردن استخوان ہوکر

یہی گرعذ بالفت ہے دل بیتاب کا اپنے — دہان زخم مین خنجر نہ رہجائے زبان ہوکر

ملا جاتا ہے غازہ آج پہر رخسار جانان پر — دکہائین گے ہمین صورت بہار بوستان ہوکر

سلجہتے ہی نہین گیسوئی پرخم لاکہ سلجہا ہین — پریشان اور کرتی ہین ہمین یہ گتہیان ہوکر

شب فرقت مین ایسی ناتوانی نے ترقی کی — مری آہ جگر رہ گئی آتش فشان ہوکر

۵ تمہاری گیسوی پیچان کا عالم گیر ہے سودا — سمایا ہر رگ و پی مین ہر اک انسانکے جان ہوکر

دکہائینگے وہ اک طرفہ تماشا اہل محفل کو — اُڑینگے مشک نافے زلف کی بوسی دُہوان ہوکر

تجسس مین پرستارونکو سارا دن گذرتا ہے — ہوا ہے زار ایسا جسم اپنا ناتوان ہوکر

زوال حسن مین گرہو وصال یار کی صورت — دکہائیگا بہار تازہ پہر گلشن خزان ہوکر

ہی تسکین یہ لوگون نے خبر مشہور کردی ہے — ہماری گہر نہ آئے شادی و غم توامان ہوکر

شنائی ہے صدا بلبل تمنائے اسیری مین — کبہی صیاد جو گذرا قریب آشیان ہوکر

ہرا کیہ نگر نہ سوجہے رند ہی ساون کے اندہے مین — نظر آتی ہے ہر شی ڈالیون مین گلچکان ہوکر

خدا ہی اب چہڑالے قید سی ہمکو تو چہوٹین ہم — پری ہے پانون مین وہ زلف پیچان بیڑیان ہوکر

بہ گرداب غم مین پہنس گئی تہے غرق ہوجاتے — ہماری آہ نے کشتے نکالے بادبان ہوکر

۹۴	کہڑے در پر دعائین مانگتے ہین **اشک** دلمین ہم الٰہی گہر مین وہ اپنے بلالے مہربان ہوکر	۲۰

ہوا حاصل یہ عشق گیسوی عنبر فشان ہوکر
بدن سے اپنے جان ناتوان نکلی دہوان ہوکر

ہوا جسم ونسے ہمکو تری دیوار کا سایا
بلائین گہر مین شب بہر ناچتی ہین پُتلیان ہوکر

بتون کی بزم مین کیونکر نہ وجد صوفیانہ ہو
کرین جب رقص یہ جادو کی پتلی پتلیان ہوکر

بہلا دس بیس تو نشتر ہمارے ہاتہ پر ٹوٹین
رگِ سودا یہ رہجاے الٰہی استخوان ہوکر

در و دیوار سے فرقت مین سر ٹکراتے پہرتے ہین
اندہیرا راتدن رہتا ہے آہونکا دہوان ہوکر

حسینان پری رخسار کی فرقت مین مرتا ہون
اجل آئیگی بالین پر مرے حورِ جنان ہوکر

پس از مردن ہمارے داغ حسرت رنگ لاتے ہین
شگفتہ ہوتے جاتے ہین چمن مین گل خزان ہوکر

بدلواتا ہمارے کون کپڑے دشت وحشت مین
بدن سے پیرہن آخر کو اُترا دہجیان ہوکر

ہوس دل نے نہ کی دنیاے دون مین گہر بنانے کی
رہے ہم اس چمن مین طائرِ بے آشیان ہوکر

رہی ہے لت ہمیشہ سے جو ہمکو دشت گردی کی
موے پر بہی زمانے مین پہرے ریگِ روان ہوکر

یہی چاہت رہی تو یوسفِ دل کا خدا حافظ
ڈبوویگا زنخدانِ صنم اکدن کنوان ہوکر

نقاہت کے سبب نکلے کبہی گہر سے نہ باہر ہم
رہی پانون مین اپنے ناتوانی بیڑیان ہوکر

فراقِ یار مین بزم طرب بہی بزم ماتم ہے
مغنی کی صدا کانون مین آتی ہے فغان ہوکر

کہڑے ہین عاشق بیدل جو اپنی جان پر کہیلے
نگاہین بہی چلی آتی ہین تیر ابروان ہوکر

کیا جو زرد مجکو عشق نے ممنون احسان ہون
ہنسایا تو اُسی غصے مین کشتِ زعفران ہوکر

غضب جلوے دکہاتے ہین مرے گلرنگ کے شیشے
انہین پریون نے دیوانہ کیا زیبِ دکان ہوکر

عنادل کو ہوا صیاد کے گلدام کا دہوکا
جو کہولے زلف وہ گذرے قریب آشیان ہوکر

عداوت دیکہا جس شب وہ میرے پاس رہتا ہے
سناتا ہے رقیب آواز اپنی پاسبان ہوکر

شہادت پائی ان لوگون نے جنکے بخت یاور تہے
ہمہی اک رہگئے ہین قتلگہ مین نیمجان ہوکر

ہمارے عشق کا چرچا تو ہے اے اشک عالم مین

دوستی خرچ کرے زلف نہ دشمن ہوکر
کاٹ کھائیگی کسی دن یہی ناگن ہوکر

خال ہندو کو جگہہ مصحف عارض پہ ملی
ہاتھ قرآن کو لگاتا ہے برہمن ہوکر

رات دن خوف یہی ہے نہ گرے برق کہین
جان کو روگ لیا صاحب خرمن ہوکر

تپش غم مین شب ہجر جو رونا آیا
آگ بھڑکائی مری اشکون نے روغن ہوکر

آبرو کیون نہ ہوا دنی کی جو اعلی سے ملے
گرد رہ ماتھے پہ انکے رہی چندن ہوکر

عقد پروین کو تمنا ہے ہوا ہو رشک قمر
بازوؤن پر تری چپکی رہے جوشن ہوکر

یہی حسرت ہے کہ اک دن تری تلوار اُترے
ہر ثریا کی طرح سے گلے تہ گردن ہوکر

قتل عشاق کے سامان نظر آتے ہین
حسن سینے سے اُبھرنے لگا جوبن ہوکر

نالے کرتا ہے مرے داغ جگر دیکھ کے دل
زمزمے کیون نہ کرے بلبل گلشن ہوکر

تیرہ بختی نے اثر اپنا دکھایا پس مرگ
شمع تربت مری بجھ بجھ گئی روشن ہوکر

اثر جذب محبت جو دکھاؤن اپنا
بت پکارین مجھے ناقوس برہمن ہوکر

تن مین جان آگئی یہان پاؤن کی آہٹ سنکر
وہ مسیحا جو یہین گذرا سر مدفن ہوکر

قتل کرنے کو مرے یار نے مسی تھی ملی
رنگ بگڑا پھول سے وہ لب گل سوسن ہوکر

سر سے پا تک ہے مرا شیشۂ دل چکنا چور
نگہ یار پڑی سنگ فلاخن ہوکر

ناتوانی سے جو وحشت مین الجھے ہین قدم
اُڑ گیا ٹھوکرون سے دھجیان دامن ہوکر

وحشت گردی مین جو سر کا یہی ٹکرانا ہے
آسمان مین کہین رہجائین نہ روزن ہوکر

عارض پُر نور کا جلوہ نظر آیا نہ کبھی
کوچۂ یار مین مدت ہوئی مسکن ہوکر

جو مقدر مین لکھا ہے وہ نہین مٹنے کا
کیا کریگا یہ زمانہ مرا دشمن ہوکر

ہجر جانان مین نہ جیتے ہین نہ مرتے ہین ہم اشک

٩٦	گھر مین سو مرتبہ رہجاتا ہے شیون مو کر	١٥

وارفتہ دِل ہو ہر ذقن رشکِ ماہ پر	کیا قافلہ تباہ ہوا آکے چاہ پر
مجمع دلون کا ہے ذقن رشکِ ماہ پر	پیاسا کہین سے قافلہ آیا ہے چاہ پر
جوبن بہی ڈہل چکا ہر بدلتی ہر رنگ زلف	ہوتی چلی سفید پری کی سیاہ پر
مہلت ندی اجل نے دِن آئے جو وصل کے	مدت کے بعد چرخ اب آیا تہا راہ پر
کچہہ حال کشتگانِ محبت نہ پوچھئے	یہ بہی کہلا نہ قتل ہوئے کس گناہ پر
قیمت سمجہہ کے دِل کی جو دینا ہو دیجئے	یہہ جنس بیچتے ہین تمہاری نگاہ پر
محفل مین گا رہے ہین وہ نازوادا کے ساتہہ	یہان جل رہا ہون غیر کی مین واہ واہ پر
موت آگئی ہمین شبِ فرقت بہلا ہوا	شبخون گرا ہے رنج والم کی سپاہ پر
کہایا ہر زہر کیا خط عارض پہ یار کے	سبزی تمام دوڑ گئی ہے گیاہ پر
دیکہا جو شب کو جلوۂ حسن جمال یار	بنکر چکور چاند گرا رشکِ ماہ پر
دنیا مین وہ بے سروسامان غریب ہون	روتے ہین راہزن مری حالِ تباہ پر
مجہپر بلا جو آئی تہی دشمن پہ ٹل گئی	مارا گیا رقیب مرے اشتباہ پر
مستغنے المزاج ہین اِس در کے خاکسار	ہے فخر ہر گدا کو ترے بادشاہ پر
عاشق کا کیون نہ مارگزیدہ کا حال ہو	لہرا رہا ہے دِل تری زلفِ سیاہ پر

٩٧	ہے تر بتر کفن عرق انفعال سے نام مین ایسے اشک ہم اپنے گناہ پر	٣٣

طرفہ عالم ہے اب اُس مہر کو رخسارون پر	خطِ شبرنگ دہوان ہلکیا انگارون پر
خاتمہ حسنِ صفا کا ہوا دلدارون پر	جڑ دیئے ہین جبلی آئینے رخسارون پر
شک گلون کا ہوا اُس مہر کے رخسارون پر	کبک کی طرح گرین بلبلین انگارون پر

ظلم اب ہوتے ہین زلفون کے گرفتارون پر
روز اک تازہ بلا آتی ہے بیچارون پر

اب قدم بہی کوئی رکہتا نہین ہولی سے وہان
قینچیان رہتی تہین جس باغ کی دیوارون پر

کبہی گذری جو مری حال کے پرچے انکو
قمچیان پڑ گئین اخبار کے ہرکارون پر

ہاتہہ اٹہا کر جو کسی روز دعائین مانگین
آگیا ابر کرم جہوم کے مے خوارون پر

مجہہ سیہ بخت کا احوال خطوط مین ہے رقم
کہین شبخون نہ گرا ہو شترا سوارون پر

بلبلو آتش گل کے نہ سمجہنا یہین داغ
مہرین ہین مہر و محبت کی یہ منقارون پر

عشق ابرو تو صنم کہیل ہر جانبازون کا
نہ یقین ہو تو پہرا لو ہمین تلوارون پر

رنگ زر دیکہہ کے منہہ حشر کے دن زاہد خشک
رحمت آندہی کی طرح آئی گنہگارون پر

کسنے ایجان نظر بہر کے تجہے دیکہہ لیا
پڑ گئے نیل کے دہبے تری رخسارون پر

مر گئی منہہ سے لہو ڈال کے سب عاشق چشم
کر دیا سحر کسینے ترے بیمارون پر

جوشش فصل بہاری سے نہین اسکا عجب
بیل انگورون کی ہو باغ کی دیوارون پر

روئین دل کہول کے اک گل کی جدائی مین جو ہم
تاؤ گلچین کی چلے باغ کی دیوارون پر

مرتبہ الفت مژگان مین ہمپہ سر کا ملا
عاشقون کو ترے معراج ہوئی دارون پر

کر دیا باغ کا در بند اگر گلچین نے
عشق پیچان کی طرح چڑہ گئے دیوارون پر

بلبلو مرگ مبارک ہو وہ صیاد ترے
ہار پہولون کے لپیٹے ہوی دستارون پر

کب حسینونکو ملے عارض رنگین ایسے
پہول دور کہدیئے ہین توڑ کے رخسارون پر

کچہہ تعجب نہین گر ہون رگ جان عشاق
انگلیان اسکی ستاریکی نہین تارون پر

سخت جان دینگے تمہاری صف مژگانکو شکست
منہزم فوج ہو حرف آئیگا سردارون پر

پہاڑی کہاتا ہی مجہے فرقت جانان مین پلنگ
کوڑیالون کا گمان پہولونکے ہے ہارون پر

سادہ گہر ہو گیا عارض کی ضیا سے روشن
نور کی ہو گئی قلعی تری دیوارون پر

رشک ہوتا ہے محبت پہ گل و بلبل کے ‏ غنچے رکھدیتے ہین منہہ پیار سے منقارون پر

قتل پہر ہونے لگے سبزۂ خط کے عاشق ‏ پہر چہری تیز ہوئی اُنکے نمکخوارون پر

دیکے دین و دل و جان مول لیا ہے اُسکو ‏ ہم شرف لے گئے یوسفؑ کے خریدارون پر

دم سے تہی یوسف کنعان کے فقط آبادی ‏ اب وہ رونق نرہی مصر کے بازارون پر

دل و جگر آتش فرقت سے پہکے جاتے ہین ‏ کوہ غم ٹوٹ پڑا ہے مرے غمخوارون پر

ابرؤون پر کیا اُس ماہ لقانے وسمہ ‏ لو سیہ تاب ہوا مغربی تلوارون پر

یار جس روز سے دیکہا ہے ترا حسن و جمال ‏ انگلیان اُٹہتی ہین یوسفؑ کے خریدارون پر

سُنکے نغمے مرے چپ ہوگئے ایسے گویا ‏ مُہرین مرغان گلستان کی ہین منقارون پر

جوشش فصل بہاریسی مہکتا ہے چمن ‏ دوڑتی پہرتی ہے بو باغ کی دیوارون پر

شب غم مجکو ڈراتی ہے بلا بنکر **اشک**
دیدۂ غول کا ہوتا ہے گمان تارون پر

۹۸	**ردیف زاے منقوطہ**	۶

اس درجہ ہے خستہ ترے رنجور کی آواز ‏ جس طرح سے آجاے کبہی دور کی آواز

دیوانہ ہو سنکر بت مغرور کی آواز ‏ نقش جو پری کا ہو تو ہے حور کی آواز

کیا دور تہا مرجاتے جو موسیٰؑ بہی ابل کر ‏ سن لیتے اگر صاعقۂ طور کی آواز

ڈرتا ہون شب ہجر قیامت نہو برپا ‏ نالے مرے رکہتے ہین صنم صور کی آواز

آفت ہے مری جانکو اُس بت کی جدائی ‏ ناقوس سے آتی ہے مجہے صور کی آواز

چپ **اشک** جو ہون بار محبت کو اُٹہا کر
تہکنے سے نکلتی نہین مزدور کی آواز

۹۹	ردیفِ سین مہملہ	۱۵

ہر زمین پر سایۂ زلفِ معنبر آس پاس
یا گنجِ حسن ہی پھرتے ہین اژدر آس پاس

آہ کرتا ہون جو مین گرتے ہین اخگر آس پاس
رہ گیا جل جل کے آخر سارا بستر آس پاس

ہجرِ جانان مین وان ہی چشم سے سیلِ سرشک
موجزن ہی رات دن گویا سمندر آس پاس

اسقدر لڑکون نے پھینکے ہین ترے وحشی پہ سنگ
ہین پہاڑون کے برابر ڈھیر پتھر آس پاس

کعبۂ مقصود ہے عاشق کو بیت الصنم
حجِ اکبر جانکر پھرتے ہین دن بھر آس پاس

اپنے بختِ نارسا کا کیجیے کس سے گلہ
دور ہون عاشق رقیبونکے رہین گھر آس پاس

اک جہان شاکی ہی میری آہِ آتشبار کا
جس محلے مین رہا ہین جل گئی گھر آس پاس

فصلِ گل ہو ساقیِ مینوش ہو بزمِ شراب
بادۂ گلگون سے ہون لبریز ساغر آس پاس

قتلِ عاشق ہو رہی ہین آج قتلِ عام ہے
دل مین کیا خوش ہوگا قاتل دیکھکر سر آس پاس

یہ بہلایا خانۂ صیاد قسمت نے مری
یاد ہی کرتا ہے اُسی گھر کی کبوتر آس پاس

جسم صاف اُسکا ہی پایا ہی قدِ آدم آئینہ
کیون نہ حیرت سے پھری روحِ سکندر آس پاس

لختِ دل گرتے ہین آنکھون سے مری اُسکو نکی چاہ
جانتے ہین سب پڑے ہین یہ گلِ تر آس پاس

عشق مین اک روز ہوتی ہی مری دلکی شکست
ہے بلاؤنکی چڑھائی غم کا لشکر آس پاس

ابروئے قاتل کا رہتا ہی جو دھیان آٹھون پہر
سیکڑون مجکو نظر آتے ہین خنجر آس پاس

اُس قدِ موزونکی الفت مین موا ہون ناشک مین
بیچ مین تربت ہوا اور نخلِ صنوبر آس پاس

ردیفِ شین منقوطہ

بدلے پھولوں کے ہو ہر نخل چمن میں آتش
جا لگی آج تو گلچیں کے بدن میں آتش

بات کرنے میں دھواں منہ سے نکل آتا ہے
آہ سوزاں نے لگا دی ہے دہن میں آتش

ڈھیر پروانوں کی جل جل کے ہوی شمع کے گرد
میں سا ہی سمجھا کہ بھر دی ہے لگن میں آتش

سبزۂ خط جو نہیں پھر یہ دھواں سا کیا ہے
آب کی جا ہے ترے چاہ ذقن میں آتش

وحشت غربت سے کبھی رخ بھی اُدھر کا نہ کیا
جب سے آیا ہوں لگا کر میں وطن میں آتش

داغ دل پر پس از مرگ بھی ٹھنڈی نہ ہوے
جلکے جیا اُن کردن لگی جاے کفن میں آتش

بید مجنوں کے سنا ہے کہ ہزاروں ہیں درخت
نہ بجھے گی جو لگی نجد کے بن میں آتش

دل جلوں کو نہ ستایا کرو اے گلچینو
ہم ابھی چاہیں تو برسا دیں چمن میں آتش

حال پر شمع کے کیا ہنستے ہیں اہل محفل
کیوں نہ روی وہ لگے جسکے بدن میں آتش

گرم آہوں سے جو گھر پھونک دیا کیا بگڑا
لطف جب ہے کہ لگے چرخ کہن میں آتش

گرم اشعار جو پڑھتا ہوں تو جلتے ہیں عدو
اشک میں رکھتا ہوں پوشیدہ سخن میں آتش

۱۰۱	ردیف صاد مہملہ	۸

مضطرب ہوتا ہوں جب کرتا ہے وہ گلفام رقص
میری بیتابی کا رکھا ہے سبھوں نے نام رقص

رنگ ہو ہیں جال کے پھندوں میں پھنس پھنسکر گلو
دیکھے قابل عنادل کا ہے زیر دام رقص

ہر ادا پر صورت بسمل پھڑکجاتا ہوں میں
دے رہا ہے آج مجکو موت کا پیغام رقص

غم نہیں محفل میں بھی اپنی نہ آنے دے مجھے
دور سے دیکھا کرینگے یہ تری ناکام رقص

عاشقان بت نظر آتے ہیں زاہد بھی ہمیں
صوفیانہ رہتا ہے مسجد میں صبح و شام رقص

دیکھکر تابوت میرا دل میں خوش ہونگے رقیب
وجد میں آکر کریگا چرخ نیلی فام رقص

ساقی عیسی نفس شاید لگا دیتا ہے منہہ	گردش پیمانہ ہے یا کر رہا ہے جام رقص

۱۰۲	اشک پریونکو کہان نازوادا ایسی نصیب دیکھکر زاہد پہسلتا ہین ہے اِسکا نام رقص	۸

ہنسکے کہتا ہے اِسے کہتے ہین کیا مستانہ رقص	جانتا ہے مری مینا ہی کو وہ جانانہ رقص
ناز سے اٹھلا کے چلنا اِسطرف اور اُسطرف	ہم اِسیکو جانتے ہین یار معشوقانہ رقص
میکدہ مین رات کو جاکر تماشا دیکھیے	بزم ساقی مین کرینگے شیشہ و پیمانہ رقص
موسم گل مین عروسان چمن کے سامنے	بیحجابانہ کیا کرتا ہے ہر دیوانہ رقص
تہرتہراتے ہین یہ رعشے کے سبب سے دست و پا	یا سِکہا دیتا ہے آکر عالمِ پیرانہ رقص
وصلتِ معشوق مین ہو جاتی ہے خود رفتگی	دیکہتے ہی شمع کو کرنے لگا پروانہ رقص
مے وہ شے ہے رازِ دل کرتی ہے سبکا آشکا	کرتے ہین زاہد پہنکر دلق سالوسانہ رقص

قصرِ شاہانہ تو ہے اے اشک عبرت کا مقام خاک اب اُڑتی ہے رہتا تہا جہان روزانہ رقص

۱۰۳	ردیفِ ضادِ معجمہ	۱۷

رنج سہنے کو دِلِ سخت ہے پتہر کے عوض	چشم تر دی مجہے خالق نے سمندر کے عوض
حور خالق نے عطا کی بتِ خود سر کے عوض	قصرِ فردوس ملا اُجڑے ہوے گہر کے عوض
کام گلزار سے رکہتا نہین دیوانۂ عشق	لختِ دل ہین مرے دامن مین گلِ تر کے عوض
غم نہین روح سے گر قالبِ خاکی چہوٹے	دوسرا دیگا خدا گہر مجہے اِس گہر کے عوض
پاس اِتنا تو پس از مرگ کیا لڑکون نے	پہول مرقد پہ چڑہانے لگے پتہر کے عوض
ہوگا وصل اُس بت کافر سے کہا تہا اُسنے	نقدِ دل دینگے برہمن کو نچہاور کے عوض

چشم فتّانِ پریوش کا مین دیوانہ ہون
فصد کو موے مژہ چاہیے نشتر کے عوض

بدلے ہونٹون کے ملے بوسۂ خطِ عارض
زہر ہی دے وہ بلا سے مجھے شکر کے عوض

بھیجا خط ہمین منظور ہو گر اُس بُت کو
طائرِ قبلہ نما جائے کبوتر کے عوض

اے صنم ترکِ رہ و رسمِ محبت نہین خوب
آدمی آیا کرے تیرا پیمبر کے عوض

رات بھر خوب جلایا تبِ فرقت نے ہمین
سوے انگارونپہ ہم پھولونکی چادر کے عوض

رو گیا آکے مری قبر پہ اِک معدنِ حسن
ڈھیر مین موتیونکے پھولونکی چادر کے عوض

آجکل عطر لبانے کے لئے سب عطار
مو تری زلف کے لیجاتے ہین عنبر کے عوض

لبِ لعلین کے تصور مین ٹپکتے ہین جو اشک
دانے یاقوت کے بنجاتے ہین گوہر کے عوض

قبرِ مجنون پر اگر لے گئی وحشت مجکو
لختِ دِل لیکے چڑہاؤنگا گلِ تر کے عوض

ساقیا دور سے آتے ہین تری در کے فقیر
بھر دے کشکول مین مے آج تو ساغر کے عوض

پانو مین وادی وحشت کے ہین چھالے اے اشک
چاہیے خارِ مغیلان ہمین نشتر کے عوض

۱۰۴	ردیف طاے مہملہ	٦

کوئی پہنچا دے مسیحا کو یہ بیمار کا خط
اِتنا کہدے کہ ہر اک مدّالفِ بیدار کا خط

قتل جب اُسکی نزاکت ہی مجھے کرنے دے
نہ پڑا جسم پہ میرے کبھی تلوار کا خط

قاصدِ یار پہ ہو مجکو پیمبر کا گمان
وہی سمجھون اُسے دہر لاکے جو دلدار کا خط

حاشیہ لکھا ہی کیا جوہری نے قرآن پر
خطِ یاقوت ہے سارا ترے رخسار کا خط

پھر گئی موت کی تصویر مری آنکھونمین
لے کے جلاد جو آیا ہے مری یار کا خط

٨ نامہ بے نام و نشان ہمنے جو بھیجا اے اشک

ہنس کے کہنے لگے ہے یہ اُسی مکار کا خط

۱۰۵	ردیف ظائے معجمہ	۹

اُڑاتا پھرتا ہے جو خاک چارسو واعظ
شراب کی تو نہ کرتا ہے جستجو واعظ

بتون کا نام جو لیتا ہے منہہ سے تو واعظ
اُتر کے پہلے تو منبر سے کر وضو واعظ

پڑہ کے وصف نہ کر حورِ خلد کا ظالم
نہ جھوٹ بول کے کہو اپنی آبرو واعظ

ہمارے کوے بتان کی بھی دیکھلے چل کر
اگر تو خلد کی رکھتا ہے آرزو واعظ

نہ تھا شباب مین شوق شراب و وصلِ بتان
نہ سچ کہے تو پیئے تو مرا لہو واعظ

بتون سے حسن زیادہ ہو حورِ جنت کا
قسم تو کعبہ کی کہا ہو کے قبلہ رو واعظ

بدلکے بھیس کسی روز آ تو بیٹھے ہر
چھپا کے لادون تجھے می کا اِک سبو واعظ

عجب نہین کہ جو ساقی پہ لوٹ ہو جائے
صراحی دار اگر دیکھ لے گلو واعظ

کسیکا ہمنے بگاڑا ہے کیا کہو اے اشک
ہوا ہے رند و نکا کیون اِسقدر عدو واعظ

۱۰۶	ردیف عین مہملہ	۱۰

گور پر حسرت زدو نکو رہتی ہو پروانہ شمع
ضد سے آ آکر بجھا جاتا ہے وہ جانانہ شمع

چپکے چپکے آنسوؤن سے رو رہی ہے بزم مین
گوشِ دل سے سنتی ہو پروانون کا افسانہ شمع

دشت وحشت مین اندہیرا ہو تو کچھ پروا نہین
ہے برائے روشنی داغِ دلِ دیوانہ شمع

مغتنم ہو دو گھڑی کی یہ بھی صحبت پھر کہان
بیٹھ کر رو لے قریبِ لاشۂ پروانہ شمع

پڑگیا ہو عکس کس کے روئے آتشناک کا
جل اُٹھی می بنگیا ہو بزم مین پیمانہ شمع

مرتے ہین جل جلکر پروانے اُسے کچھہ غم نہین
آپ سے سیکھی ہے شاید طرزِ معشوقانہ شمع

دوڑکر اُس شعلہ رو کے پانو پر گرتا ہون مین
پھر کہین رکھتا ہے جسدم دیکھہ لے پروانہ شمع

داغِ دل کا میرے شکر ذکر فرماتے ہین وُہ
مر گیا کیا لیکے پھرتا تھا جو اک دیوانہ شمع

پردۂ فانوس مین ہو گی نہ کیا عاشق کشی
پہنے زاہد کی طرح گو دلق سالوسانہ شمع

رات اندھیری ہجر کی کیونکر کٹے گی مجھسے اشک
آتے آتے بھولجاتی ہے مرا کاشانہ شمع

۱۰۷ — ردیف غین معجمہ — ۱۱

مس مری آنکھین ہی تیری دید روشن ہین چراغ
ہے صفِ مژگان و یار کھہ ہن چلمن مین چراغ

برق سے مینے بچایا اسپہ یہ آفت پڑی
رکھہ دیا لاکر کسینے میرے خرمن مین چراغ

اِس لئے اُس بت نے چھینا ہے دلِ داغی مرا
جاکے رکھدیگا کسی دیر برہمن مین چراغ

اسطرح ہے عارضِ پرنور وہ زیرِ نقاب
جیسے فانوسِ خیالی کے ہو دامن مین چراغ

داغِ دل سے روشنی بڑھکر کسی شی مین نہین
کھیت لالے کا ہے یا جلتے ہین گلشن مین چراغ

دیر مین راتونکو کرتا ہے کسیکی جستجو
دیکھتا ہون روز مین دستِ برہمن مین چراغ

مین بہلنے کو ساتھ لایا تھا نہ ہوتا داغِ عشق
ورنہ راتونکو کہانسے آتا مدفن مین چراغ

غنچۂ گل دیکھکر کہتا ہے جلکر باغبان
رکھہ گیا یہ کون بلبل کے نشیمن مین چراغ

مین یہ سمجھا معجزہ موسیٰ کا ہاتھ آیا اُسے
چور مہندی کا ہے دستِ شوخِ پرفن مین چراغ

دستِ نگین سے کیا ہے ذبح اُس جلاد نے
خون کی دھارین بنی ہین میری گردن مین چراغ

پاس رہجائے نہ کچھہ ایرا اشک شبکا وقت ہے
جی مین ہے دیدون جلا کر دستِ رہزن مین چراغ

۱۰۸	رَدِیفِ فائے موحّدہ	۱۵

رہا برسوں مرے رونے کا اثر چار طرف	ساتھ لیکر جو پھرا دیدۂ تر چار طرف
غم کے سامان ہین بپا شام و سحر چار طرف	میری مرنیکی جو پہنچی ہے خبر چار طرف
چھٹ گیا ہاتھ سے صیاد کے کیا طائرِ دل	ڈھونڈتا پھرتا ہے شہباز نظر چار طرف
اِسطرف سے کوئی روکر کہ اُدہر سے ہنسکے	راہ چلنے مین لچکتی ہی کمر چار طرف
دِہیان قاتل کو تب آیا مری رسوائی کا	جب پھرایا گیا بازار مین سر چار طرف
خاک مین مِلگیا شاہون کا تجمّل پسِ مرگ	ٹھوکرین رہروونکی کھاتا ہے سر چار طرف
کس کی ہر جلوہ گہِ ناز ہیہ بزمِ عالم	چاندنی لاکے بچھاتا ہے قمر چار طرف
وحشتِ دل سے مین جاجا کے جو ٹکرایا ہون	آسمان مین نظر آنے لگے در چار طرف
نگہِ ناز کے وہ تیر چلے ہین پیہم	بنگیا خانۂ زنبور جگر چار طرف
خانۂ دِل مین کسی روزنہ کی ہمنے تلاش	ڈھونڈ کر بیٹھ رہے یار کا گھر چار طرف
گرمۂ نار کا لوگون کو گمان ہوتا ہے	ایسے پھیلے مری آہون کے شرر چار طرف
خود بخود آگ لگ اُٹھتی ہی ہر اک جنگل مین	آجتک ہی مری آہون کا اثر چار طرف
نوچکر پھینکتا ہے موسمِ گل مین صیاد	اُڑتے پھرتے ہین ہوا مین مرے پر چار طرف
غیر کہہ آتے ہین کیا وصلتِ جانان کی خبر	شام ہوتے ہی جو بجتے ہین گجر چار طرف

۱۰۹	وحشتِ دل مجھے رہنے نہین دیتی اے اشک مثلِ پرکار کے ہے گھر مین سفر چار طرف	۲۱

وحشتِ دل لے ہی نکلے گی مقرر اِک طرف	شہر چھوٹا چاہتا ہی آجکل گھر اِکطرف
کس مصیبت مین پڑی ہی اپنی جانِ ناتوان	دشمنی اُسکو بُرائی پر مقرّر اِکطرف

گھر بنایا ہے زمین کا وحشتِ دل نے مجھے — دشت گردی ہے گلی کوچونکا چکر اکطرف

رات دن ہے در پے ایذا رسانی چرخِ دون — کر رہا ہے مجھہ سے بل میرا مقدر اکطرف

دل جگر ہین دشمنونکو اپنے جا دیتے ہین ہم — اِکطرف تیرِ نگہہ مژگان کا نشتر اِکطرف

کوئی اتنا بھی نہین جو دفن کر دے بعد قتل — لاش مقتل مین پڑی ہے اکطرف سر اِکطرف

ہیچکر پہچانے خط اُس شوخ ہرجائی کو ہم — نامہ بر حیران تباہی مین کبوتر اکطرف

کم سنی کا کچھہ سبب ناتجربہ کاری بھی کچھہ — اِکطرف قاتل گرا غش کھا کے خنجر اکطرف

آپ چلیئے ناز سے رستے مین ہم نالے کرین — اِکطرف ہو صور کی آوازِ محشر اکطرف

موسمِ گل کی ہر اک بھٹی پہ ہین ستیا یان — اِکطرف مینائے مے رکھے ہین ساغر اکطرف

گھر گیا آفت مین مژگان سے محبت کر کے مین — اِکطرف ہے فوج نم ترکون کا لشکر اکطرف

ہو گئی سودے مین مجکو آتش افروزی کی خو — آگ صحرا کو لگا دی جل گیا گھر اکطرف

رُخ پہ غازے کی پھبن ماتھے پر افشان کی بہار — ماہِ انور اکطرف خورشید خاور اکطرف

ساز و سامان کی کِسے گردون دونسے ہے ابا مسند — بوریا تک یہان نہین سونے کو بستر اکطرف

فرقتِ دلدار مین اس مرتبہ رویا ہون مین — اِکطرف اشکونکا دریا ہے سمندر اکطرف

فصلِ گل ہے گرم بازارِ جنون ہے آجکل — جس کو کانین دیکھیئے رکھے ہین پتھر اکطرف

دِل مرا عشق لب و دندان سے مالامال ہے — اِکطرف یاقوت احمر سلک گوہر اکطرف

ڈھونڈتے پھرتے ہین کہان نکو سگان کوئے دوست — لاش مقتل مین نہین ملتی مری سر اکطرف

کوچہائے زلف مین ظلمات سے بڑھکر سیاہ — خضر کو رستہ نہین مِلتا سکندر اکطرف

وقت کا اپنے سلیمان ہے مرا بلقیس وش — نامے لیکر ہدہد آتے ہین کبوتر اکطرف

[illegible]

حشر کا ڈر کا نہین کچھہ ہم گنہگارونکو **اشک** — اِکطرف حیدرؑ مددگو ہین پیمبرؐ اکطرف

[illegible]

۱۱۰	ردیف قاف	۱۰

زلفون کی دل کو یاد جو آئی شب فراق
دو چار ہاتہ اور بڑہ آئی شب فراق

مرنے کے بعد دیکھہ کے تاریکیٔ لحد
کہتا ہے دل کہ بہاگ پہر آئی شب فراق

مر پٹ کے کاٹ دینگے دلا آجکی بہی رات
کوئی نیا جو سانگ نہ لائی شب فراق

اتنی بہی آدمی کی نہو آہ بے اثر
تہی پہلجہڑی و یا کہ ہوائی شب فراق

اک حال پر سہے یہ زمانہ محال ہے
گر آج بچگئی تو کل آئی شب فراق

ساتون فلک زمین پہ ٹکرا کے گر پڑے
کی آہ نے ذرا جو رسائی شب فراق

افتادہ یہ نئی ہے کہ جلکر جو آہ کی
لپٹے ہین سر پہ سقف کر آئی شب فراق

وارفتہ جمال صنم ہے تمام خلق
اک حشر ہو گیا جدہر آئی شب فراق

ہوتا ہے درد سر مجہے بوی شراب سے
کیون جوش کہا کے یہ گل آئی شب فراق

۱۱۱	کیا کہیئے کسطرح سے کٹی رات ہجر اشک تہی مردفی سی چہرہ پہ چہائی شب فراق	۱۷

کیا جنون پیچہا نچہوڑینگے مرا زنجیر و طوق
بنگئے ہین جان کو میری بلا زنجیر و طوق

غیر کا حصہ نہین کچہہ دلربا زنجیر و طوق
ڈہونڈے ہین تیری وحشی کا گلا زنجیر و طوق

ناتوان ایسا ہوا ہون گر کر اٹہہ سکتا نہین
بنگئی ہین رہرو نکی نقش پا زنجیر و طوق

طی کسیصورت نہو گی وادی وحشت کی راہ
ہر قدم پر بنتی ہے موج ہوا زنجیر و طوق

فصل گل مین بڑہگئی ہے اسقدر کاہیدگی
کہنچتے ہین خود برنگ کہربا زنجیر و طوق

تارک دنیا ہر دو ن ہوتے ہین یون غزلت گزین
بنگئے گو یا کہ نقش بوریا زنجیر و طوق

الفت گیسو مین کالے سانپ ہین لپٹے ہوے
پانون چہوڑینگے نہ چہوڑینگے گلا زنجیر و طوق

ایک مدت کیا مرے قید والم کو ہوگئی
خود مصیبت میں ہیں گویا مبتلا زنجیر وطوق

اک بت ترسا کی الفت میں ہوا ہوں میں اسیر
کیا تعجب ہے جو ہو ارگن کی صدا زنجیر وطوق

قید کو بھی ہم اسیرونکی زمانہ ہو گیا
گھستے گھستے ہوگئے ساری فنا زنجیر وطوق

ایک مدت سے گرفتار بلائے عشق ہون
دیکھکر وہ قیدیون سارے آشنا زنجیر وطوق

وحشت گردی کی بھی آفت سے بچا آئے ہی
فصل گل میں بھیجدیتا ہے خدا زنجیر وطوق

وادی وحشت میں ہے کسکی گرفتاری کی فکر
جو گیا وہ ساتھ اپنے لے گیا زنجیر وطوق

قید کی حاجت گرفتارِ محبت کو نہیں
مجکو ایک اک موی گیسو ہے ترا زنجیر وطوق

صورتیں پریونکی بن بنکر دکھاتا ہے جنون
بنگئے ہیں آئینہ ہوکر صفا زنجیر وطوق

گھس گئی ساری مری پا و گلو کی استخوان
ہڈیان کھانے لگے مثلِ ہما زنجیر وطوق

اس بلا سے **اشک** مرنے پر بھی چھٹکارا نہیں
بنگیا ہے عشق گیسوئے رسا زنجیر وطوق

۱۱۲	ردیفِ کاف عربی	ے

کوئی تو ہوگا خدا ترس یار ایک نہ ایک
جلا ہی دیگا چراغ مزار ایک نہ ایک

رہیگا پاس مرے گلعذار ایک نہ ایک
پھنسیگا دام میں اپنے شکار ایک نہ ایک

حسین خود آئینگے جبتک شباب کے دن ہیں
کھلائیگی گل تازہ بہار ایک نہ ایک

تمہارے گیسوؤن کے دام کو خدا رکھے
کسیدن آہی رہیگا شکار ایک نہ ایک

رہیگی یاد تری بیمروتی اے چرخ
بنا ہی دیگا ہمارا مزار ایک نہ ایک

جو دل نہو تو جگر ہوگا اپنے پہلو میں
رہیگا پاس مرے غمگسار ایک نہ ایک

فراق کا کبھی وصل کا کبھی رقیب کا رشک

جگر مین چبھتا ہے ای اشکؔ خار ایک ایک

۱۱۳	ردیف کاف فارسی	۱۰

پڑگئی ہے رشک سے ایسی دل دشمن مین آگ
جا کے رکھدیتا ہے چپکے سے مرے خرمن مین آگ

بعد مردن آتش داغ الم بڑھتی گئی
رفتہ رفتہ بھر گئی ساری مرے مدفن مین آگ

لو چراغونکی لگین دینے گیا جسوقت ذبح
جا بجا خون گویا بھری تھی ہر رگ گردن مین آگ

دید کے قابل ہے ای دل جوشش فصل بہار
گل نہین شاخونپہ ہے چارونطرف گلشن مین آگ

آتش گل کو ہوائے باغ بھڑکانے لگی
یا الٰہی جا کے گلچین کے لگی دامن مین آگ

آب تلوارونکو دینے کا سبب کھلتا نتھا
جب شرر نکلی تو سمجھی ہے دل آہن مین آگ

جھانکتا ہے آکے راتون کو جو ترک شعلہ رو
لوگ کہتے ہین کہ ہے دیوار کے روزن مین آگ

سر سے پا تک کھائی ہین اُس یار کے چھلونکو گل
ہے تن خاکی کے بدلے میرے پیراہن مین آگ

پان کی سرخی دہن مین دیکھکر کہتا ہون مین
یار نے میرے لگادی ہیرے کی معدن مین آگ

داغ دل کی اڑ رہی ہین چارسو چنگاریان
رات دن ای اشکؔ رہتی ہے مری گلخن مین آگ

۱۱۴	ردیف لام	۲۲

آتے نہین نظر ہمین وہان آج چار پھول
کل جس چمن مین دیکھے تھے بے شمار پھول

درکار ہین کسے تری فرقت مین یار پھول
بچھو ہین سانپ ہین مرے نزدیک ہار پھول

نام خدا ہے کیا چمن حسن پہ بہار
نرگس ہین آنکھین یار کی دونون عذار پھول

رہتے ہین ہجر مین تر و تازہ یہ داغ دل
فصل خزان مین دیتے ہین کیا کیا بہار پھول

اسباب عیش کاہش جان ہی فراق مین
چنگاریان ہین مجکو شب انتظار پہول

جوبن پر آجکل ہین حسینان گلعذار
کیا کیا دکہاتا ہے چمن روزگار پہول

نالان ہین کسکو واسطے دن رات بلبلین
غم مین کسیکے رہتے ہین خود دلفگار پہول

اپنے دماغ مین ہی پسینے کی اُسکے بو
تسکین نہوگی کوئی سنگہاے ہزار پہول

بیوجہہ چاک چاک نہین ہے قبائے گل
کیا جانین کسکی غم مین ہین یہ سوگوار پہول

گر فاتحہ بہی پڑہنے کی توفیق اُسے نہو
رکہدے لحد پہ دور کہڑی ہوکے چار پہول

خالی نہین حسین بہی کدورت سی دہرکی
آتے ہین ہر چمن مین نظر پر غبار پہول

گہیرے ہوی ہین مجکو حسینان گلعذار
ہین ایک عندلیب کے خواہان ہزار پہول

ہم دل جلا بجہا جو پئے نذر لے گئے
کہتے ہین لیکے کرون یہ داغدار پہول

ہم وحشیونکو نام و نشان سی غرض نہین
لازم ہی نقش ہون سر لوح مزار پہول

ہوگا اُسی نواح مین فرہاد کا مزار
لیجاتی ہے صبا جو سوے کوہسار پہول

بیوجہہ شاخ سے نہین گرتے ہین ٹوٹ کر
اُس گل کے اشتیاق مین ہین بیقرار پہول

تجہپر نثار ہونے کی حسرت گلون کو ہی
گرتے ہین ٹوٹ ٹوٹ کے بے اختیار پہول

پہنستی ہین آکے دام محبت مین بلبلین
صیاد ہین جو کہیل رہی ہین شکار پہول

حسرت مین دید گل کی جنون ہوگیا مجہے
جن کی طرح سے ہین مری سر پر سوار پہول

بیجا گلو پہ قطرۂ شبنم کا ہے گمان
ہین بلبلون کے حال پہ سب اشکبار پہول

سنتے ہین گوش دل سی بہلا بلبلونکی کب
فصل بہار مین ہین ہوا پر سوار پہول

۱۱۵	مفلس ہون گو بہار مین اے **اشک** غم نہین مجکو پلائیگا مرا پروردگار پہول	۱۹

لوٹے ہین ساری حسین سنکے وفاداری دل
دیکہیئے کرتا ہی اب کون خریداری دل

دوش پر چھوڑتے ہیں زلف کو بل دے دیکر
جب سے ہے مد نظر اُنکو گرفتاری دل

عشق کا روگ برا پیچھے لگایا اپنے
اب مسیحا سے بھی جاتی نہیں بیماری دل

جال پھیلائے بہت زلف میں لیکن یہ پھنسا
یار بھی مان گیا دیکھہ کے ہشیاری دل

غول کے غول حسینوں کے چلے آتے ہیں
گرم بازار ہے اللہ رے خریداری دل

کثرت داغ سے اک تازہ چمن پھولا ہے
بلبلیں لوٹ گئیں دیکھہ کے گُلکاری دل

ہجر کی رات غم و رنج و الم میں گذری
شب عاشور سے کم تھی نہ عزاداری دل

قدر ہوتی ہے پس از مرگ مثل ہے مشہور
روئینگے یاد جو آئیگی وفاداری دل

رات بھر ہجر میں رونے کی صدا آتی ہے
سوگواروں سے بھی کچھہ بڑھ گئی ہے زاری دل

سخت تھا معرکہ عشق مگر جیت لیا
بڑھ گئی سام و نریما سے جگرداری دل

دیکھیے حشر کو کیا ہوتا ہے اسکا انجام
دنپہ دن بڑھتی ہی جاتی ہے سیہ کاری دل

رنج پر رنج دیئے یار نے اور داغ پہ داغ
نہیں معلوم کہ اب کیوں ہے طلبگاری دل

عشق کے نام سے اب تو ہمیں تپ آتی ہے
کیا کہیں آپ سے ہم باعث بیزاری دل

رنج میں ساتھ کسیکا نہیں دیتا کوئی
غیر تو کیا ہے جگر سے نہوئی یاری دل

ایسے دنیا میں نہونگے کہیں دشمن دوست
جا کے دیکھے کوئی زلفوں میں ہواداری دل

سامنا رہتا ہے ہر روز نئی آفت کا
سچ تو یہ ہے کوئی کب تک کرے غمخواری دل

جنس نایاب یہ خاطر سے تمہیں دیتا ہوں
لو اسے ہوسکے تم سے جو خریداری دل

ڈوب جاؤنگا میں دریا میں لہو کے اکدن
شب فرقت جو رہیگی یونہیں خونباری دل

عیش و راحت کو ہے محتاج غم دوری سے
آجکل بڑھ گئی ہے **اشک** یہ ناداری دل

خونریز ہے یہ ترک کی شمشیر تبسم
حیرت میں ہے خود کاتبِ تقدیر تبسم

بے وجہ نہیں کہتے ہیں شمشیر تبسم
تلوار ہی کی شکل ہے تصویر تبسم

عکس دُرِ دندان سے نہیں لب پہ شگفتہ
برگِ گل تر پر ہے طباشیر تبسم

جب تذکرہ حضرت موسیٰ پہ ہنسے وہ
ہم غش ہوئے اللہ ری تاثیر تبسم

ہنسنے نے ترے قیدِ محبت میں پھنسایا
بیڑی مرے پانوں کی ہے زنجیر تبسم

ہیں خضر و مسیحا مری صیاد کے نخچیر
اک صید ادا ایک ہے نخچیر تبسم

ہر شام میں ہے زلف سیہ فام کا عالم
ہر صبح میں ہے یار کی تنویر تبسم

ہے تذکرہ ہنسنے کا یہ کس حور لقا کے
ہر موج میں کوثر کے ہے تصویر تبسم

کشتہ ہوئی وہ بس جو ہنستے ہوئے دیکھا
یہ تیر ہے اُس ترک کی شمشیر تبسم

ہنس ہنس کے مجھے قتل کیا گالیاں دیدیں
کچھ بس نہیں ہوں تابعِ تقدیر تبسم

ہر مرتبہ رونے پہ ہمارے وہ ہنسا
او ترک کلیجے پہ لگا تیر تبسم

ہاتھ آگیا دل ہنستے ہی ہنستے جسے تاکا
عالم کو حسین کرتے ہیں تسخیر تبسم

گریان عوض خندہ ہوں اعمال نے بوچھر
رونے کے برابر نہیں توقیر تبسم

شاید ترے ہنسنے کا گلستاں میں ہے چرچا
کچھ بلبل و گلچیں میں ہے تقریر تبسم

١١٧	اہرِ اشک گل آتے ہیں ہنسنے میں جو آنسو برعکس نظر آتی ہے تاثیر تبسم	١٨

کبھی بھولے نہ لائے کچھ ثمر ہم
عجب آفت رسیدہ ہیں شجر ہم

کھلیں اتنا تو اے یادِ کمر ہم
کہ آنکو بھی نہ آئیں پھر نظر ہم

گذشت ہے راہ کیا ملکِ عدم کی
نہیں معلوم جاتے ہیں کدھر ہم

وجودِ عالمِ امکان نہ ہوتا
نہ رکھتے بند اگر یہ چشمِ تر ہم

کفن پہنا دیا اک بعد مردن — چلے یہ لے کے اسباب سفر ہم

جدائی شاق ہے گو طفل دل کی — نہیں دیتے ہیں یہ لخت جگر ہم

عدم کو بھیجدے شاید وہ قاتل — ہیں گھر سے باندھکر آئے کمر ہم

کترڈالے گا فصل گل ہیں صیاد — لگا لیں ہی اگر کچھ بال و پر ہم

پئے رخصت جو آئے ہیں دم نزع — ادھر وہ رو رہے ہیں اور ادھر ہم

اگر صیاد نے کی قدر دانی — سنا دین گے کبھی دو چار گھر ہم

نہ اٹھیں گے شب فرقت کے صدمے — نہیں بچنے کے ظالم تا سحر ہم

نہ پوچھو ہمصفیر و ظلم صیاد — قفس میں ہی رہے بے بال و پر ہم

وہ کہتے ہیں دل وحشی دکھا کر — پکڑ کر لائے ہیں یہ جانور ہم

بلا مرنے پہ گر جسم مثالی — بدل لیں گے خوشی سے پھر تو گھر ہم

دیا ہے جب سے اک سفاک کو دل — ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں سر ہم

عدم کا راستہ کوئی بتا دے — کریں جب ملک ہستی سے سفر ہم

گئی دل سے نہ آخر بدگمانی — چلے خود گھر سے بنکر نامہ بر ہم

کوئی تو اشک آخر قدر کرتا
جو رکھتے پاس اپنے کچھ ہنر ہم

۱۱۸	ردیف نون	۲۷

چمن ہر جوش پر گل آگ کی تاثیر رکھتے ہیں — عبث گلچیں نہیں ہاتھوں میں آتشگیر رکھتے ہیں

جو دل کھائی ہوئی گیسو بت بے پیر رکھتے ہیں — انہیں سے سلسلہ الفت کا ہم دلگیر رکھتے ہیں

نہیں واقف ابھی وہ حال سے ہم دردمندوں کے — یہ نالے صور اسرافیل کی تاثیر رکھتے ہیں

دلِ بیتاب کو اپنے ذرا تسکین ہوتی ہے
ارادہ ہی جو یارِ شعلہ خو کے وصف لکھنے کا
گمان ہوتا ہی دلِ نگارات کو جب تو نکلتا ہے
پھنسے جسبدن سے ان سمین تنونکی قیدِ الفت مین
ضرر پہنچانہ مرغانِ چمن کو آتشِ گل سے
ہوے کشتے ہین عاشق انکے شادیِ مرگ ہو کر
کیا سودائی اُسکو ہنسکے جس سے چار باتین کین
بنایا ہی نشانہ ترک نے جس دن سے ہمکو
بہت روکا مگر کوئی نہ ٹھیرا سینہ و دل مین
ہمارا کیا بگڑ جائیگا دشمن ہے تو ہو گردون
نہوے پہلو مین یا ہم اُس نور پیکر کے تعجب ہے
ہمارے پاس بھی خاکِ درِ جانان کی صُرّہ ہین
نظر آتی نہین اب تک کوئی صورت رہائی کی
نظر جس سے ملی وارفتہ و شیدا کیا اُسکو
تصور کی بدولت وصل حاصل ہے حسینون کا
رہا کرتی ہی یون شانے پر اُسکے زلف خم در خم
حسینونمین رواج اب سر دھرنےکا ہر اک جا ہے
فریبِ عشق بھر جان فرہاد ایک یہ بھی تہا
نہ کیونکر رقص مین اُنکے اشارون پر ہرن عاشق
عجب اُلجھن مین پڑجاتے ہین وہ قفل بہار مین

۴

کسی شب ہم جو پہلو مین تری تصویر رکھتے ہین
قلمدان مین عوض خامے کے آتشگیر رکھتے ہین
تری نقشِ قدم خورشید کی تنویر رکھتے ہین
طلائی نقرئی ہم پائو مین زنجیر رکھتے ہین
یہ منقارین نہین رکھتے ہین آتشگیر رکھتے ہین
لبِ شیرین کے بوسے زہر کی تاثیر رکھتے ہین
یہ بُت اللہ اکبر سحر کی تقریر رکھتے ہین
رگونکی طرح ہم سارے بدن مین تیر رکھتے ہین
غضب کا توڑ اُس ناوک فگن کے تیر رکھتے ہین
کوئی املاک رکھتے ہین نہ ہم جاگیر رکھتے ہین
کہ جس جا شمع ہوتی ہر وہین گلگیر رکھتے ہین
مہوس نارِیل بھر بھر کے جو اکسیر رکھتے ہین
اسیرانِ غمِ فرقت عجب تقدیر رکھتے ہین
حسین آنکھون مین گویا سرمۂ تسخیر رکھتے ہین
ہمیشہ اک بغل مین چاند سی تصویر رکھتے ہین
کہ زیب دوش جیسے دام ماہی گیر رکھتے ہین
یہ خطّے اندنون خاصیت کشمیر رکھتے ہین
حسین ورنہ کہین پروا ہی جو ہی شمشیر رکھتے ہین
زیادہ توڑ ناوک سے یہ دستی تیر رکھتے ہین
جو دیوانے تمہارے پائون مین زنجیر رکھتے ہین

سوی گردون جو دیکھا چشم حسرت سی گہٹا آئی
نہین جاتا کبھی دل سی تصور اُنکی ابرو کا
سحر سی شام تک میلا سا مشتاقون کا رہتا ہے

دعا مین رند بادہ نوش بھی تاثیر رکھتے ہین
گلا و نزاکت گویا ہم تہہ شمشیر رکھتے ہین
تیر بازار ہم جسدن تری تصویر رکھتے ہین

۱۱۹	کسیدن بھی جگر بگڑ گئے ہوے اے اشک وہ آیا اثر کیا خاک اپنے نالۂ شبگیر رکھتے ہین	۱۳

نہ فتنے اُٹھے ہون ایسا کوئی مقام نہین
بہاؤ خون جہانتک تمہارا جی چاہے
پر ہمارے حسینون کا بادشاہ ہے تو
جمال یار کے شایق بہت کلیم نہون
بھلا یہ گتھیان کاہیکو ہے سلجھین گے
جب آیا سامنے ساقی جھک گئین آنکھین
مطیع حکم ہر سب جہان یہ جا کے رہے
تمام عمر کٹی حال دل کے لکھنے مین
ہوا نہ بدہی ہر یہ پیر مغان کی ان روزون
حسین بھی کتنے تلون مزاج ہوتے ہین
نصیب الٹ گئے قاتل کا کیا قصور ہمین
وہ آج گھر سے مقرر کہین سدہارے ہین

غضب ہر قہر ہر آفت ہے وہ خرام نہین
خدا کا ڈر نہین کچھہ خوفِ اِنتقام نہین
ہوا پہ طرہ گیسوے مشک فام نہین
جو دلمین سمجھے ہین اپنے یہ وہ مقام نہین
بلاے جان ہے دلا گیسوؤن کا دام نہین
ہے آفتاب ہتیلی پہ مے کا جام نہین
حرم مین دیر مین کس جا بتون کا نام نہین
مزا تو یہ ہے کہ مطلب ابھی تمام نہین
کہ ڈر کے کہتا ہر قاضی بھی مے حرام نہین
ثبات قول نہین بات کو قیام نہین
کہ فرد مین شہدا کے ہمارا نام نہین
ہر اک کی چشم تمنا جو سوے بام نہین

۱۲۰	نہ اشک خوفِ بتان کر بقول آتش کے خدا جل شانہ نہین یہ پیمبر صلعم نہین امام علیہ السلام نہین	۲۵

رہا ہر فصل گل مین جو شیر دیوانہ پن برسون
ہمارے چشم سے اُتری ہین پہنکر پیرہن برسون

جلے ہین آتش رنج والم سے جان و تن برسون
رہا ہی درپئے ایذا وہ طفل جہسن برسون

بچانا تہا خدا کو یہ طرح سے بچگیا ورنہ
رہا ہے گہات مین میری وہ ترک تیغ زن برسون

ہوی وصلت کے سامان غیب سی قدرت خدا کی ہی
بتو نکو آگے بہڑکایا کئے ہین برہمن برسون

وہ ہنگامے ہوی برپا مری وحشت کی باعث سے
رہی ہے درہم و برہم بتون کی انجمن برسون

کہان تک انتظار ای موت ہو شبہای ہجران مین
مری بالین سر رکہا رہیگا کیا کفن برسون

حضور بلبل نالان نہ چٹکے گی کلی گل کی
الجہا ئیگی نہ گہونگٹ شرم کے مارے دلہن برسون

نہ پایا کچھہ ثمر جز داغ عشق لالہ رویان مین
ہرا اپنے خون دل سی ہمنے سینچا یہ چمن برسون

کسی شیرین ادا کا ناز اٹہانا کار مشکل ہے
پہاڑ و نکو وہان کاٹا کرگیا کوہکن برسون

تجسس مین میان یار کے پہنچے عدم کو ہم
یونہین ہر کوچہ مین ڈہونڈا کیا انکا دہن برسون

خیال زلف پیچان مین عجب الجہن رہی دلکو
تشفی کے لئے سونگہا کئے مشک ختن برسون

قیامت سے نہین کچھہ کم یہ تیرا وعدۂ فردا
یونہین ٹالیگا دم دیکے او پیمان شکن برسون

سہے جور فلک مجھہ ناتوان نے اف نہ کی منہ سے
نبا ہا ہی اسی حالت مین اپنا بانکپن برسون

خجل کیا کیا ہوا فرقت مین اپنی سخت جانی سے
خبر لینے کو خالی پہر گئے ہین گورکن برسون

اگر کچھہ قدر ہو تمکو تو لو ہم مفت دیتے ہین
اسی دل کو رہے خواہان بتان سیمتن برسون

زوال حسن مین آئینہ لیکر دیکہا صورت
رہیگا کیا اسی عالم پہ یہ سیب ذقن برسون

سبب الفت کا مجھہ ہی سی پوچہتے ہو ناتوانی کا
تمہاری ہی محبت مین گہلا ہے یہ بدن برسون

زوال حسن مین اے بت کوئی اب رخ نہین کرتا
انہین قدمونکو خود چوما کئے ہین برہمن برسون

نہ جہیلین سختیان شیرین و شوکت عشق مین کسنے
پہاڑونمین بسر کی ہمنے مثل کوہکن برسون

نہ تہا کچھہ کام جلنے کے سوا آٹہون پہر مجہکو
رہا آتش کا پرکالہ مرا داغ کہن برسون

نہین ممکن کہ یہ ناز و ادا کی چال اسے آئے
سکہا ہی ہی اگر کبک دری کو تو چلن برسون

طبیعت آگئی تھی کچھ دنون وحشی نگاہون پر
پلی ہے سکین دل ہمنے بھی پالے ہین ہرن برسون

اکیلا بیٹھہ کر رویا کیا ہون دشت غربت مین
نہین بھولی مری دل سے محبان وطن برسون

دکھاؤنگا نہ جنس دل کسیکو اپنے مرنے تک
رہینگی تاک مین آخر کہان تک راہزن برسون

۱۲۱

خوشیکا نام بھی اپنی زبان پر اب نہین آتا
سہے اے اشک مینے اسقدر رنج و محن برسون

۲۲

یہی داغون کی کثرت ہے جو اپنے قلب مضطر مین
کسیدن آگ لگجا ہے نہ اس اجڑی ہوئی گھر مین

خدا جانے ابھی کیا کیا خرابی ہے مقدر مین
برا سودا محبت کا سمایا ہے مری سر مین

جو آ نکلا کبھی وہ شوخ مجھ وحشی کی تربت پر
تو عطر گل بہت سا مل گیا پھولون کی چادر مین

پریزادونکو وہ آئینہ رو تسخیر کرتا ہے
سلیمان کی انگوٹھی تو نہین دست سکندر مین

کوئی صورت رہائی کی نہ نکلی ہے نہ نکلے گی
جہانتک آب و دانہ ہے مرا صیاد کے گھر مین

تری خاطر سے ہم بار غم فرقت اٹھا لیتے
توانائی نہین اتنی بھی اپنے جسم لاغر مین

لب شیرین کا بوسہ وصل مین لیتے ہی دم نکلا
مقدر نے دکھائی زہر کی تاثیر شکر مین

بلائے جان عاشق تھا اشارہ انکی ابرو کا
ہوئے ہین دل جگر دونون یہ زخمی ایک خنجر مین

غم فرقت مین وہ آہ شرر افشان نکلتی ہے
کہ شب کو آگ لگجاتی ہے سو سو بار بستر مین

خدائی کے تماشے دیکھتے ہین نشہ مے مین
بنی ہین دونون آنکھین دوربین اک ساغر مین

کوئی شے دید کی مانع نہین گر چشم بینا ہو
نظر آنے لگے محبوب کی تصویر پتھر مین

زہے وہ وصف کا اس حور وش کے جب کیا ہمنے
زبان کو اپنی پہلے دھو لیا ہے حوض کوثر مین

چلن بھولا ہوا ہے آسمان ایذا رسانی کی
مری نالون سے وہ بھی آجکل رہتا ہے چکر مین

سمجھتا تھا جو وہ جلاد اپنا عاشق رندان
مری خاطر سے خنجر کو بجھایا آب گوہر مین

یہ عالم ہے ہماری چشم نم کا یاد جانان مین
ہمیشہ جزر و مد جسطرح رہتا ہے سمندر مین

جو پڑ جائے کسی پر اُسکا سایہ بادشاہت ہو
ہُما کی خاصیت ہے آجکل میرے کبوتر مین

کئے سجدے یہانتک اِن بتونکے آستانونپر
کہ ابتک جبہ سائی کے نشان باقی ہین پتھر مین

پئی تسکین چمن کی سیر کو ہر روز جاتا ہون
پسینے کی ترے بو مجکو آتی ہے گلِ تر مین

یہ کس میکش نے جلکر آہ کی ہے بزمِ واعظ مین
کہ ابتک زلزلہ ہے مسجد و محراب و منبر مین

پیام اُس سیمتن کو عاشقونکے روز آتے ہین
یہ دولت وصل کی ہے دیکھیے کسکے مقدر مین

بھلا کیونکر کوئی خلوتسرائے یار تک پہنچے
فرشتون مین یہ طاقت ہے نہ یہ قدرت کبوتر مین

۱۲۲	لحد مین بعد مردن **اشک** وہ راحت ملی ہمکو کہ ہو آرام جیسے طفل کو آغوشِ مادر مین	۱۴

کسیکی حسرتِ دیدار مین برسون سے روتے ہین
یہ اپنے دیدۂ تر مین وہ یاد دریا کے سوتے ہین

نہ نیند آتی تھی جنکو فرشِ گل پر بھی نزاکت سے
زمین مین آج کیسے پانون پھیلا کے وہ سوتے ہین

محبت دل کو اب ہوتی چلی ہے سبزۂ خط سے
ہمارے حق مین کانٹے دیکھیے کیا خضر بوتے ہین

کبھی کھلجائیگا احوال عاشق کی بھی حسرت کا
ابھی تو کمسنی ہے پانون پھیلائے وہ سوتے ہین

بہت پچھتائینگے وہ قتل کرکے اپنے عاشق کو
عبث کہنے سے غیرونکے ہمین ہاتھون سے کھوتے ہین

بھلا کب تک کوئی صدمے سہے انکی جدائی کے
یہی غم ہے تو ہم بھی جان سے اب ہاتھ دھوتے ہین

نہ کیون اپنی سخن کی قدر ہو جوہر شناسونکو
ثنا کرتے ہین دانتونکی ہم موتی پروتے ہین

وہانکی خاک سے بوئے عطر کی ہر وقت آتی ہے
جہان منہہ اپنا وہ غنچہ دہن ہر صبح دھوتے ہین

زبان پر آگیا بھولے سے بھی گر نام چاہت کا
تو کیا کیا جان پر عاشق کی اُسنے قہر ڈھوتے ہین

ترو تازہ شگفتہ داغِ دل ہین اپنے رونے سے
نہ کمہلا جائین پھولونکو اسی سے سب بھگوتے ہین

تلاطم مین ہے اک مدت سے کچھ پروا نہین انکو
یہ کیسے ناخدا ہین جانکر کشتی ڈبوتے ہین

نہ پوچھو حال فرقت مین ہماری اضطرابی کا
مکانِ یار کے دس بیس چکر روز ہوتے ہین

چمن سے آج شاید کوچ ہو فصل بہاری کا		جو گلچین باغباں دونوں گلے مل مل کے روتے ہیں
۱۲۳	مآل کار کا جس وقت ہمکو دھیان آتا ہے گناہوں کے سبب اشک کیا مجھ بہتے ہیں	۲۰

بہار آئی چمن میں کونپلیں پھوٹیں نہالوں میں
جنوں جسکا لگی ہونے نپٹ نادونکے چھالوں میں

قد موزونکا پرچا ہے چمن کے نونہالوں میں
ان آنکھونکے ہمیشہ ذکر رہتے ہیں غزالوں میں

نہیں چھپکا طلائی اُس سپہر حسن کے سر پر
اُبھکر رہگیا ہی پنجہ خورشید بالوں میں

چھری صیاد کی فصل بہاری میں نہیں چلتی
بھرا رہتا ہے ارمان چمن کا خون تھالوں میں

طبیعت یا الٰہی کس بت ترسا پر آئی ہے
کہ میں اب صاف ارگن کی صدائیں اپنے نالوں میں

وہاں یار کا مضمون اگر پیدا کریں کوئی
رقم ہو جائے اپنا نام بھی نازک خیالوں میں

اسی محبوب ہرجائی کے یہ سب لوگ مشتاق ہیں
مسلمان مسجدوں میں ہیں تو ہیں ہندو شوالوں میں

بہار آئی ہے دریا فیض کے ہر سمت جاری ہیں
ہر اک بھٹی سے مے بھر بھر کے جاتی ہے کلالوں میں

ہوا بدلی ہوئی ہے جوشش فصل بہاری سے
خدا چاہے تو زاہد اب کے ملجائے کلالوں میں

نہ ہو مغرور اتنا نازنین حسن دو روزہ پر
ہزاروں جھائیاں پڑجائیں گی ان گورے گالوں میں

نہیں ملتا ہے لال اُس شوخ سبزہ رنگ کی انگشتری میں
مئے گلرنگ بھر دی ہے زمرد کے پیالوں میں

بناتے ہیں ہمارے ہی دل صد چاک کا شانہ
اُلجھ کر گتھیاں جسدم پڑجاتی ہیں بالوں میں

کوئی آنکھیں ہماری کاش انکو نذر کر آئے
سنا ہے پھول نرگس کے پروتے ہیں وہ بالوں میں

نشان ہے اب مکانوں کا نہ ہیں اُنکے مکیں باقی
مٹے وہ نام بھی لکھے ہوئے تھے جو قبالوں میں

نہیں ہے ابروؤں میں اے صنم سینہ پہ گا یکا
نظر آتا ہے خورشید قیامت دو ہلالوں میں

کہیں کیونکر نہ انکو ہم خوش قسمت نیک طالع
کہ جنکے عیش سے گذری ہمیشہ خوش جمالوں میں

بحالی پھر مرے چہرے کی اگر دیکھ جائیں وہ
رقم ہو جائے نام اپنا جو انکے مرنے والوں میں

چراغ اگر جلائے غول نے گورِ غریبان پر
سوائے بیکسی پھر کون اپنے رونے والون مین

نکلجائے جو بڑ مین منھ سے وہ فی الفور ہو جائے
ترے کوچے کے مین مجذوب بھی صاحب کمالون مین

۱۲۴	مزا ہے **اشک** جو نانِ جوین کے خشک ٹکڑون مین نہوگا ذائقہ وہ منعمون کے تر نوالون مین ٹو	۲۱

فتنۂ محشر بھی ہو برپا تو ٹلتے ہین کہین
اُسکے کوچے سے بھلا اب ہم نکلتے ہین کہین

واعظِ مکار کے کہنے پہ چلتے ہین کہین
ہم بھلا حورِ بہشتی پر پھسلتے ہین کہین

فصلِ گل مین وحشتِ دل بیٹھنے دیتی ہین
اب گریبان پھاڑکر ہم بھی نکلتے ہین کہین

رحم کیا آئے بتونکو میرے حالِ زار پر
گرم آہونسے بھلا پتھر پگھلتے ہین کہین

اُس لبِ لعلین کی اُلفت کے جگر مین داغ ہین
آتشِ یاقوت سے شعلے نکلتے ہین کہین

ہین اندھیری مین ہزارون بادشاہونکے مزار
مقبرونمین قمقمے دو چار جلتے ہین کہین

پوچھتے ہو کیا تم اپنے چاہنے والونکا حال
سر پٹکتے ہین کفِ افسوس ملتے ہین کہین

چال ہین اپنی ہمیشہ آپ ہی ہٹتے ہین غیر
ایسے نافہمون کے ہمپر جوڑ چلتے ہین کہین

راتدن مشتاق رہتے ہین خرامِ ناز کے
شورِ محشر سے ترے عاشق دہلتے ہین کہین

خوش ہین وہ ایذا رسانی سے تو ہم بھی شاد ہین
دِن مصیبت کے وفادارونکو کھلتے ہین کہین

دونون آنکھون کا یہ عالم ہے شبِ ہجرِ صنم
جسطرح برسات مین دریا ابلتے ہین کہین

زلف کی بو باسکے عاشق ہین سودائی ترے
مشک نافے سونگنے سے دِل سنبھلتے ہین کہین

معرکے مین عشق کے نکلے ہمین ثابت قدم
عاشقِ جانباز کے تیور بدلتے ہین کہین

دیکھئیے بحرِ الم سے کسطرح بیڑا ہو پار
جا بجا گرداب مین مینڈھے اُچھلتے ہین کہین

کاوشِ مژگانِ جانان سے نہین ممکن نجات
زندگی بھر دل سے یہ کانٹے نکلتے ہین کہین

آسمان ہلہل کے رہجاتے ہین میری آہ سے
گر پڑین جب اُڑ اُڑا کر پھر سنبھلتے ہین کہین

کسکی فرقت کا الم اک دوسرے عیسیٰ کا رنج
سر پہ کیا احسان اس چرخ دنی کا لیجیے
بل کیا کرتی ہین تو تماشی گیسوے یار
ان بتون کو قدرت اللہ کہنا چاہیے

دیکھیے چہاتی سے کب پتہر یہ ٹلتے ہین کہین
زندگی بہر یہ پہنے کپڑے بدلتے ہین کہین
دیکھیے کس دن یہ موذی زیر لگتے ہین کہین
ایسے گر سانچے مین ڈہالے تو ٹلتے ہین کہین

۱۲۵

ہر گہڑی ان دیدہ تہیشہ سے مرا نخل مراد
اشک دنیا مین ثمر ایسے ہی پہلتے ہین کہین

۲۴

جو دم ہجر تیرے مین الفت کا ہی بہتے ہین آن فتنہ یا
سُلا یا مجھکو جب احباب نے لیجا کے تربت مین
خیال انجام کا ہے مجھکو آغاز محبت مین
بہت سے لوگ سرگردان رہے کوے محبت مین
عجب آفت مین جان ناتوان ہے عشق کے ہاتہون
یقین ہے ہو گیا جاے الحفیظ والامان کہکر
بلا کر دیکہا ہو تصویر یوسف روے جانان سے
ٹپکتے ہین جو اشک آنکہون سے فرقت مین تیری کہتا ہون
طبیعت ہے جنون آموز گویا عہد طفلی سے
کوئی دلکی تمنا اُسسے بر آنی یہ مشکل ہے
کیا مدفون جو اُس گلگیر ہون نے ہاتہ سے اپنے
نہین ہین مردون جو یاد آیا تری دیوار کا سایہ
کہڑے تہے ناز سے سینہ اُبہار وہ گلستان مین
جگر چہکنے لگا سینے کا اندر بڑہ گئی گرمی

۳

ہزارون کشتیان ڈوبی ہین دریاے محبت مین
مین یہ سمجہا کہ عاشق کی طلب ہے آج خلوت مین
چلے آئین نہ بے پردہ وہ بازار قیامت مین
کسی نے یار کو پایا نہ وحدت مین نہ کثرت مین
کسی پہلو نہین آرام دل کو اُنکی فرقت مین
قدم رکہے اگر مجنون مرے صحراے وحشت مین
نہین ممکن سر مو فرق ہو دونونکی صورت مین
خدا حافظ ہے اس گہر کا کہ خامی ہے عمارت مین
نشست اپنی رہی ہے مدتون مجنونکی صحبت مین
لگی آنکہین چرانی اب تو وہ صاحب سلامت مین
مبارک باد کو جنت سے حورین آئین تربت مین
لپٹ کر نخل طوبیٰ سے بہت رویا مین جنت مین
مین سمجہا پہول گیندے کے لگے ہین نخل قامت مین
مے گلرنگ جب پی لی تب غم کی حرارت مین

عوض مجھسے کے دل دیتے ہین لینا ہو تو لو صاحب
میسر پھر نہ ہوگی جنس ایسی اتنی قیمت مین

لپٹ کر خوب سا رویا ہون صحرا کے درختون سے
کبھی اہل وطن یاد آگئی جب مجکو غربت مین

لب شیرین کے بوسے وصل مین لیکر موا ہون مین
خدا نے زہر کی تاثیر دی مصری کے شربت مین

بنایا زندگی مین نقش اُس بت سی تو مرنے پر
خدا نے بھیجدی حور بہشتی میری خدمت مین

ادہر کی ہوا اُدہر دُنیا جو ہونا ہو سو ہوجاے
تمہارے در پر آ بیٹھے ہین اب مرنیکی حسرت مین

مرے جلاد کو میری طرف سے وہان تغافل ہے
پھڑکتی ہے رگِ گردن یہان شوقِ شہادت مین

جو ہو چشم حقیقت بین تو ہے دیدار گھر بیٹھے
خدا کی شان آتی ہے نظر انسان کی صورت مین

وہ خوش قسمت ہون مرنے پر بھی ہے صحبت حسینون سے
کئے حوران جنت نے دریچے میری تربت مین

۱۲۶ | جوانی کی گئی شب صبح پیری **اشک** آپہنچی
بس اب ہشیار ہو کب تک رہو گے خواب غفلت مین | ۱۳

ڈوبا چہ ذقن مین کہ گردابِ ناف مین
کیا پڑ گئی ہے دل کی خبر اختلاف مین

نکلین گے میکدے سے جب تک بہار ہے
بیٹھین گے زاہدون کی طرح اعتکاف مین

ہم جانتے تھے خالِ سیہ ہین عذار پر
ہے پتلیون کا عکس ترے روے صاف مین

تاریک شب ہے موسم سرما مکان دور
آؤ لپٹ کے سو رہین ہم تم لحاف مین

سرکا دو اپنے ساعد رنگین سے آستین
تلوار خون بھری نہین رکھتے غلاف مین

دروازہ بند کرلیا اُسنے تو کیا ہوا
وہ زار تھی سما گئی در کی شگاف مین

وحشی تمہارے ڈھونڈ نکالین گے اے پری
بیٹھین گے چھپ کے آپ اگر کوہِ قاف مین

کعبہ نظر مین اپنی صنم خانہ ہوگیا
یاد آگیا وہ بت جو کسی دن طواف مین

کیونکر نہ آئینے کا گمان ہو ہر ایک کو
اک رونگٹے کا نام نہین جسم صاف مین

گر کر پسینا حوض مین اُنکا بنا گلاب
جائز وضو ہے ہمکو اس آبِ مضاف مین

ساعد ہی آستین مین او ترک نازنین
یا خنجر قضا و قدر ہی غلاف مین

عبرت فزا ہی گبر و مسلمان کا ماجرا
گمراہ ہر فریق ہوا اختلاف مین

۱۲۷

روشن جہان تہا نور نبیؐ و علیؐ سے اشک
شمس و قمر ہے خانۂ عبد مناف مین

۱۶

مسی ململ کے جو دہوتا ہے دہن دریا مین
نظر آجاتے ہین سوسن کے چمن دریا مین

سمجھے ہم ہی گل نسرین کا چمن دریا مین
گورا گورا ترا دیکہا جو بدن دریا مین

رخ رنگین جو ہوا عکس فگن دریا مین
آگیا سب کو نظر تازہ چمن دریا مین

سر احسان نہ کسیکا ہو اگر ڈوب مرین
قبر درکار ہے مجکو نہ کفن دریا مین

بال کہولے ہوے پانی مین نہاتا ہی وہ شوخ
مشک نافون سے ہی بازار ختن دریا مین

غرق ہین بحر محبت مین کسیکے وہ بہی
ناز و انداز کے پہولے ہین چمن دریا مین

غوطے پانی مین لگاتا نہین خوش چشم مرا
اترے ہین پیاس بجہانے کو ہرن دریا مین

یار کے فیض قدم سے ہی معطر پانی
عطر گل ہو گیا دہویا جو بدن دریا مین

کوئی دم ہجر مین رونے سے فراغت نہ ملی
صورت مردم آبی ہی وطن دریا مین

دہوے اگر جو کبہی دست حنائی اپنے
بنگیا سنگ ہر اک لعل یمن دریا مین

نظر آیا کہین گرداب تو جی لوٹ گیا
آگیا یاد ترا چاہ ذقن دریا مین

رشک ہی دیکہہ کے آنکہین تری کالی کالی
کیا عجب ڈوب کے مرجائین ہرن دریا مین

غمزدہ ہون مجھے کیا سیر و تماشا ہو مفید
ہو گیا تازہ مرا داغ کہن دریا مین

ہی تری زلف معنبر کا ہر اک سودائی
مشک پہینکا گیا ہے سیکڑون من دریا مین

گل رنگین کا حباب و نہ گمان ہوتا ہے
پہیلایا یہ عکس رخ غنچہ دہن دریا مین

دل کہین آس یم خوبی کو نہ تم دیدینا

۱۲۸	اشک ہوتے ہین پڑے رنج ومحن دریامین	۱۴

غضب کی خنجرِ ابرو تری قاتل نکیلی ہین
اشارو نسے جگر چہانے ہین کتنے دل جو چھیلے ہین

نگاہِ ناز سے دس بیس کیا لاکھونکو مارا ہے
پہڑکتے ہین جو رستے مین انہین کے وہ چھیلے ہین

چلے جاتے ہین شب کو بے طلب اغیار کے گہر مین
یہان آنے مین انکو دردِ سر کے رنج جہیلے ہین

بڑی آنکھین اگر بالفرض ہا ئین ہی تو کیا حاصل
تمہارے سے صنم کب دیدۂ آہو سجیلے ہین

بسر کیونکر ہوا اس دنیاے ناہموار مین اپنی
جہان دیکھو ہزارون خار ہین لاکھون ہی ٹیلے ہین

کہلایا ہی ہمین لیلی وشونکے عشق نے ایسا
کہ مجنونکی بہی پیراہن بہ نسبت اپنے ڈہیلے ہین

گئی دنیا سے جو روتے ہوے تیرِ محبت مین
وفورِ اشک سے مرقد ابہی تک انکے گیلے ہین

خدا نے کیا بچایا ہی کبوتر کو تباہی سے
رقیب فتنہ گر ہیجا نکر کیا کیا زٹ فیلے ہین

ہمیشہ سے یہی ہی نرخ بازارِ محبت مین
دل اپنے کوڑیونکے مول لوگون نے پہیلے ہین

انہین مین یہ دلِ حسرت زدہ الجھا ہوا ہوگا
تمہارے دونون ہاتہو مین صنم لچھے جو نیلے ہین

ہمارا طائرِ دل زلف مین ناحق پہڑکتا ہے
نہ ٹوٹین گے یہ پہندے عمر بہر ایسے کیلے ہین

ہزارون داغ دلمین ہین تمہاری زلف پیچانکے
جلا دیتے ہین بے آتش یہ گہر کو وہ فتیلے ہین

نرکہہ امید ابناے جہان سے صورتِ یوسف
یہودی ہون کہ نصرانی یہ سب ایک ہی قبیلے ہین

۱۲۹	کبھی ہی دردِ سر مین گہہ طبیعت سست رہتی ہے بہت سے یاد انکو اشک ایسے ایسے حیلے ہین	۲۳

جلوے ہر ایک سمت مے ارغوانکے ہین
شیشے ہین یا چراغ یہ مے کی دکانکے ہین

بدلی ہوا بہار مین عالم خزان کے ہین
ہوش وحواس اُڑے ہوے ہر گدا انکے ہین

دیر وحرم مین ناپتے پہرتے ہین راتدن
بہولے ہوئے پتے جو تمہارے مکانکے ہین

نرمی عدو سے کر تو بہر ہومزنکے ساتہہ
دندان جو منہہ مین ہین وہی دشمن زبانکے ہین

مصری ہین عشق تو اہل سمرقند لوٹ ہین / شہرے کہان کہان تری میٹھی باتکے ہین

صدمے دیئے فشار کے آخر پس از فنا / سنتے تھے ہم زمین مین ڈہنگ آسمانکے ہین

جام مے طہور اُنہین دینگے خلد مین / اچھے رہے مرید جو پیر مغان کے ہین

کوچہ فروغ حسن سے معمور ہوگیا / ذرے چراغ طور تری آستان کے ہین

لیجاتے ہین اُٹھاکے اُنہین طایران قدس / تنکے گرے پڑے جو مرے آشیانکے ہین

آگے بڑہے نہ جاؤ عدم کے مسافرو / پیچھے بہت سے لوگ ابہی کاروانکے ہین

دیگا خدا اُنہین بہی شہادت کا مرتبہ / جو جو قتیل ناز و ادائے بتانکے ہین

خبرین شب وصال صنم کی پہنچ گئین / جو شام ہی سے چار طرف غل اذانکے ہین

واعظ سے وصف سنکے یہ کہتے ہین دلمین ہم / سب رنگ ڈہنگ خلد مین کوی بتانکے ہین

کچھہ دیر اور تن سے نہ نکلنا نہ جان زار / ارمان اُنکے دلمین ابہی امتحان کے ہین

گلچین عدو جو ہوگیا مرغان باغکا / کانٹے یہ سارے بوئے ہوے باغبانکے ہین

دو چار روز اور ہی مہمان بہار حسن / سبزہ عیان عذار پہ ہر دن خزانکے ہین

پوچھا نہ پھر کسینے جو نکلی بدن سے روح / سارے شرف نگین کے دم سے مکانکے ہین

ہر زرد عشق لالہ رخان مین تمام جسم / خرمن مین اپنے پہول فقط زعفرانکے ہین

سایے سے اپنے آپ جھجکتا ہر راہ مین / سب سے نرالے ڈہنگ بت بدگمانکے ہین

مختار خشک و تر کا ہر لیلی جمال تو / الیاس و خضر نام ترے ساربانکے ہین

چکرا رہا ہے چرخ ستمگار آجتک / یہ نالہ ضعیف ترے ناتوانکے ہین

دعوت ہما کی بعد سگ کوے یار ہے / ریزے بچے ہوے کچھہ ابہی استخوانکے ہین

۱۳۰	رنگین زبانیون کا جہان کی ہر غلغلہ ہم اشک رہنے والے اُسی گلستانکے ہین	۱۹

شب بسر ہوتی ہے آہوں کی شرر باری میں
آگ لگ جائے نہ اس پردۂ زنگاری میں

باغباں کم نہیں گلچیں سے دل آزاری میں
شور ہوتے ہیں بلبل کی گرفتاری میں

امتحاں آج ہی اپنا سر میدان ہو جائے
شک ہے قاتل کو اگر میری وفاداری میں

دیکھکر تجھکو اُدھر رخ نہ کریگا کوئی
نقص آجائیگا یوسفؑ کی خریداری میں

بد توں افعیٔ گیسو کی پرستش کی ہے
ہوگئی عمر بسر اپنی سیہ کاری میں

اس لئے قتل مجھے اُسنے کیا ہولی میں
خون لے لیکے بھرا رنگ کی پچکاری میں

استخوان بعد فنا خوب زمین نے پیسے
یہ بھی گردون کی مقلد ہے جفا کاری میں

آدمی کے لئے دولت سبب غفلت ہے
رہتا ہے خواب کا عالم نہیں ہشیاری میں

رات دن آتش حسرت سے جلا کرتا ہے دل
کرۂ خاک سے پہنچا کرۂ ناری میں

خون ٹپکتا نہیں رہ رہ کے مژہ سے اپنے
رنگ ہے عہد محبت کا یہ پچکاری میں

اُسنے دم بھر کو جنازے پہ بھی آیا نہ گیا
غیر ہوتے ہیں شریک آکے عزاداری میں

پار بیڑا نہ ہوا بحر الم سے اپنا
ناؤ ڈوبی یہ حسینوں کی ہواداری میں

نقد دین و دل و جان دیکے نہ جب ہاتھ آیا
آپ ہم بک گئے یوسفؑ کی خریداری میں

حسینوں دل کو ہزاروں ہوئیں الفت کے سبب
اور بیماریاں پیدا ہوئیں بیماری میں

اُنکے آنے کی خبر سنکے ہوئی شادیٔ مرگ
نقد جان صرف ہوا وصل کی تیاری میں

انکو میرے دل مجروح کی ایذا ہے پسند
مشک کا تیل گیا مرہم زنگاری میں

گرمی داغ غم ہجر سے خالق کی پناہ
ہے جہنم کی حرارت اسی چنگاری میں

اشک گلگون نہیں آنکھوں سے ٹپکتی شب ہجر
دل لہو ہوکے بہا ہے مری غمخواری میں

۱۳۱	کیا کہیں کٹتی ہے کس طرح سے یہ عمر عزیز رات دن اشک بسر ہوتی ہے مےخواری میں	۲۲

تر بتر خون مین شہیدونکے بدن دیکھتے ہین
روز کوچے مین ترے تازہ چمن دیکھتے ہین

تیرے وحشی کے جنون زا جو چلن دیکھتے ہین
چوکڑی بہول کے وحشت سے ہرن دیکھتے ہین

سرگین رہتی ہین انکھین اپنی زینت انکی
پا بزنجیر غزالانِ ختن دیکھتے ہین

اسطرف چشم غضب سے وہ نظر کرتا ہے
آج ہم شیر کے برقع مین ہرن دیکھتے ہین

وصل خوبان ہی تصور کی بدولت حاصل
روز آغوش مین اک تازہ دلہن دیکھتے ہین

جانکر صبح شب وصل قلق ہوتا ہے
بعد مردن جو سفیدی کفن دیکھتے ہین

ہمسے بربادیِ گلشن نہین دیکھی جاتی
دل تڑپ جاتا ہی سوکہی جو چمن دیکھتے ہین

ایک مدت سے ہمین یوسفِ دل کی ہی تلاش
آج ای یار ترا چاہِ ذقن دیکھتے ہین

یاد آجاتا ہے اپنا دلِ مجروح ہمین
تیر کہاے ہوے کوئی جو ہرن دیکھتے ہین

جب سے سودا ہی ہمین یار تری زلفون کا
لوٹ جاتے ہین جہان مشک ختن دیکھتے ہین

تپشِ دل سے تو بے چین رہا کرتے تھے
اب کئی دن سے کلیجے مین جلن دیکھتے ہین

شوق کس درجہ اسیری کا ہے اللہ اللہ
راہ صیاد کی مرغانِ چمن دیکھتے ہین

جانتے ہین جو مجھے ملک عدم کا سفری
حسرت و یاس سے یارانِ وطن دیکھتے ہین

رخصتِ بادِ بہاری ہی چمن سے شاید
بر مین ہر گل کے قبا شکل کفن دیکھتے ہین

بے اثر آہ ہماری نہ سمجھنا ظالم
اور کچھ دن تجھے او چرخِ کہن دیکھتے ہین

ہی خوشی فصل بہاری کی چمن مین ہرسو
غنچۂ گل کو بہی گہونگٹ مین دولہن دیکھتے ہین

فرقتِ یار مین کس سے کہین حالت دل کی
جو دکہاتا ہی ہمین چرخ کہن دیکھتے ہین

کوئی میت نہ اُٹھائیگا وہ بیکس ہو مین
راہ مرنے کی مرے زاغ و زغن دیکھتے ہین

خون سے گلرنگ ہی مقتل کی زمین چار طرف
تیغ مین بادِ بہاری کی چلن دیکھتے ہین

اُنکو بہی غنچۂ سوسن کا گمان ہوتا ہے
آئینے مین جو مسی مَل کے دہن دیکھتے ہین

عکس بالون کا نظر آتا ہے آئینے مین — کیون نہ حیرت ہو جلب مین و نعمت دیکھتے ہین

۱۳۲ — شعر گوئی کا صدا اسکو سمجھتے ہین ہم اشک — نظرِ لطف سے جو اہل سخن دیکھتے ہین — ۱۴

یہہ ہوتے ہین اشارے جسطرف سے ہم نکلتے ہین — جہانمین عاشق جانباز ایسے کم نکلتے ہین

کبھی ہین نیم بسمل چھوڑکر کہدے کوئی اُنسے — تماشا آکے دیکھو کسطرح سے دم نکلتے ہین

گذر جاتی ہے ساری رات بالونکے بنانے مین — نئے انداز کے زلفونمین پیچ و خم نکلتے ہین

چلین لیلی وشونکے عشق مین صحرا نوردی کو — میان مجنون کی باری ہو چکی اب ہم نکلتے ہین

انہین پروا نہین کچھہ طالب دیدار مرتے ہین — ہر اک سے منھہ چھپایا ہے محل سے کم نکلتے ہین

خرام ناز سے مرتے بھی ہین زندہ بھی ہوتے ہین — تمہاری اک ادا مین سیکڑون عالم نکلتے ہین

وہان دریا روان رہتا ہے برسون اشکِ خونی کا — جدھر سے ہم کبھی با دیدۂ پرنم نکلتے ہین

بیابان کو گیا گر چشم جانان کے تصور مین — غزالونکے عوض ہر سمت سے ضیغم نکلتے ہین

نئے سر سے جنون ہوتا ہے ہم وحشی مزاجون کو — گلابی جب کبھی پہنے ہوے محرم نکلتے ہین

جہان مین باعثِ اندوہ ہین ہم کشتۂ حسرت — بپا ہوتا ہے ماتم جب ترے پرغم نکلتے ہین

یقین ہے خضر بھی حیران سرگردان رہین برسون — رہِ عشق مجازی مین وہ پیچ و خم نکلتے ہین

نہ کوے یار مین رہنے دیا آخر رقیبون نے — جنان سے آج ہم بھی صورتِ آدم نکلتے ہین

خدا حافظ ہے اُنکے آج وارفتہ مزاجون کا — ملی جاتی ہے مسّی گیسوے پرخم نکلتے ہین

۱۳۳ — کچھہ اپنا حال ہم اے اشک ڈر سے کہہ نہین سکتے — نکلتے ہین جب اپنے گھر سے وہ برہم نکلتے ہین — ۱۰

دہان بدر کے ہر دو نیمہ دن زوال ہمین — کہین نہ خلق مین رسوا کرے کمال ہمین

ہون کسطرح بانسے رنگین لبونکے وصف بیان — یہ بولتے ہوے ہاتھہ آگئے ہین لال ہمین

ہمارے خون سے قاتل کا بھر گیا دامن
رہیگا تا بقیامت یہ انفعال ہمین

تمام رات خفا ہو کے وہ الگ سوئے
دکہائی ہجر نے صورت شب وصال ہمین

اثر پذیر ہوا بارے نقش حب اپنا
بلا کے پاس بٹہاتے ہین خوش جمال ہمین

ہمارے قتل کی لایا کبہی ہر ایک خبر
سنائی دی نہ کسی روز نیک فال ہمین

قفس مین رکہا ہے لاکر پکڑ کے گلشن سے
ہزار بے پہرن کیا صیاد نے حلال ہمین

عروج کیون نہو غیرونکو آگئی صحبت [illegible]
کیا فلک نے تو پہلے ہی پائمال ہمین

گلون کی طرح شگفتہ ہین داغہاے جنون
فلک نے دیکے یہ خلعت کیا نہال ہمین

۱۳۴	غم و الم سے طبیعت ہے مضمحل اے اشک خدا کرے کہ جنون ہو نہ اب کے سال ہمین	۱۶

زندگی اس عمر فانی مین فنا سے کم نہین
نقش ہستی اپنا نقش بوریا سے کم نہین

حسن روز افزون سے بڑہتا ہی گیا کبر و غرور
آجکل اُس بت کی استغنا خدا سے کم نہین

جب تعلی کی کبہی لی جا ہی پہنچے تا فلک
آہ بہی اپنی تری زلف رسا سے کم نہین

کاروان غم ہمارے دم قدم کے ساتھ ہے
اپنا جو نالہ ہے وہ بانگ درا سے کم نہین

اک زمانہ پہر گیا جب آنکہ اُسنے پہیر لی
آشنا اپنا ہر اک نا آشنا سے کم نہین

سبزۂ رخسار جانان نے کیا کشتہ ہمین
خاک اپنی اے مہوس کیمیا سے کم نہین

راتدن ضغطے مین رہتی ہے یہ جان ناتوان
گردش افلاک ہمکو آسیا سے کم نہین

سبزۂ رخسار جانان کی محبت مین ہون زرد
آجکل تاثیر مین کہربا سے کم نہین

تیرے آگے کون پہیلاتا نہین دست طلب
بادشاہ ہفت کشور یہان گدا سے کم نہین

کس خوشی سے مل رہا ہے دونون ہاتہون مین ترک
خون شہید ذبح کا اُسے رنگ حنا سے کم نہین

ایک دو دن کیلئے آئے رہے رخصت ہوئے
عالم ایجاد بہی مہمان سرا سے کم نہین

سلطنت بخشی مجھے لایا جو پیغامِ وصال
آج مرغِ نامہ پر اپنا ہما سے کم نہین

کیون نہ قاصد پر گمان ہو مجھکو عزرائیل کا
وصل کا انکار پیغامِ قضا سے کم نہین

خون کے دریا مین اپنی کشتیِ تن ہے روان
میرا جلادِ جفا جو ناخدا سے کم نہین

قتل ہو جاتے ہین عاشق دیکھکر طرزِ خرام
سادگی بھی یار کی ناز و ادا سے کم نہین

۱۳۵	**اشک** لاکھون عاشقان بے گنہ ہوتے ہین قتل کوچۂ جلاد بھی اب کربلا سے کم نہین	۱۶

ایام ہجرِ جانان باتون مین ٹالتے ہین
کس کس طرح سے اپنے دل کو سنبھالتے ہین

دیوانہ کر کے اپنے گھر سے نکالتے ہین
گیسو دکھا دکھا کر آفت مین ڈالتے ہین

گردش ہے بعدِ مُردن مٹی کو بھی ہماری
جو پوستی بنا کر لڑکے اُچھالتے ہین

اک بت کی وصفِ دندان تحریر کر رہے ہین
پتھر سے آجکل ہم موتی نکالتے ہین

نالون سے چرخ دونکو اک روز ڈھا ہی دینگے
دیکھین تو ہم فرشتے کیونکر سنبھالتے ہین

مردہ نہ بہتے دیکھا ہمنے محیطِ غم مین
ڈوبے ہوؤنکو دریا اکثر اُچھالتے ہین

بحرِ جہان مین غافل سامان ہین سمجھکے
باہر حباب اپنے خیمے نکالتے ہین

اب کون انکو پوچھے جوبن جو ڈھل چکا ہے
ہر ایک راہرو پر خود آنکھ ڈالتے ہین

وہ جسم ہے کیا ہی پیارا ابرو نے انکی پایا
تلوار اسیل جیسے سانچے مین ڈھالتے ہین

دہشتے والکی جس شب جاتا ہون سوئے صحرا
غولانِ دشت مجھپر آنکھین نکالتے ہین

ہاتھون سے اسکے ابتو ایسے جلے ہوئے ہین
اِس دل ہی کو کسیدن چولہے مین ڈالتے ہین

دِل لیکے عاشقونکے سوجھا ہے کھیل انکو
لڑکونکی طرح دن بھر گیندین اُچھالتے ہین

صبح و مسا تصور افعیِ زلف کا ہے
ہم خونِ دِل پلا کر موذی کو پالتے ہین

دے آئین گے کسیدن داغی دل اپنا انکو
طاؤسی کبوتر اکثر وہ پالتے ہین

دو دو ہی یہاں ہیں نصفین انکے مریض غم کی		بیٹھے وہ گھر مین اپنے گیسو نکالتے ہین
۱۳۶	اثر اشک بعد مدت اُن سے ہوئی ہے وصلت ارمان سب اپنے دل کے ہم بھی نکالتے ہین	۱۷

سوتے ہیں گھر کے ابتو وہ تلوار بیچ مین	رہتی ہے شب کو آہنی دیوار بیچ مین
کیا دور تھا جو غیر سے ہوتا فساد آج	یہ تو کہو کہ آگئے دو چار بیچ مین
کعبہ کی سمت پھر نہ اٹھیگا کبھی قدم	آجائیگا جو خانۂ خمار بیچ مین
آہی گیا تھا انکے ہمارے دلونمین بیچ	جھگڑا مٹا جب آگئی تلوار بیچ مین
دونون طرف دلون کی صفائی محال ہے	گرد ملال ہوگئی دیوار بیچ مین
ہم تم سمجھ لین اسمین رقیبونکو دخل کیا	آجاتے ہین یہ کس لیئے سو بار بیچ مین
دنیا تمام ملک عدم مین شریک ہے	تھوڑا سا آگیا ہے یہ بازار بیچ مین
کیونکر پہنچ ہو عاشق ناکام کی بھلا	اغیار گرد انکا ہوا دار بیچ مین
شیرین و شونکے عشق مین جھانینگے دشت دور	آیا کرین جو آتے ہین کہسار بیچ مین
نیچے زمین سر پہ ہے گردش مین آسمان	اک آسیا کے ہے یہ تن زار بیچ مین
ہے ابتداے عشق سے ہمکو تپ فراق	اکثر ہوے ہین اور بھی آزار بیچ مین
ظلمات تھا سیاہیِٔ گیسو سے پھر جہان	ہوتا اگر نہ چاند سا رخسار بیچ مین
گھیرے ہوے ہے عارض رنگین کو دو زلف	دوزخ ہے گرد خلد کا گلزار بیچ مین
خواب اجل جو ٹھنڈے سا ہے وہ ہے بڑی	اب تا بحشر ہونگے نہ بیدار بیچ مین
قصہ یہ حسن و عشق کا فیصل نہ ہوئیگا	ناحق پڑے ہین کافر و دیندار بیچ مین
مانع ہین غیر جانے کے اس گل کی بزم مین	الجھا رہے ہین ہمکو عبث خار بیچ مین

	بگڑی تھی ایک جام پہ پیر مغان سے اشک

۱۳۷	جو رفع شر کو آگہی منجواز چمن	۴۳

اِتنا تو تکلف ہی مرے داغِ کہن مین
رکھتا نہین سکہ یہ کسی جا پہ چلن مین

کہدے کوئی آیا کرے گلچین پہ چمن مین
ٹپکتا ہی لہو خستگ عنادل کے بدن مین

اُستاد ہی کافر ستم و جور کے فن مین
تلوار کی رفتار نکالی ہی چلن مین

مارے پڑے دل گیسوؤن کے پیچ و شکن مین
قزاق گرے قافلے پر راہِ ختن مین

کیا دل نے پہنسایا ہی ہمین رنج و محن مین
اندہون کی طرح جا کے گرے چاہِ ذقن مین

سمجہا مین دمِ صبح جو غنچہ کوئی چٹکا
بندوق ہی چلی بلبلِ شیدا پہ چمن مین

گہل گہل کے غم و رنج سے یہ زار ہوا دل
پس پس گیا جب آ گیا گیسو کی شکن مین

مضمون نئی کیون نہ طبیعت سے ہون پیدا
پیوند لگایا کئے ہم شاخِ کہن مین

کیونکر تہ و بالا نہ ہو یہ عالمِ امکان
انداز قیامت کے نکالے ہین چلن مین

مرنے پہ بھی یہ وحشتِ دل لے ہی نکلتی
الجھے ہوے ہین پاے جنون بندِ کفن مین

لکھے ہوے خلعت جو دئے ہین شہدا کو
لاشے نظر آتے ہین زرہ پوش کفن مین

راحت ہی ہمین داغِ محبت کی بدولت
ٹھنڈک رہا کرتی ہی یہان دل کی جلن مین

مسّی پہ لبِ یار کی ہے خال کا دہوکا
شک باقی ہی اب بہی ہمین کافر کے دہن مین

غربت مین جو مر جاؤن تو کوئی نہ خبر ہو
اگلی سی محبت نہین یارانِ وطن مین

غنچے کے چٹکنے کی صدا کان مین آئی
ڈنکا ہوا کس گل کی سواری کا چمن مین

اِس وجہ سے اُس چشم کو آہو نہین کہتا
ڈر ہی کہ کوئی شاخ نکالے نہ ہرن مین

تیرونسے سوا توڑتی ہین اُسکی نگاہین
چلنی کی طرح پڑ گئے سوراخ بدن مین

پامال ستم ہاتہ سے ہی اُسکے زمانہ
شاگرد ہوا ہی ترا گردون بہی چلن مین

مشتاق ہوا گل سے جو غنچے کی ہی بلبل
گہونگٹ سے بہی ہو جاتا ہی اک حسن دلہن مین

زلفون مین چھپا کر رخ پرنور کو اپنے
کہتے ہین کہ آجاتا ہے یون چاند گہن مین

پھر طلعت خورشید کا پہڑکنا کوئی دیکھے
مِسّی کی اداہٹ ہو جو غنچے کے دہن مین

اللہ رے اپنے تپشِ دل کی حرارت
آہون نے مری آگ لگی چرخ کہن مین

پروانون کی حسرت نے جلایا ہے یہ دل کو
منہہ آنسوؤن سے دہو رہی ہے شمع لگن مین

مقیش کا سہرا نہین اس چاند سے منہہ پر
اِک حور کی تصویر ہے سورج کی کرن مین

کہولے ہوے بال آتا ہے اسدم وہ پئے قتل
کیا خوب زرہ ٹہرے قاتل کے بدن مین

اللہ رے تری زلف مسلسل کی درازی
لاکہون کے گلے باندہ لئے ایک رسن مین

وحشت سے مری بہاگتے ہین اپنے پرائے
عالم نظر آتا ہے بیابان کا وطن مین

الجھے ہوے زلفون مین ہین یاقوت کے بندے
معلوم ہوا لعل کی ہے کان ختن مین

رہ رہ گئے منہہ دیکھ کے مرغان خوش الحان
جاکر مین کراہا جو کسی روز چمن مین

خجلت سے ہوئی عارض رنگین صنم سے
ہر پہول بنا ہے گل صد برگ چمن مین

اللہ رے عکس رخ پرنور کی تاثیر
گل ہین کہ ستارے نظر آتے ہین چمن مین

دم لینے کی مہلت نہین اس وحشتِ دل سے
گردش ہے مسافر کی طرح ہمکو وطن مین

۱۳۸	نازان نہو اے اشک تو رنگین سخنی پر ہین نغمہ سرا اور بہی گلزار دکن مین	۳۰

کسطرف جائین جہان دیکہو ہے سر پر آسمان
چار سو گہیرے ہوے ہے ہفت کشور آسمان

چل رہا ہے رات دن میرے برابر آسمان
آگ کی چنگاریان تارے ہین مجمر آسمان

اِک پری پیکر کا دیوانہ جو سمجہا ہے مجھے
روز میرے سر پہ برساتا ہے پتھر آسمان

رات دن گہر گہر در بدر پہرنے سے تنگ آیا ہون مین
مجکو پہرکی کیطرح دیتا ہے چکر آسمان

دور کیجے حربے پے دشمن ہین اپنے تیر آہ
ماہِ نو کا پاس رکھتا ہے جو خنجر آسمان

صبحدم خورشید مشرق سے نہین ہوتا طلوع
بجھپہ کرتا ہے طبق زر کا نچھاور آسمان

میری نظرون مین ہے کچکول گدائے آفتاب
بھیک شاید مانگتا پھرتا ہے گھر گھر آسمان

ہر طرح سے خط نہ جانے دیگا میرا یار تک
بھیجدیگا باز کو بھیجے کبوتر آسمان

روز اگر قبر سے آندھی اُڑا کر لے گئی
سہنے دیتا ہی نہین پھولون کی چادر آسمان

عاشق گیسو سے کد رکھتا ہے بعد مرگ بھی
قبر پر جلنے نہ دیگا مشک و عنبر آسمان

چھیڑ ہر اک سے چلی جاتی ہے عقرب کی طرح
ہو گیا ہے پر ستانے کا یہ خوگر آسمان

زر کے تودے ہین فلک پہ اختر تابان نہین
خاک سے میری بنا ہے کیمیا گر آسمان

عرش رہجاتا ہے ہل کر آہ سے مظلوم کے
آرہیگا دیکھنا اِکدن زمین پر آسمان

رنج و غم سے کسطرح ہو یار عاشق کو مفر
تیرے گھر مین غیر دشمن میرے باہر آسمان

رات دن اک آئینہ رو کا مجھے حاصل ہے وصل
کیون نہ سمجھے مجکو طالع کا سکندر آسمان

مور کا طعمہ نہ ہو جاؤن دلا مرنے کے بعد
خاک کو میری کہین سمجھے نہ شکر آسمان

یہ تو کہیئے دخل تقدیر الٰہی مین نہین
مجکو مفلس غیر کو کرتا تو انگر آسمان

خوش قدون کا مجکو وارفتہ اگر سمجھے کبھی
باغ مین رہنے نہ دے سرو و صنوبر آسمان

خاک اُڑاتی ہے بہت اسکی خرابی کے لئے
صاف اب مجھسے نہ ہوگا تا بہ محشر آسمان

۱۳۹ | قبر تک باقی نہ رکھی میری بعد از مرگ **اشک**
دل مین خوش ہوگا نشان میرا مٹا کر آسمان | ۱۹

کیا جانین کیا اثر ہے تمہاری نگاہ مین
بیٹھے ہین دل کو پکڑے ہوئے لوگ راہ مین

پتلی نہین ہے ترک کی چشم سیاہ مین
آہو کے ساتھ شیر بھی ہے صیدگاہ مین

تھامون نہ دل جو ہجر بت کج کلاہ مین
عالم تمام ہو تہ و بالا اِک آہ مین

دل پائمال ابروے خمدار نے کئے
لوٹا گیا یہ قافلہ کعبہ کی راہ مین

اک گلبدن کے ہجر مین جلتے ہین رات دن
عالم ہے پھلجھڑی کا ہماری ہر آہ مین

شاید مسافران عدم کو یہ حکم ہے
آنکھون کو بند کر کے چلین لوگ راہ مین

رونے کو حورین آئی ہین جنت سے لاش پر
ماتم ترے شہید کا ہے قتلگاہ مین

زاہد بھی چھپ کے پینے لگا آب آتشین
کیا لطف ہو جو آگ لگے خانقاہ مین

زاہد کو میکدے مین جو پینے نہ دی شراب
بیفائدہ شریک ہوا مین گناہ مین

ساری زمین ہے سرخ شہیدونکے خون سے
ہولی وہ ترک کھیلتا ہے قتلگاہ مین

بجھ بجھ گیا چراغ لحد کا پس از فنا
اب بھی یہ ہے اثر مرے بخت سیاہ مین

تھا بیقرار یاد زنخدان مین رات دن
پہلو سے دل نکال کے پھینک آئے چاہ مین

سبزہ تمام باغ کا یاقوت رنگ ہے
اتنا بھرا ہے خون عنادل گیاہ مین

تلوار ٹوٹ کر نہین قاتل کی رہگئی
بال ہما ہے تاج سر بادشاہ مین

بالو مین منھ چھپا کے ہنسا وہ جو ناز سے
بجلی چمک کے رہ گئی ابر سیاہ مین

کہتا ہون یہ بھی صف مژگان کی دیکھکر
تلوار چل نہ جاے کسیدن سپاہ مین

ایسا ہوا ہون اسکی جدائی سے ناتوان
اٹھ اٹھ کے بیٹھ جاتا ہون ہر بار راہ مین

نالان نہین فراق صنم مین دل حزین
دبکا ہوا ہے درد و الم کی سپاہ مین

۱۴۰ لپٹی ہوئی ہے عاشق و معشوق کی طرح
اے اشک جذب عشق ہے مردم گیاہ مین ۱۸

مریض غم کا دگرگون جو حال پاتے ہین
خوشی سے غیر تو پھولون نہین سماتے ہین

جنون ہی بڑھتا ہے تلوے ہی کچھ کھجاتے ہین
بہار آتی ہے دیوانے رنگ لاتے ہین

غرض یہ ہے جو دکھا کر وہ پان کھاتے ہین
کہ تیرے قتل کا بیڑا یہ ہم اٹھاتے ہین

سفید بال اجل کا پیام لاتے ہین
ہمین بگاڑ کے دیکھین وہ کیا بناتے ہین

بنا فساد کی ہی اُسکا حسن روز افزون
ملال گبر و مسلمان مین آتے جاتے ہین

چھپا کے منہ نہ چلے جائین قافلے والے
عدم کا قصد اگر ہی تو ہم بھی آتے ہین

دکھا ہین مار سیہ رنگ کوڑیالون کا
سفید بال بھی زلفون مین آتے جاتے ہین

غمِ فراق مین بہتے ہین خون ہو ہو کر
دل و جگر مرے ہاتھون سے مفت جاتے ہین

وفا کی آتی ہی بو عاشقون کی مٹی سے
زمین سے خاک کی چٹکی جو ہم اُٹھاتے ہین

عجب اثر ہی مرے رنگ زعفرانی مین
چمن مین دیکھ کے غنچے بھی مسکراتے ہین

نہ رہنے دینگے کبھی مجکو کوے جانان مین
رقیب روز نئے اشتلے اُٹھاتے ہین

نہ نکلی اُس بت خوبی سے رسم و راہ کی شکل
عریضے لکھ کے بھی دریا مین ہم بہاتے ہین

عجیب بھول بھلیان ہی کوے کوچۂ عشق
خضر بھی آ کے یہان راہ بھول جاتے ہین

جو پوچھتا ہی کوئی کس لئے ہوا اشک فشان
تو ہم یہ کہتے ہین دل کی لگی بجھاتے ہین

سوا ہین ترے حسرت زدون پر اشک فشان
بگولے آ کے مزار پہ خاک اُڑاتے ہین

بہار آنے کی شادی ہی عندلیبون کو
یہ زمزمے ہین کہ شہنائیان بجاتے ہین

ہوئے یہ چرخ دکھانے لگا نشیب و فراز
کہ خاک سے مری سب پوسی بناتے ہین

۱۴۱ .	نہ پوچھو حال حسینان دہر کا ای اشک جلے کو اور بھی یہ شعلہ خو جلاتے ہین	۱۵

حسرتِ وصل مین آنسو نکل آئے نہ کہین
پھر کوئی رنج کا پہلو نکل آئے نہ کہین

پاس آداب سے چپ ہون سگِ جانان کے حضور
ہی یہ ڈر منہ سے مرے تو نکل آئے نہ کہین

دہیان ابرو کا پس از مرگ عذابِ جان ہی
ڈر ہی مرقد مین کہ بچھو نکل آئے نہ کہین

گور پر سامری کی ہنس کے یہ کہتا ہی وہ شوخ
بنکے گوسالۂ جادو نکل آئے نہ کہین

بہی ذرات کی گر ہجر مین بیتابی ہی
دل مرا چیر کے پہلو نکل آئے نہ کہین

حسرت دید مین اتنا نہین رونا اچھا
خون دل بنکے سب آنسو نکل آئے نہ کہین

رات دن کا یہی رونا ہے دلا فرقت مین
خشک دریا ہو تو ٹاپو نکل آئے نہ کہین

دھیان ہے داری وحشت مین جوان آنکھونکا
شیرین بنکے ہر آہو نکل آئے نہ کہین

دھیان آجاتا ہے رونے مین دلا گیسو کا
سانپ پانی کا لب جو نکل آئے نہ کہین

ساقیا خاک پیون فرقت جانان مین شراب
منھ سے مے ہوہوکے اچھو نکل آئے نہ کہین

ڈر سے قاضی کے چھپائی تو ہے مے پیر مغان
کاگ شیشون سے اڑے بو نکل آئے نہ کہین

ہوگا بالین پہ دم نزع ملایک کا ہجوم
در ہے پردیسے صنم تو نکل آئے نہ کہین

دیر مین ظلم بتان کی ہے خدا سے فریاد
ڈر رہا ہون کوئی ہندو نکل آئے نہ کہین

عاشق چشم کی تربت ہو نہ ٹھکرا عیسے
کشتۂ نرگس جادو نکل آئے نہ کہین

١٤٢	دل کو الفت ہے یہی **اشک** ہے ڈر آٹھ پہر دیکھکر خنجر ابرو نکل آئے نہ کہین	١٨

اداس بیٹھے ہین مرغ گلشن ہے اجاڑ گلستان نظر مین
خزان کا موسم جو آگیا ہے قفس ہین اب آشیان نظر مین
بھلا زمین کی ہے کیا حقیقت جچا نہ جب آسمان نظر مین
بڑھی ہوئی ہے یہہ وحشت دل کہ تنگ ہے لامکان نظر مین
کہان کہان کی نہ خاک چھانی ہے آج سارا جہان نظر مین
تمہارے جلوے جو دیکھہ لیتے تھے اتنی قدرت کہان نظر مین
پڑے ہین قربانیون کی صورت گلو بریدہ ہزارون بلبل
سناکے بازار سے نہین کم کچھہ اندرون گلستان نظر مین
غضب کا زلفون مین پیچ وخم ہے الگ ہو تار نگاہ کیونکر

کبھی نہ سُلجھے گی دیکھ لینا پڑی ہین وہ گتھیان نظر مین
پسے ہوے ہین ازل کے دن سے بتون کے حُسنِ ملیح پر ہم
سماتی ہر کس طرح سے دیکھین سوئے پہ حورِ جنان نظر مین
کبھی نہ قوس قزح کو لین ہم جو مفت ہی ہاتھ آئے اپنے
کہ ابرؤون کی پری وشون کی چڑھی ہوئی ہر کمان نظر مین
خیال مین کیا سکو لائین یہ خاکسارانِ کوئے جانان
زمین ہر کیا چیز جس کو سمجھین سمائے کیا آسمان نظر مین
عیان ہین آثارِ صبحِ پیری ہوئی ہے جوانیکی رات آخر
وہی ہر آنکھون مین بزمِ عشرت وہی ہر شب کا سمان نظر مین
گذر ہو گیا زندگی مین اپنا موئے پہ جائین تو جائین شاید
تمہارا خلد برین ہر کوچہ فرشتے ہین پاسبان نظر مین
فراق مین اک بتِ حسین کے نہین جہنم سے کم گلستان
ہین گل یہ پرکالہائے آتش ہر سنبلستان دھوان نظر مین
نکیلی پلکین ستمگرون کی نہین ہین کم تیرِ جان ستان سے
کشیدہ ماتھے پہ دو نون ابرو چڑھی ہوئی ہر کمان نظر مین
وہ رند ہون میفروش سمجھا کبھی جو کچھ باغبان لایا
سبُو مین دیکھین جو گل کی کلیان تو پھر گئے کلچکان نظر مین
چراغ مرقد پہ جل رہے ہین بھلا ہو سوزِ درون کا اپنے
کہ شمع روشن سے کم نہین ہے ہمارا ہر استخوان نظر مین
وہ جلوہ ہم یہان سے دیکھتے ہین کہ جس کی حسرت کلیم کو تھی

بھلا اب اس سے زیادہ کیا ہون بلند پرواز یان نظر مین
جو دولتِ حسن ہل گئی تھی ہوے برباد چار دن مین
ہے اون کے گالون پہ سبزۂ خط لٹا ہوا کاروان نظر مین
وقار مین بھی بڑا ہوا ہے بلند مرتبہ بھی ہے زمین سے
یہ خاکسارون سے کوئی پوچھے سبک ہے کیون آسمان نظر مین

۱۴۳	مرید ہون اشک کس کے جا کر کسیکو پایا نہ صاف باطن بہت سا ڈہونڈہا کوئی نہ ٹھیرا سوائے پیر مغان نظر مین	۱۶

مین بھی سودے کا علاج اس لئے کرتا ہی نہین
زہر ہی کہایا شب ہجر گلا ہی کاٹا
کوئی کسطرح سے جانبر ہو محیط غم سے
جن کو کر لیتے ہین تسخیر عمل سے عامل
خاکساری کی بدولت ہوا مرنے پہ عروج
افعی زلف کا کاٹا ہوا جانبر کیا ہو
ہمسری کیا تری دیوانے سے کرتا مجنون
دم شمشیر سے بہی تیز ہے کچھ جادۂ عشق
وا ہمیشہ دہنِ گور رہا کرتا ہے
اپنے پہلو مین جگہہ دل کی طرح دیتے ہم
تب غم سے یہ فزون ہوگئی بیتابیِ دل
عاشقون پر ستم و جور ہوا کرتے ہین
کیا کہین ہجر مین کسطرح سے ہوتی ہے بسر

سر پہ چڑہتا ہے جچہ جن تو اُترتا ہی نہین
سخت جان ایسا ہون کمبخت کہ مرتا ہی نہین
ڈوب کر پہر کبہی انسان اُبہرتا ہی نہین
اُسکی دیوار کا سایہ تو اُترتا ہی نہین
چرخ پر چڑہکے غبار اپنا اُترتا ہی نہین
زہر چڑہتا ہے جب اُسکا تو اُترتا ہی نہین
میری وادی مین کبہی پانون وہ دہرتا ہی نہین
پانون انسان کا لغزش سے ٹہرتا ہی نہین
پیٹ اسکا کوئی دوزخ ہے کہ بہرتا ہی نہین
اس طرف سے کوئی تیر اُسکا گذرتا ہی نہین
آگ پر صورتِ سیماب ٹہرتا ہی نہین
بت کافر مرا اللہ سے ڈرتا ہی نہین
کسی صورت دِل بیتاب ٹہرتا ہی نہین

آجکل مسلخ قصاب ہر کوچہ اُس کا — قتل سے جی ستم ایجاد کا بہرتا ہی نہین
ایسا پرہول بیابان ہر ترے وحشی کا — آدمی زاد اُدہر کوئی گذرتا ہی نہین

۱۴۴ — معترف اپنے گناہون کا مین خود ہون اے اشک
عفو کیا دینگے گواہی مین مکرتا ہی نہین — ۲۴

محبت مین ہزارون رنج کے پہلو نکلتے ہین — جگر جب خون ہوتا ہر تو سرخ آنسو نکلتے ہین
پئے گلگشت جسدن گہر سے وہ گلرو نکلتے ہین — برائے صید مرغان چمن گیسو نکلتے ہین
کبہی دندان جانان کے تصور مین جو رو دیتے — وہ جگنو بنکے اُڑ جاتے ہین جو آنسو نکلتے ہین
نہ رولون دو گہری جب تک کہ مین تسکین نہین ہوتی — پہپولے پہوٹتے ہین دل کے یا آنسو نکلتے ہین
گوارا دل کو ہو کسطرح طفل اشک کی فرقت — چہری چلتی ہر جسدم انکہہ سے آنسو نکلتے ہین
حسینونکی ہمین وحشی نگاہین یاد آتی ہین — پہڑک جاتا ہر جی صحرا مین جب آہو نکلتے ہین
ہوے جس سرزمین پر دفن کشتے انکے ابرو کے — ہٹاتے ہین وہانکی خاک تو بچہو نکلتے ہین
شہید ہو ہو کے مرتے ہین جو انکی زلف شبگون پر — انہین کی خاک سے نخل گل شبو نکلتے ہین
خدا جانے وہ رونے پر ہمارے کیون نہین ہنستے — سنا کرتے ہین ہم برسات مین جگنو نکلتے ہین
نہ مسند پر دو زانو ناز سے بیٹھا کرو صاحب — کہ دم لوگونکے گہٹ گہٹ کر تہ زانو نکلتے ہین
برابر ہو سکے قامت سے وہ کیونکر حسینونکے — کہین سرو گلستان سے قد دلجو نکلتے ہین
حسین ملتے ہین آنکہین اپنے کشتونکے مزارون سے — دیا چرنے کو سبزہ گور کا آہو نکلتے ہین
اُسیکی یاد مین رہتے ہین انسان ہون یا جن — اُسیکا ورد دم بہرتے ہوے یا ہو نکلتے ہین
جدائی مین تری مرتے ہین عاشق زہر کہا کہا کر — یہ بس بوئے ہوے کسکے اب اے گلرو نکلتے ہین
پیے تہے ہجر مین دو ایک ساغر مے کے بہولے سے — وہی منہہ سے مرے ہو ہو کے اب اچہو نکلتے ہین
ہوئی ہین خشک آنکہین فرقت جانان مین رو رو کر — جو گہٹ جاتا ہر پانی بحر کا تا بو نکلتے ہین

بگڑ جائیگا نقشا کھینچتے کھینچتے دیکھو مانی
مین ہون وہ غمزدہ تصویر سے آنسو نکلتے ہین

ہوا کرتا ہو سر پر کوئی جن فصل بہاری تک
چمن سے جب گلون کی سونگھکر ہم بو نکلتے ہین

فریب حسن سے اُس بت کے ہو آشوب عالم مین
سمجھتے ہین مسلمان جنکو وہ ہندو نکلتے ہین

اثر ظاہر ہوا مرنے پہ شش زلف شکین کا
اگر کیطرح داغون سے دہوین خوشبو نکلتے ہین

گمان ہوتا ہو جوے شیر کا اشک مسلسل پر
یہ کس شیرین ادا کی یاد مین آنسو نکلتے ہین

تمہاری چشم فتان دیکھکر کہتے ہین افسونگر
انہین آنکھون نے مردم سیکھکر جادو نکلتے ہین

۱۴۵ •

طبیعت ہو شگفتہ اشک تب ہے لطف کہنے کا
پریشانی ہو تو اُلجھے ہوے پہلو نکلتے ہین

۱۲

سچ ہے غم مین مبتلا ہوتا نہین
تخم الفت گر کہین بوتا نہ مین

فرقتِ جانان مین مرجاتا اگر
چین سے مرقد مین بہی سوتا نہ مین

پاس ہوتا گر مرے وہ برق حسن
ابر باران کی طرح روتا نہ مین

جنس دل کی قدر کچھ ہوتی اگر
مفت اپنے ہاتھ سے کھوتا نہ مین

رہتا پیری مین اگر مرنے کا دہیان
ایسا غافل صبح کو سوتا نہ مین

کاوشِ مژگان کی ہوتی گر خبر
دل مین یہ کانٹے کبہی بوتا نہ مین

گر سمجہتا آکے پھر جائیگا وہ
دم نکلجاتا مگر سوتا نہ مین

کوئی دم راحت اگر ہوتی یہان
مرگ کی حسرت مین یون روتا نہ مین

جانتے سب ہین تو ہی قاتل مرا
خون جو دامن سے ترے دہوتا نہ مین

کس کی گردن پر پھرا دیتا چھری
سامنے تیرے اگر ہوتا نہ مین

چبھ رہی ہو دل جگر مین غم کی پھانس
اور ہوتا درد تو روتا نہ مین

اشک کہنے مین اگر ہوتا یہ دل

انکی جانب سے تو یہان دلمین کدورت ہی نہین
ہم مقدر سے گلہ انسے شکایت ہی نہین

باد شاہت ہو تو کیا جس مین حلاوت ہی نہین
نعمت فقر سے بہتر کوئی نعمت ہی نہین

صحبت اہل دول سے ہمین رغبت ہی نہین
ہاتہ پہیلائین کہین جاکے یہ عادت ہی نہین

خود گلا کاٹ کے مرجانے مین عزت ہی نہین
ظاہر ہی جسکا صلہ یہ وہ شہادت ہی نہین

سن کے حال دل بیتاب مرا کیون نہ ہنسے
کیا وہ جانے جو گرفتار مصیبت ہی نہین

عشق مین جان پر انسان کے بنجاتی ہی
آفتین اور بہی ہین ایک یہ آفت ہی نہین

رات دن کام ہی ہم وحشیونکو پہرنے سے
دو گہڑی تہک کے جو بیٹہین کہین فرصت ہی نہین

کوئی ہاتہونسے بہلا دلکو بہی کہو دیتا ہے
مفت دیدون نہین جس چیز کی قیمت ہی نہین

نہین میت کو بہی آرام تڑپ سے دل کی
رات دن کچھ تہ و بالا مری تربت ہی نہین

بعد مرنے کے ہوئی قدر بت دلجو سگا
وہ ادائین نہین وہ حورونکی صورت ہی نہین

رات دن گوشۂ غربت مین پڑے رہتے ہین
جاکے بیٹہین جہان ایسی کوئی صحبت ہی نہین

چرخ نے خاک اڑادی جو ہمین مین دفن ہوا
شمع روشن کوئی کس جا کرے تربت ہی نہین

کس مصیبت سے گئی ہجر کی شب جان حزین
دم نکلنے مین سمجہتے تہے کہ دقت ہی نہین

ہو چکا اور جدائی سے جبہی کام تمام
دل مین اب رنج والم سہنے کی طاقت ہی نہین

کچھ کرین صرف تو کچھ راہ خدا مین دیدین
اہل دولت مین کسیطرح کی ہمت ہی نہین

آجکل ایسی زمانے کی ہوا بگڑی ہے
پاس دولت نہ اگر ہو تو شرافت ہی نہین

شوق سے آپ رہا کیجیے ڈر کس کا ہے
خانۂ دل کے برابر کوئی خلوت ہی نہین

چوڑیان توڑین بڑا ہی گئی نتہہ میت پر
مین سمجہتا تہا انہین مجہسے محبت ہی نہین

اب مسیحا ہی اگر آئین تو کیا ہوتا ہے
کوئی بیمار کے بچنے کی علامت ہی نہین

اب بھی اگر ہون کہ دہان شیر کی آتی پر — کون کہتا ہی شہیدون مین کرامت ہی نہین

اپنے دشمن سے بھی ہم صاف رہا کرتے ہین — یہ وہ آئینہ ہی دل جسمین کدورت ہی نہین

آتش غم رگ دل مین ہی بھری آتی سنگ — وحشت دیا سرد مین ملا ہی حرارت ہی نہین

فارغ البال ہوے تارک دنیا ہو کر — کتنا آباد ہوے نکالین کوئی حسرت ہی نہین

سرد مہری نے حسینون کی کیا ہی ٹھنڈا — دل کے داغون مین کہین وہ نسے حرارت ہی نہین

۱۴۷	مذہب تازہ یہ ایجاد ہوا ہی اشک دوسرے کام کی اللہ کو قدرت ہی نہین	۱۹

زمین ہی رہی قبضے مین سرزمین سخن — کبھی چھٹا نہ گریبان و آستین سخن

بطبع نکتہ مین سارے بتان چین سخن — عمل مین اپنے ہی ازروز ون سرزمین سخن

ہزارون ہونگے زمانے مین عیب چین سخن — جو ڈھونڈھیے تو نہ پیدا ہو نکتہ بین سخن

جنان مین رہنے کی ہی آرزو کسے پس مرگ — ہی قصر خلد مکان پاس حور عین سخن

جنون ہوسکے وہ افسون ہی تیری باتون مین — ابھی تو وجد مین ہین سارے سامعین سخن

تمام عمر زمانے کی خاک چھانی ہے — ملا ہی جب ہمین یہ طفل مہ جبین سخن

بہار کے ہین یہ دن جوش پر طبیعت ہے — گلون سے کیون نہون پر جیب و آستین سخن

تمام عمر جلا و صفا مین گذری ہے — ہوا ہی نام کے قابل یہ جیب نگین سخن

فلک سے لاتے ہین چن کر نئی نئی مضمون — یہ دونون آنکھین ہماری ہین دوربین سخن

نکل رہے ہین طبیعت سے مصرع رنگین — ہمیشہ لعل اگلتی ہی سرزمین سخن

ریاض نظم ہی ہرا ندنون پھلا پھولا — جو کچھ پسند ہو لیجائین خوشہ چین سخن

اٹھا کے آنکھ نہ دیکھا کسی حسین کیطرف — ملا ہی جب سے یہ معشوق نازنین سخن

صدف کو بھی نہ ملے ایسے بے بہا موتی — جو ہاتھ آئے ہین ہمکو در ثمین سخن

نہین ہین لطف سے خالی حجاب کی باتین
ہمین پسند ہے معشوقِ شرمگین سخن

کہان ہے اندنون مضمونِ نو کی پیدائش
گذر گئے وہ جو تھے صورت آفرین سخن

شراب طیب و طاہر اسیکو کہتے ہین
ہمیشہ پیتے ہین ہم آبِ آتشین سخن

زمین کو چاند لگائے ہین طبعِ موزون نے
ہر ایک حرف ہے صفحے پہ مہ جبین سخن

بھری ہوئی ہے حلاوت کلام مین ایسی
ٹپک رہا ہے مرے منھہ سے انگبینِ سخن

۱۴۸	ہمیشہ ہوتی ہے مضمونِ نو کی پیدائش رہی ہے **اشک** وہ شاداب سرزمینِ سخن	۱۵

شرف بڑا ہے یہ قاصد کے آنے جانے مین
قدم رسول بنا گھر کے آستانے مین

مسیح کیون نہون مشہور وہ زمانے مین
ہزارون جیتے ہین مرکے زبان ہلانے مین

عیان ہے جالی کے کرتے سے جسمِ نورانی
چمک رہے ہین ستارے سے شامیانے مین

نہ لیتا مول انہین کوئی کھوٹے دامون کو
ہوے نہ حضرتِ یوسف ع تھے زمانے مین

گمان ہوتا ہے افعی کا سنبلستان مین
الجھہ گئے ہین جو زلفون کے بال شانے مین

غم و الم سے جدائی کے دل مین ہے ناسور
سرنگ چور لگاتے ہین اس خزانے مین

کوئی جگہہ نہین جسجا نہ فتنہ برپا ہو
فریب جن سے آشوب ہے زمانے مین

یہ وہ مقام ہین امن و امان کے دنیا مین
اٹھے جو کعبے سے آئے شراب خانے مین

بہار لے گئی تاب و توان بلبلِ زار
کہ اڑکے جا نہین سکتی اب آشیانے مین

دہن نے پائے ہین کیا خوشنما لبِ رنگین
یہ لال رہتے ہین عنقا کے آشیانے مین

چنے جو شیشۂ مرمغ نے طاق مین لاکر
چراغ ہوگئے روشن شراب خانے مین

بلند آہ شرربار ہے جنازے سے
کرن سنہری لگائی ہے شامیانے مین

بڑی ہی صنم ترے گیسو کی مار ہوتی ہے
نکل گیا مرا دم ایک تازیانے مین

گلون کی یاد مین وہ نالہائے گرم کیے
کہ جل کے رہگئی خود بلبل آشیانے مین

۱۴۹

اُٹھا کے تنگئی غیراون کو اشک دم تکیہ
جو دو گھڑی کو وہ آئے غریب خانے مین

۲۳

زنحدانِ بتِ زہرہ وش سا پر جب سے مائل ہون
خدا کا قہر نازل ہے اسیر چاہ بابل ہون

۴

مجھے دوزخ سے بدتر ہے اگر جنت مین داخل ہون
پس از مردن ہے مین کوچہ جانان کا سائل ہون

یہ دلمین سوچکر اپنے رقیب آتا ہے مقتل مین
لہو ملکر شہیدون مین کسیصورت سے شامل ہون

یہان کشتِ تمنا کی ہوئی پہلے ہی بربادی
ارادہ برق کا یہ تہا کہ خرمن ہو تو نازل ہون

معالج چھوڑ دیتے ہین علاج آخر کو دق ہو کر
کہے دیتی ہے خود بیمار کی صورت کہ مین سل ہون

کوئی راز و نیازِ عاشق و معشوق کیا جانے
صدا ہے خندۂ گل کی مین گلبانگ عنادل ہون

فراقِ یار مین پہلو سے یہ آواز آتی ہے
سمجھہ لیں آپ شیشہ کہا اتنا مین ہی کچھہ پتہ نہین دل ہون

گلا مین آپ اپنے ہاتھ سے اب کاٹ ڈالون گا
تمنا ہے شہیدون مین تمہارے آج داخل ہون

ضرر جس مین ہو اُس سے چاہیئے پرہیز انسانکو
کہے دیتا ہے خطِ سبز خود مین زہر قاتل ہون

دہانِ گور سے ہردم یہی آواز آتی ہے
مسافر کو نہین خوف و خطر جسکا وہ منزل ہون

رہِ الفت مین سر دیکر ہوئی بیعزت افزائی
لیا آغوش مین جلاد نے مجکو وہ بسمل ہون

سیہ بختی ہوئی مجھہ ناتوان کے قرب کا باعث
وہ اپنے دلمین یہ سمجھا کہ دودِ شمعِ محفل ہون

ہوا ہے نقص پیدا داغ سے ماہِ درخشیدہ
وہ اب بہی اپنے دلمین جانتا ہوگا مین کامل ہون

کہین جانے نہین دیتی محبت اُنکے گیسو کی
مین آزادی کے عالم مین بہی پابندِ سلاسل ہون

تیونسے عہد جو مینے کیا ہے پاس اُسکا ہے
جنان سے حور آئے گر خدا سے اپنے سائل ہون

کباب سوختہ مجکو مرا ساقی جو دیتا ہے
صدا آتی ہے یہ مین بہی کسی ہمخوار کا دل ہون

جدا ہوتا نہین اکدم مین اُس لیلی شمائل سے
کہ سایہ کیطرح جب دیکھیے ہمراہ محمل ہون

فقیر اُسکے در دولت کا ہون دل ہر غنی اپنا
بھلا منعم تو ہر گز کیا مال حاتم سے نہ سائل ہون

اشارہ اُسکے عارض کی طرف ہی سبزۂ خط کا
اثر تریاق کا اُسمین ہی مین زہر ہلاہل ہون

کیا جو قید اسنے مجکو جرم عشق گیسو مین
رعایت کی نظر ہی ورنہ مین پھانسی کے قابل ہون

کبھی تو ہی جمال باکمال اپنا دکھا مجکو
ترے اسم جلالی کا تو اک مدت سے عامل ہون

دُرِ مقصود سے دامن کبھی خالی نہین رہتا
سمندر حسب کا قطرہ ہی مین اُس دریا کا ساحل ہون

۱۵۰ نظر عیبون پر اپنے چاہیئے اے اشک دانا کو ۱۹
خرابی آئی جب انسان یہ سمجھا مین کامل ہون

نام راحت کا زبان پر کبھی آتا ہی نہین
اب بجز رنج والم کچھہ ہمین بھاتا ہی نہین

ہے یہ پیر فلک راہ پر آتا ہی نہین
دل سے کینہ کبھی کم بخت کے جاتا ہی نہین

کوئے جانان مین رہا نقش قدم کیصورت
بیٹھہ جاتا ہون جہان کوئی اُٹھاتا ہی نہین

لب ساقی کے پس از مرگ ہی بوسے لیتا
کوئی ساغر مری مٹی کا بناتا ہی نہین

چین مین ہین عدم آباد کے رہنے والے
ایسے سوئے ہین کہ پھر کوئی جگاتا ہی نہین

ہیے چہرہ ہی فرح ہوا کرتے ہین عشاق اُسکے
سرمہ آنکھون مین کسی روز لگاتا ہی نہین

عہد طفلی سے اسی کھیل مین کی صرف اوقات
عشق بازی کے سوا کچھہ مجھے آتا ہی نہین

جنس دل کے ہین یہان اب بھی خریدار بہت
خوف نقصان سے کیسکو مین دکھاتا ہی نہین

اپنے دامن سے لہو دہوتا ہی جلاد عبث
شست وشو سے یہ وہ دہبا ہے کہ جاتا ہی نہین

بعد مرنے کے ہمانے بھی نہ پوچھا آکر
سگ جانان تو مری ہڈیان کھاتا ہی نہین

در پہ دیوانون کا رہتا ہی شب و روز ہجوم
طوق منت کی پر پڑا د بڑھاتا ہی نہین

جاکے ٹہیرینگے کہان ملک عدم کے سفری
کوئی رہنے کا پتا اپنے بتاتا ہی نہین

زاہد خشک کے کیا ہوتا ہی بہکانے سے
جو بُری راہ ہی اُس راہ مین جاتا ہی نہین

طور پہ حضرتِ موسیٰ کو صفر کچھ نہ ہوا
مین جو ہوتا تو کبھی ہوش مین آتا ہی نہین

خانۂ دل مین مرے گو کہ بڑی وسعت ہے
اسقدر غم کی ہے کثرت کہ سماتا ہی نہین

اسقدر عالمِ ہستی مین اٹھائے صدمے
جو گیا یہان سے وہ پھر کبھی آتا ہی نہین

الفتِ موے کمر نے یہ کیا زار و نحیف
ایسا معدوم ہوا ہون کوئی پاتا ہی نہین

حال رہتا ہے جو شب ہجر مین کا ملیت کا
دم جو رکتا ہے تو دو دو پہر آتا ہی نہین

۱۵۱	بے ثباتی جہان کی جو خبر ہوتی اشک مین کبھی عالم ایجاد مین آتا ہی نہین	۲۲

ڈالو نہ موئے زلف معنبر چراغ مین
پھرنے لگین گے سانپ یہ بنکر چراغ مین

فصل بہار کا ہے اثر ہر چراغ مین
لو گل سے ہی سوا ہے معطر چراغ مین

پروانے ڈوبے مرتے ہین جلکر چراغ مین
روغن ہے یا بھرا ہے سمندر چراغ مین

مرنے کے بعد بھی نہ مٹے داغ عشق تار
یہ روشنی ہو تا دمِ محشر چراغ مین

کی ہے شب فراق مین ہمنے جو روشنی
شعلہ سا اُٹھ کے بیٹھ گیا ہے چراغ مین

ہوتی ہے ہجر یار مین اسطرح مجکو صبح
رہتی ہین اُنگلیان مری شب بھر چراغ مین

الفت سے ایک بت کی منور ہے داغِ دل
ڈر سے ہوا کے رکھتے ہین پتھر چراغ مین

تیاری بلبلون کے پکڑنے کی آج ہے
ڈالا ہے اُسنے روغن گل ہر چراغ مین

قاصد کو میرے ذبح تو اُسنے کیا نہو
تنکے کی جا ہے بال کبوتر چراغ مین

مانا تھا وصل ہو تو کرین نذر داغ دل
کچھ ہار پھول ہوئین تو کچھ زر چراغ مین

زلفونکے درمیان مین جو کسی شب نظر کرین
ہمکو ہو ان دکھائی دے اژدر چراغ مین

جس رات اپنے پاس نہو وہ پری جمال
اُس شب ہو روشنی نہ مرے گھر چراغ مین

داغ جنون کی نذر کرین اپنا نقدِ دل
زلفین چھوا کے رکھیئے نچھاور چراغ مین

اک شمع رو کے شوق مین پروانون کی طرح		مجھ زار و ناتوان کا ہو بستر چراغ مین
ضد سے مرتا جلا تا ہی وہ اپنے موئے زلف		دود وہ ہی یا کہ سو وہ عنبر چراغ مین
وہ تیرہ بخت ہون کہ جو چومک کبھی جلاؤن		بڑھ بڑھ کے شعلے پیدا کرین پر چراغ مین
پروانون کی طرح گری پڑتی ہین قمریان		بتی ہی یا کہ شاخ صنوبر چراغ مین
دل کو یقین ہی ذبح ہوا نامہ بر مرا		روغن کی جا ہی خون کبوتر چراغ مین
اپنی شکست دل مجھے یاد آئی دیکھکر		پروانون کا جلا ہوا لشکر چراغ مین
فرقت مین ڈر رہا ہون دہوان دیکھکہ دیکھکر		گویا سیاہ تاب ہی خنجر چراغ مین
تاثیر ہو نہ نقش عداوت مین غیر کے		لکھکر جلاے لا کھہ فسونگر چراغ مین

٥٢	٠	اے اشک جی مین آتا ہی اکثر شب فراق رکھدون اٹھا کے یہ دل مضطر چراغ مین	٢٨

آجتک [illegible] مجھے الفت ابرو مین نہین	مطلع	کچھ عجب زہر ہی یہ تو کسی بچھو مین نہین
حسن جا[illegible] رہا بل نام کو گیسو مین نہین		اب اثر یار کی آنکھونکے بہی جادو مین نہین
آج وہ آفت جان اپنے جو پہلو مین نہین		دست و پا کیسے مرا دل مرے قابو مین نہین
رات سے ڈھونڈ رہا ہون مرے پہلو مین نہین		دل کیا تو اس الجھے ہوے گیسو مین نہین
مجکو ہوتا ہی سر افعی ارقم کا گمان		شانہ علاج یہ اس ترک کے گیسو مین نہین
دیکھکر [illegible] ہتا ہون اس رشک چمن کو شب وصل		ڈھیر پھولون کا تو رکھا مرے پہلو مین نہین
ہر [illegible] دل بیمار کسی عاشق کا		پھول چنپا کا یہ الجھا ہوا گیسو مین نہین
چشمہ [illegible] ریان مین تصور ہی یہ کس خوش قد کا		راستی ایسی کسی سرو لب جو مین نہین
مین [illegible] گرد نہ ذرا پھیر دے خنجر لیکر		طاقت اتنی بھی تو جلاد کے بازو مین نہین
اک شارے مین ہزارون کے گلے کٹتے ہین		بارہ بھی دیکھنے کو خنجر ابرو مین نہین

بڑھ گئی ہے تپ فرقت کی حرارت ایسی ۔ مثل موتی کے تری تک مرے آنسو میں نہیں
رات بھر ہجر میں مردہ سا پڑا رہتا ہوں ۔ میرا تابوت ہے تکیہ مرے پہلو میں نہیں
حضرتِ عشق کی تاثیر ہے یہ دونوں طرف ۔ میں جو بیتاب ہوں دل انکا بھی قابو میں نہیں
لبِ جاں بخش کے ہیں طور تری آنکھوں میں ۔ مردے جی اٹھیں اثر یہ کسی جادو میں نہیں
دل جگر بہہ گئے خون ہو کے غمِ فرقت میں ۔ یاس و حسرت کے سوا کچھ مرے پہلو میں نہیں
داغ سے ہے مہِ کامل کا بھی چہرہ بگڑا ۔ پر کوئی عیب تمہارے رخِ نیکو میں نہیں
آئینہ سامنے سے رخ کے ہٹا بہرِ خدا ۔ کیا اب اتنی بھی صفائی ترے زانو میں نہیں
کیوں ٹپکتی ہیں یہ بالوں سے لہو کی بوندیں ۔ دلِ زخمی تو کسی کا ترے گیسو میں نہیں
خیرگی ہوتی ہے آنکھوں میں شبِ وصلِ صنم ۔ جو چمک اسکی ہے جگنی میں وہ جگنو میں نہیں
تیری آنکھوں کی محبت کا اثر ہے یہ بھی ۔ کہ جو وحشت ہے مجھے وہ کسی آہو میں نہیں
دن گزارے چمنِ دہر میں مجبور رہے ۔ بو محبت کی جو پوچھو کسی گل رو میں نہیں
جان لے لیتا ہے کافر ترے زیور کا بناؤ ۔ زہر جو پاؤں کے بچھوؤں میں ہے بچھو میں نہیں
کبھی زنجیر کبھی طوق کبھی دامِ بلا ۔ ایک آفت تو تری زلفِ سمن بو میں نہیں
ہے فقیروں کو تکلف سے تنفر ساقی ۔ جامِ جمشید میں کیا ہے کہ جو چلّو میں نہیں
ہجر میں ضعف نے اس درجہ ترقی کی ہے ۔ طاقت اب آنکھ تک آنیکی بھی آنسو میں نہیں
آجکل حسن پرستی کا ہوا ہے یہ رواج ۔ نام اک بت کا کہیں معبدِ ہندو میں نہیں
کوسوں بو جاتی ہے راتوں کو ترے گیسو کی ۔ یہ لطافت یہ مہک تو گلِ شببو میں نہیں

۱۵۳	نیک و بد اشک نظر میں مری تُلجاتے ہیں حاجت سنگ نہیں پھیر ترازو میں نہیں	۲۹

گھڑی کو آکے بیماروں کی حالت دیکھ لیں ۔ اتنی وہ تکلیف فرمائیں تو صورت دیکھ لیں

یون گھلا کر مارتا ہی رنج فرقت دیکھہ لین
ہو گیا ہے یا نہین سردی کی حالت دیکھہ لین

عالم وحدت سے کثرت مین وہ آجائے اگر
سو جگہ پہر تو وہی ہم ایک صورت دیکھہ لین

ساتھہ میت کے جو آنے مین اُنہین تکلیف ہو
بعد تیجے کے کسیدن آکے تربت دیکھہ لین

چھاگلین پہنے ہوے کس ناز سے چلتے ہین وہ
اتنی مہلت دے اجل تو ہم قیامت دیکھہ لین

کچھہ زبردستی نہین سستی جو ہاتہ آتے لین
جنس دل بازار مین اُنکو کے قیمت دیکھہ لین

کوئی دم کا اور ہون مہمان اگر باور نہو
اپنی آنکھون سے وہ آکر میری حالت دیکھہ لین

سال آیندہ کہین پہر آئیگی فصل بہار
باغ مین چلکر گل و بلبل کی صحبت دیکھہ لین

دل لگانیکا حسینونسے ابہی موقع نہین
جانچ لین اچھی طرح سے رنگ صحبت دیکھہ لین

امتحان حسن وہ تصویر یوسف سے کرین
اپنی صورت سے ملا کر اُنکی صورت دیکھہ لین

میرے مرنے کا یقین اُنکو اگر اب بہی نہو
پوچھہ لین لوگونسے اگر میری تربت دیکھہ لین

اگئی ہین تنگ نالون سے اگر اہل وطن
اپنے رہنے کے لئے ہم دشت غربت دیکھہ لین

دوست میرے قتل کے مانع نہون جلاد کو
پہلے قرآن کہولکر اجر شہادت دیکھہ لین

کاٹکر ہمنے تو سر قدمونپر اُنکے رکھہ دیا
غیر آجائین تو اُنکی بھی محبت دیکھہ لین

جب دعا کی ہاتہ اُٹہا کر ابر رحمت چھا گیا
زاہد اگر مے پرستونکی کرامت دیکھہ لین

عذر کرتے ہین دوا دینے مین کیون ناحق طبیب
کوئی صحت کی نہین اب تک علامت دیکھہ لین

جانتے ہین خوب ہم ان زاہدونکا مکر و زور
معتقد تب ہون کہ جب کوئی کرامت دیکھہ لین

اُنکی غفلت سے دل اپنا بھر گیا گرد ملال
کیونکہ آئینہ نہین ہے بے کدورت دیکھہ لین

خاکساری کر تو پیدا ہو جلاے آئینہ
دل مین اتنی تو صفائی ہو کہ صورت دیکھہ لین

آدمی کیا وہ فرشتونکے نہ ہاتہ آئین کبھی
تیرے دیوانے جو میدان قیامت دیکھہ لین

کون اُنہین شہر خموشان مین بتائیگا مجھے
فاتحہ پڑہنا ہو گر منظور تربت دیکھہ لین

جلوۂ محبوب سے خالی نہین کوئی جگہہ
چشم بینا ہو تو پتھر مین بھی صورت دیکھ لین

انگلیان جلتی ہین جسدم ہاتہ رکبتا ہے کوئی
میری نبضونکی سہی تو حرارت دیکھ لین

پھر ہماری وحشت دل کا تماشا دیکھیے
گر کسی تصویر مین بہی گل کی صورت دیکھ لین

آئینے کو منہہ دکہائین پھر نہ مارے شرم کے
اک نظر تجکو اگر حوران جنت دیکھ لین

چادر گل کی عوض مرقد پہ ہین نرگس کے پہول
دید کی مرنے پہ بہی باقی ہے حسرت دیکھ لین

شام تک آفت رہیگی میری جان زار پر
صبح کو گر غیر کی منحوس صورت دیکھ لین

فصل گل مین سامنا دیو جنون کا تب کرین
کچھہ تو اپنے دست و پا مین ہم بھی طاقت دیکھ لین

١٥٤ — جیمین آتا ہے بدل کر بھیس اک آزاد کا
اس شہ خوبان کی چل کر اشنک ہمت دیکھ لین — ٣٥

کشتہ ہوتے ہین غضب حسرت و ارمان دلمین
روز بنتا ہے نیا گنج شہیدان دل مین

شادی وصل ہین ہین جشن کے سامان دلمین
رات بہر رہتا ہے داغونسے چراغان دلمین

پاتے ہین لطف بہار چمنستان دل مین
آگیا ہے جو خیال رخ جانان دلمین

کر رہی ہے یہ خلش الفت مژگان دلمین
یا کوئی رہگیا ہے توٹ کے پیکان دلمین

اب تو نالونکی صدائین ہین نہ افغان دل مین
یا الٰہی ہے کوئی شہر خموشان دل مین

مفت بیکار رہے ناوک مژگان دلمین
جا بجا ڈھیر ہین ٹوٹے ہوئے پیکان دلمین

جب مقابل وہ ہوا جذب اسے کہتے ہین
ہو گئی عکس کی تصویر نمایان دل مین

دی جگہ قلب مین آنکھون مین سمایا جو گل
دونون دروازے یہ باہر ہین گلستان دلمین

حسرتین رہگئی ہین سیکڑون کشتہ ہوکر
ایک مدت سے ہے یہ گور غریبان دلمین

رہگئی تیر جو زخمونمین تو ہم یہ سمجھے
بہر گلگشت چمن آئی ہین پریان دلمین

اک پریوش کا جو ہاتہ آگیا چہلا مجکو
سمجہا مین خاتم انگشت سلیمان دلمین

نکلے گلدام سے صیاد کے کیون ہو گئے اسیر | کیا نہ مرغان چمن ہونگے پشیمان دلمین
حسرت و یاس و غم و رنج کا رہتا ہی ہجوم | روز دو چار نئے آتے ہین مہمان دلمین
نہ گلا کٹنے سے قاتل ہی اُدھر شرمندہ | سخت جانی سے ادہر ہین ہون پشیمان دلمین
سلسلہ مہر و محبت کا نہوگا موقوف | دل کبھی زلف مین گہ زلف پریشان دلمین
آجکل زلف معنبر کے خریدار ہین سب | مشک کے بیچنے والے ہین پریشان دلمین
آکے اُس بُت کا تصور نہین پہر جا سکتا | کچھہ بنائی ہی عجب بہول بہلیان دلمین
دہن یار سے الفت نہین پیدا کی ہی | ہی خضر رکہتے ہین جو چشمۂ حیوان دلمین
اُسکے دانتون کا تصور ہی کہ دریا سے گہر | ابر نیسان کی طرح ہی گہر افشان دلمین
بحث کس بات کی اچھین ہی کہنا نہین یہہ | کیا تجھے سمجھے ہین ہند و مسلمان دلمین
دی ہی تہوڑیسی جگہہ ہین یہ خدا نے وسعت | کہ سما جائین ہزارون ہی بیابان دلمین
خط عارض کا تصور ہی کبھی مژگان کا | کہین کانٹے ہین کسی جا ہی گلستان دلمین
بعد مرنے کے وہ سب خاک مین ملجائینگے | جس قدر رکہتے ہین حسرت و ارمان دلمین
قید ہم اُس کا تصور جو کیا کرتے ہین | ایک چھوٹا سا بنا رکہا ہی زندان دلمین
آگیا یاد جو اِک بت کا ہمین حسن ملیح | رہ گئے خال کیا زخمونپہ نمکدان دلمین
عیش و عشرت کا گذر ہوتا ہی کاہے ہاے | غم جانان تو ہمیشہ سے ہی مہمان دلمین
پاکبازان محبت مین شمار اپنا ہے | ملتے ہین ہمین ہند و مسلمان دلمین
کبھی جاتا نہین اُس وسے کتابی کا خیال | راتدن حفظ کیا کرتا ہون قرآن دلمین
انکھہ جب بند حسینونکے تصور مین ہوئی | نظر آنے لگا اِک تازہ پرستان دلمین
جاکے اِتنا تو زلیخا سے کوئی کہدیتا | پہر یوسف کیا تجویز نہ زندان دلمین
کسنے پہر جلوہ گہہ ناز بنایا ہی اسے | نہین معلوم کہ ہی کون خرامان دلمین

بخت ناساز ہی جب مجکو ہدف ہونے دے
موم ہوجاتا ہی فولاد کا پیکان دلمین

گلعذارونکا تصور ہی ہمین کافی ہی
ڈر خزانکا نہین یہ ہی وہ گلستان دلمین

راتدن رہتا ہی اُس یوسفِ ثانی کا خیال
ہمنے پیدا کیا ہی دوسرا کنعان دلمین

اشک قسمت جو بُری ہو تو ہی بیکار کمال
ہو نہ انسان ہنر پر کبھی نازان دل مین

قتل کی اپنے جنون نے کیا خوب تدبیرین ہوئین
گھس گئین زنجیر کی کڑیان تو شمشیرین ہوئین

یہ شرف کسکو ملی کسکی یہ توقیرین ہوئین
زینتِ عرشِ بریں مٹی کی تصویرین ہوئین

زندگانی ہی تمہارے غمزدونکو قیدِ سخت
ناتوانی سے رگین اُنکے کی زنجیرین ہوئین

جب مرقع غمزدونکا اُنکے کھچوایا گیا
اشک سے ہو ہوکے نم بیکار تصویرین ہوئین

آئے پھر صیاد لیکر باغ مین دام و قفس
بلبلونکی پھر گرفتاری کی تدبیرین ہوئین

یارنے پلکین کترواکر جو اپنی پھینکدین
عاشقونکے حق مین وہ بھی تیز شمشیرین ہوئین

جان شیرین سبزۂ خط کی محبت مین گئی
زہر کی اکسیر کی بوٹی مین تاثیرین ہوئین

کس سے اُٹھ سکتے بھلا صدمے فراقِ یار کے
سخت جانی سے مرے مرنیمین تاخیرین ہوئین

منزلِ مقصود کو پہنچا عدم کا قافلہ
رہگئے تھک کر رسا جنکی نہ تقدیرین ہوئین

منصبِ داغِ جنون حاصل ہوا جب عشق مین
کوہ و صحرا تیرے دیوانونکی جاگیرین ہوئین

صاف کچھ کہتے نہین ہمسے یہ اہلِ معرفت
کوئی تو پردہ مین ہوگا جس سے تقریرین ہوئین

دو نون گالونپر ہوئی اُس شوخ کے خط کی نمود
حاشیونپر مصحفِ عارض کی تفسیرین ہوئین

جھانکنے آیا جو دروازے پہ وہ خورشید وش
روزنونسے درکے باہر رخکی تنویرین ہوئین

ماہ گردشمین ہی شب بھر دنکو سرگردان ہی مہر
دہر مین صاحب کمالون کی یہ توقیرین ہوئین

قتل عالم کو کریگا یار یہ تیرا بناؤ
برچھیان میرے لئے سہرے کی تحریرین ہوئین

چرخ نے ہمکو مٹانے کی بہت تدبیر کی
قلعۂ فولاد یہ مٹی کی تعمیرین ہوئین

جرم کی اغیار سے پاداش کچھہ ہوتی نہین
بیگناہون کے لئے تجویز تعزیرین ہوئین

پرسش اعمال تو محشر مین ہو کہدینگے ہم
یہ بھروسے پر تری رحمت کے تقصیرین ہوئین

بزم خوبان مین صفائے قلب کام آئی مرے
عکس کے اِس آئینے مین نقش تصویرین ہوئین

جبہہ سائی کی بتون کے در پہ جبگر امٹ گیا
گھستے گھستے محو پیشانی کی تحریرین ہوئین

بیڑیان تیار ہوتی ہین ہمارے واسطے
فصل گل آئی گرفتاری کی تدبیرین ہوئین

پنڈلیان چھل چھل کے اپنی خون نکلا اسقدر
تھین جو لوہے کی وہ اب سونیکی زنجیرین ہوئین

آج مرنے کا ہمارے کچھہ سبب کھلتا نہین
اُنکے آنے مین نہین کیا آگئے تاخیرین ہوئین

لیگئے اخوان یوسف ساتھ جب یعقوب کو
خواب کی اُسوقت ظاہر سب پہ تعبیرین ہوئین

بادشاہون کے مکانون کا نشان ملتا نہین
چار دن مین **اشک** سب برباد تعمیرین ہوئین

156 — **ردیف واو** — 16

کرین گے ضبط گریہ فرقت جانان مین ہم کچھہ ہو
ابھی طوفان آجائے جو اپنی چشم نم کچھہ ہو

علاج اب کیا کرین گے اپنے بیمار محبت کا
مسیحائی تو اُنکی تب چلے جب مجھہ مین دم کچھہ ہو

کوئی تصویر ہی کھچواکے اپنی بھیجدے قاتل
کہین یہ اضطرابی تو ہمارے دل کی کم کچھہ ہو

کیسکی افعی گیسو کا کشتہ ہوچکا ہون مین
عجب کیا ہے کہ اب تک جسم مین تاثیر سم کچھہ ہو

بہت ٹالے ہین دم دیدیکے تمنے وصل کے وعدے
تمہارا آج ہم کہنا نہ مانین گے صنم کچھہ ہو

جنازے پر وہ اپنے کشتۂ حسرت کے روتے ہین
عجب کیا ہے رقیبونکو جواب اسکا بنے غم کچھہ ہو

کہین راحت نہین ہے خوف سے مرنے تو چارہ کیا
ضرور اک روز جانا ہے ہمین سوے عدم کچھہ ہو

دل اُس ترکِ جفا پیشہ کو چھینے ہی نہ دیتا تھا
یونہیں سہنا پڑینگے عمر بھر جور و ستم کچھ ہو

رہِ عشقِ مجازی بھی کڑی ہے گو حقیقت میں
پہنچ جاتا ہے منزل پر اگر ثابت قدم کچھ ہو

دل اپنا اس بُتِ بیباک کو اسوقت میں دونگا
نوشتہ کوئی ہو جائے وہ یا قول و قسم کچھ ہو

پئے ذکرِ الٰہی عدا عطا قیدِ مکان کیسی
غرض ہے بندگی سے دیر ہے یا حرم کچھ ہو

وہ کیا جانے غمِ دوری سے ہمپر کیا گذرتی ہے
بجا ہوں ہوش تو کیفیتِ دل ہی تھم کچھ ہو

یقین آہی گیا تھا ہمکو بہکانے سے واعظ کے
کہ شاید کوچۂ دلدار سے بڑھ کر ارم کچھ ہو

اُلجھکر یہ دلِ وحشی ہمارا رہ نجائیگا
نہ جب تک گیسوؤں میں ہو شکوں کے پیچ و خم کچھ ہو

شبِ وصلت کلام آئے کئے آپس میں بحثینگے
یہ ممکن ہی نہیں اے دل کہ شادی میں نہ غم کچھ ہو

۱۵۹	ذلیل و خوار ہیں اے **رشک** لوگوں کی نگاہوں میں نہ جب تک آدمی کی گانٹھ میں دام و درم کچھ ہو	۱۳

آپ سے باہر رہوں سودا بھی ایسا تو ہو
پاؤں میں الجھا رہے چاکِ قبا ایسا تو ہو

جانِ شیرین اپنی کھو بیٹھے ہیں جو عشق میں
اپنی کشتی خود ڈبوے ناخدا ایسا تو ہو

فخر لیجائے سلیماں پھر ترے در کا فقیر
گرد ہو اور رنگِ شاہی بوریا ایسا تو ہو

لیکے دل مجھسے مکر گیا جلد بھولا ہے مجھے
پوچھتا ہے کون ہے تو آشنا ایسا تو ہو

غیر صحبت میں رہا کرتے ہیں اُنکی رات دن
رشک سے کہتا ہوں میں بختِ رسا ایسا تو ہو

دل گیا چھید زار سے جو وہ حسین سبزہ رنگ
لوگ کہتے ہیں کہ جذبِ کہربا ایسا تو ہو

دید کی حسرت ذرا اُنکی کے دل سے پوچھیے
شوخ بے پروا حسینِ باحیا ایسا تو ہو

ہر کس و ناکس کو دل دینا نہیں آتا ہمیں
انگلیاں جسپر اُٹھیں وہ مہ لقا ایسا تو ہو

مانگتے ہیں ہجر کی شب اپنے مرنے کی دعا
آدمی دنیا میں مشتاقِ قضا ایسا تو ہو

دستِ نازک خون سے مجھ شہیدِ ناز کے
پھر نہ چھوٹے ہاتھ سے رنگِ حنا ایسا تو ہو

صاف آئینے مین صورت یار کی آئے نظر	دل مرا گردِ کدورت سے صفا ایسا تو ہو
بعد مرنے کے دِکہاؤن گر مین دلکا اضطرا	قبر ہجائے ہنڈ و نا ز لزلہ ایسا تو ہو

۱۵۸	بلبلِ دل کی ہون وہ رنگین نغمہ سنجیان سب کہین اے اشک مرغ خوش نوا ایسا ہو	۱۱

لے کے دِل تلپٹ کروا ے مہ جبین ایسا ہو	عمر بھر پیٹا کرین ہم سر کہین ایسا ہو
اپنے مرنے سے فقط اِسواسطے ڈرتے ہین ہم	آسمان کی طرح پیسے تو زمین ایسا ہو
دیکھکر کہتے ہین سب اُنکے وہانِ تنگ کو	ہر یقین مہر سلیمان مین نگین ایسا ہو
بیجوا سی سے نہ میرے حلق پر خنجر پھرا	خون مین بھر جاے ترے آستین ایسا ہو
ہجر مین ساقی کے مے اسواسطے پیتے نہین	پہونکدے ہمکو یہ آب آتشین ایسا ہو
رنگ مین گیسوے شبگون سے ترے ملتا نہین	ہر یقین بو باس مین ہی مشک چین ایسا ہو
آسمان تک آہ جاتی ہر ہوائی کیطرح	گر پڑے جلکر کہین چرخ برین ایسا ہو
رائگان کرتا ہر تنہائی مین کیون عمر عزیز	ہو جو میت کا گمان عزلت گزین ایسا ہو
کس سے نسبت دین ترے گورے بدنکو یار ہم	جب کہ پرا قی مین رنگ یاسمین ایسا ہو
جبہ سائی کی بتون کی آستان پر عمر بھر	آدمی کا عشق مین برباد دین ایسا ہو

۱۵۹	حالِ دل کِسکو دکھائین اشک ہم کس سے کہین جو ہر وہ کہتا ہر تو غم سے حزین ایسا ہو	۱۵

٥ دیکھکر خنجر بکف جلاد کو	موت آئی ہر مبارکباد کو
خود پکڑکر بلبل ناشاد کو	باغبان نے دیدیا صیاد کو
باز رکھا قتل سے جلاد کو	موم کر دیتے ہین ہم فولاد کو
دیکھکر سامان غم کہتی ہر آہ	پہونکدے اس عالم ایجاد کو

میرے نالونسے ہی جنبش مین زمین
تھرتھری ہی چرخ بے بنیاد کو

میرے سودے نے اثر آخر کیا
حاجت نشتر ہوئی فصاد کو

سونچ رکہا تہا یہ حیلہ موت نے
غرق جوے شیر کر فرہاد کو

میرے بدلے خود پہن لین بیڑیان
یہ نیا سودا ہوا حدّاد کو

خوش قدونکا ہمکو سودا ہوگیا
پوچھتے ہین اس لئے شمشاد کو

عشق نے شیرین کی آخر جان لی
زہر میٹھا دیدیا فرہاد کو

اہل محشر بہی ہین قاتل کیطرف
اب کوئی جاے کہان فریاد کو

ہجر کی آفت سے گہبراے تہے ہم
بارے آپہنچی اجل امداد کو

میرے مرنے کی ہی قاتل کو خوشی
لوگ جاتے ہین مبارکباد کو

پائی حصے مین صباحت حور نے
دی ملاحت حسن آدم زاد کو

٢١	روح سے اب انکی استمداد ہے اشک ہم بہولے نہین استاد کو	١٦٠

تسکین نہین ہوے پہ دل بیقرار کو
چرخہ بنا دیا ہی ہماری مزار کو

جادی ہی ہو دل مین اک صنم گلعذار کو
ہمنے طلسم بند کیا ہی بہار کو

دیتے ہین زلف مین دل پروانہ کو جگہ
منظور ہی لڑانے طاؤس و مار کو

رنج و غم و الم نے جدائی کے جان لی
چارونطرف سے گہیر کے مارا سوار کو

شبہاے ہجر مین نہ اجل کو پتا ملا
ڈہونڈہا کہان کہان نہ ترے بیقرار کو

بخت رسا نے اوج دکہایا پس فنا
پہنچا دیا فلک پہ ہمارے غبار کو

للہ صید گاہ مین بسمل نہ چہوڑیے
ہمراہ لیتے جایئے اپنے شکار کو

ڈہا دیگا ایک آہ مین او چرخ کینہ جو
ناحق ستائیگا جو کسی دلفگار کو

پھولون کے سہرے آکے چڑہاتے ہین گلبدن
دولہا بنا دیا ہی ہمارے مزار کو

شکل سحر نظر نہین آتی کسیطرح
کتنا بڑہا دیا ہی شبِ انتظار کو

ہوتی کسیطرح نہ شکست طلسم جسم
سوزِ درون نے آگ لگا دی حصار کو

پی لی اگر کبھی لبِ میگون کی یاد مین
سم ہو گئی شراب ترے بادہ خوار کو

کب تک پڑے رہین دلِ پرداغ راہ مین
پامال ناز کیجئے اِس لالہ زار کو

آتش کی بدلے نوحؑ کا طوفان ہوئیگا
دوزخ مین ڈالدین جو ترے اشکبار کو

حسرت بھری ہی دل مین جو آغوشِ یار کی
سمجھونگا بعد مرگ غنیمت فشار کو

اِکروز جسم و جان مین جدائی ضرور ہی
کب تک لئے پھریگا یہ مرکب سوار کو

بِکھرے ہوے ہین دوشپہ گیسوے تابدار
نکلے ہین آج طائرِ دل کے شکار کو

نرگس کے پھول توڑ کے گلشن سے پھینکئے
ڈر ہی نظر لگے نہ عروسِ بہار کو

ویرانہ دل کا دیکھہ کے کہتے ہین راہرو
فوجِ الم نے لوٹ لیا اِس دیار کو

ہفت آسمان ٹوٹ پڑے سر پر ایکبار
بھیجے ہوے تھے پھول محبت کے بار کو

عشقِ بتان مین اشک ہین برسون سے ہم خراب
منظور کیا ہی دیکھئے پروردگار کو تم

قیدِ ہستی سے رہائی دی قضا نے ہمکو
پر نہ چھوڑا تری فرقت کی بلا نے ہمکو

قیس و فرہاد کے احوال پہ رو دیتے ہین
یاد آجاتے ہین دونون کے زمانے ہمکو

اُڑ کے آیا کئے گلزار سے یہان غنچۂ گل
شیشیان عطر کی دین بادِ صبا نے ہمکو

عمر بھر حسن پرستی مین جو گذری اوقات
قبر مین بھیجدی اِک حور خدا نے ہمکو

ضعف مین بھی نہ مرض دشت نوردی کا گیا
فصلِ گل آتے ہی چکر لگی آنے ہمکو

کعبہ و دیر کلیسا مین تمہین ڈہونڈ آئے
یہی معلوم تھے اے یار ٹھکانے ہمکو ۲

[illegible]

سوت ہے رقص یہ وارفتہ مزاجون کے لیئے
مار ڈالا ترے گھنگرو کی صدا نے ہمکو

دو شپہر دیکھہ کے وہ افعی گیسوے صنم
یاد آجاتے ہین ضحاک کے شانے ہمکو

غیر کی نیش زنی کی ہے شکایت بیجا
کہ العقارب نظر آتے ہین یگانے ہمکو

دل کی وحشت سے خود آوارہ و سرگردان ہین
کون لے آکے خبر کیا کوئی جانے ہمکو

تہ و بالا ہوا دریاے محبت مین جہاز
کر دیا غرق سمندر کی ہوا نے ہمکو

سبزہ رنگون کی جو الفت مین ہوئے زار و نحیف
مار ڈالا کشش کاہ ربا نے ہمکو

ساتھ مرنے پہ چھوڑے گی بلاے شب ہجر
دیکھنا قبر مین آئیگی ستانے ہمکو

قیس و فرہاد کی ہی عشق مین عزت ہوئی
یہی اونچے نظر آتے ہین گھرانے ہمکو

کیا جنون خیز بہار اب کے برس آئی ہے
کیا دیوانہ گلستان کی ہوا نے ہمکو

ایک بوسہ شب وصلت نہ ملا ہونٹھونکا
دی اجازت نہ تری شرم و حیا نے ہمکو

گرم بازار ترے حسن کا جب دیکھتے ہین
یاد آجاتے ہین یوسف کے زمانے ہمکو

طلب جاہ مین برسون رہے اے **اشک** خراب
کہین رہنے نہ دیا حرص و ہوا نے ہمکو

برسون سے عشق مین جو تمہارے تباہ ہو
اوسپر کبھی کبھی تو کرم کی نگاہ ہو

کیون مجھ سے چاہتے ہین کہ اب رسم و راہ ہو
مجھپر رقیب کا نہ اونھین اشتباہ ہو

کون اوسکے خون کا کبھی پھر دادخواہ ہو
جسکا نہ مدعی ہو نہ کوئی گواہ ہو

انسان کو اگر کسی یوسف کی چاہ ہو
لٹ جاے یا کہ قافلہ دل کا تباہ ہو

مکتوب اشتیاق بھیجنے کا قصد اگر کرون
قاصد کو موت آے کبوتر تباہ ہو

رویا نہین مین ہجر مین جی بھر کے اس لیئے
ایسا نہو کہ نوحؑ کی کشتی تباہ ہو

ایسے ہم اس زمانے مین برگشتہ بخت ہین
خشکی مین بھی جہاز ہمارا تباہ ہو

ظلمت کدہ کا رنگ نظر آئے ہجر مین
آہون سے میری سارا زمانہ سیاہ ہو

قسمت مین وصل عاشق و معشوق ہو اگر
عالم تمام وادیٔ مردم گیاہ ہو

وحشت زدہ ہون مین تو وہ نازک مزاج ہین
کہتے ہین لوگ دیکھیے کیونکر نباہ ہو

اکثر بخار مجھپہ نکلتا ہو غیر کا
لایق سزا کے مین ہون کسیکا گناہ ہو

مانند تار کے گذر جاے جسم زار
باریک جنتری سے بھی گر کوئی راہ ہو

نفرت ہو آسمان کو وصلت کے نام سے
بجلی وہان گرے جہان مردم گیاہ ہو

ہو دود آہ سے صف عشاق کی نمود
لشکر کا غمزدون کے نشان بھی سیاہ ہو

خاصان حق نہ طالب دنیا ہوے کبھی
دو دون کے واسطے کوئی کیا بادشاہ ہو

بے پردہ اُنکو دیکھ لیا وہ جہان ہے
اتنی تو دور مین کسیکی نگاہ ہو

اُس بت کا دل اگر نہ پسیجے نہین سہی
گرمی سے شوق پہ باٹہ ہون ایسی تو آہ ہو

غافل نہ اُسکی یاد سے انسان رہے کبھی
مسجد ہو بتکدہ ہو و یا خانقاہ ہو

دل ایسے بدگمان کو نہ دینا تھا ہمکو **اشک**
دشمن کا دوستون پہ جسے اشتباہ ہو

ضرر آسیب سے ہمکو نہ بلا سے کچھ ہو
ہان اگر ہو تو تری زلف دوتا سے کچھ ہو

باز آئین گے نہ وہ جور و جفا سے کچھ ہو
سر کوئی پھوڑ کے مرجاے بلا سے کچھ ہو

نہ تو صحت ہو دوا سے نہ دعا سے کچھ ہو
جان جاے کہ رہے اب تو بلا سے کچھ ہو

سخت جان ہون شب فرقت مین نہ دم نکلیگا
ہو برا نام قضا کا جو قضا سے کچھ ہو

قتل جو کرکے جلا دیتے ہین پھر عاشق کو
ان بتونکو کہین رشتہ نہ خدا سے کچھ ہو

ستم و جور کا شکوہ نہ تغافل کا گلہ
وہ پشیمان تو بھلا اپنی خطا سے کچھ ہو

نقد دل پاس کہان تیرے تہی دستونکی
نہین ممکن یہ کہ حاصل فقرا سے کچھ ہو

آج اُس گل کی طبیعت مین کسیکو نہین دخل
کام بلبل سے نہ نکلی نہ صبا سے کچھ ہو

داغِ دل چاہیین مرقد پہ چراغون کے عوض
نہ تو پانی سے ضرر ہو نہ ہوا سے کچھ ہو

مین اسی خوف سے راتون کو نہین چلاتا
متوہم نہ وہ نالون کی صدا سے کچھ ہو

کون مانع ہی کرین دردِ محبت کا علاج
فائدہ بھی تو طبیبونکی دوا سے کچھ ہو

وصل قسمت مین نہین لاکھہ کہین سر پھوڑین
نہ بتون سے نہ مزارِ شہدا سے کچھ ہو

دم گھٹا جاتا ہی لے چل کہین اے جوشِ جنون
دِل شگفتہ مرا جنگل کی ہوا سے کچھ ہو

جان بلب فصلِ بہاری مین ہین ہم بادہ پرست
زندگی ہو تو مے ہوش ربا سے کچھ ہو

عشق کا روگ ہی کم بخت برا ہوتا ہے
نہ دوا سے نہ دعا سے فقرا سے کچھ ہو

سبزہ رویونکو کیا حسن نے کوہِ تمکین
حرکت کیا کششِ کاہربا سے کچھ ہو

جاؤن اُس گل کی جدائی مین پی سیرِ چمن
مجکو وحشت جو نہ گلشن کی ہوا سے کچھ ہو

بدلے مہندی کے لگایا کرو تم ہاتھونمین
خون دِل شوخ اگر رنگِ حنا سے کچھ ہو

کوچۂ زلفِ سیہ مین دلِ نالان ہی ہے
راہ معلوم تو آوازِ درا سے کچھ ہو

باغ مین نالۂ مرغانِ چمن کون سنے
آشنا گل جو نہ بلبل کی صدا سے کچھ ہو

بھولی باتون نے صنم ہمکو دیا تھا دہوکا
اب کھلا ہمپہ کہ تم فضلِ خدا سے کچھ ہو

رخِ پرنور دکھا دے کہین مشتاقون کو
فتنہ برپا نہ تری شرم و حیا سے کچھ ہو

دشتِ پرخار ہی مین مجکو پھراتا ہی جنون
دشمنی تو نہ ترے آبلۂ پا سے کچھ ہو

ہاتھ سے اپنا گلا کاٹ لین قاتل کے حضور
ٹھن گئی دِل مین یہی اب تو بلا سے کچھ ہو

۱۶۴	سہل اے اشک نہ کیونکر ہو اُسے راہِ صراط راستہ جس کو شہِ ہر دو سرا سے کچھ ہو	۳۲

بھاتا خون ناحق آج کل ہے کھیل قاتل کو

تماشا تتلیون کا جانتا ہے رقص بسمل کو
ہوائے موسم گل اور تڑپانے لگی دل کو
نہ جینے دیگا بے بال و پری کا غم عنادل کو
اثر اتنا تو ہو چاہت مین ان زہرہ جبینون کی
لگا دے آگ افسون محبت چاہِ بابل کو
ہتھیلی جلنے لگتی ہے تپِ غم کی حرارت سے
کبھی جو ہاتھ رکھکر دیکھتے ہین وہ مرے دل کو
مری مٹی سے مجنون بنکے بازارون مین بکتے ہین
اثر بخشا ہے خالق نے یہ مجھہ دیوانے کی گِل کو
اندھیری ہجر کی راتین تڑپ کر ہمنے کاٹی ہین
کوئی اب لیکے کیا چولھے مین ڈالے ماہِ کامل کو
خرام ناز جب اُس نازنین کا یاد آتا ہے
کوئی ہاتھون سے لے لیکر مسلتا ہے مرے دل کو
اثر اتنا تو بارے قیس کے دل نے کیا پیدا
نہ جذبِ شوق نے بڑھنے دیا لیلیٰ کے محمل کو
جنون مین بڑھ گیا کچھہ اتحاد اِس درجہ آپس مین
نہ چھوڑا پاؤن نے اپنے موئے پر بھی سلاسل کو
دوبارہ قتل ہونے کی ہوس دل سے نہ جائیگی
قیامت مین بھی ہم حسرت زدہ ڈھونڈھین گے قاتل کو
گرا گھن ٹوٹ کر بحرِ الم مین ہم نہی سمجھے

سلامت پھر کے اب کشتی نہیں جاتی یہ ساحل کو
بچھا جاتے ہیں شب کو دام لا کر فکر بلبل مین
سمجھتے ہیں چمن صیاد گلرویون کی محفل کو
تمہارے دیکھنے والون کی آنکھون کو یہ حسرت ہے
بجائے مردمک رکھدے کوئی رخسار کے تل کو
کچل کر پتھرون سے توڑ ڈالا جوشِ وحشت مین
جنون نے افعی مردہ بنایا ہے سلاسل کو
حذر پہنچے نہ گم ہو جائے وہ نایاب یہ شئے ہے
امانت جانکر رکھیئے گا زلفون مین مرے دل کو
غضب اے بت ترا حسن جوانی حیرت افزا ہے
کہ پتھر کر دیا صورت دکھا کر ساری محفل کو
تصور بد گمانی سے مجھے کیا کیا نہین رہتے
بجا کہتے ہین فانوس خیالی وہ مرے دل کو
عدم کا راستہ سہل اس سے بڑھکر اور کیا ہوتا
کہ بند آنکھین کئے ہر اک پہنچ جاتا ہے منزل کو
نگاہین تیر رستے مین پڑین کس کی خدا جانے
اب اس کا غم ہے پہچانا نہ ہمنے اپنے قاتل کو
ہمیشہ دشت گردی مین گذرتی قیس کی صورت
بناتے بید مجنون سے اگر لیلی کی محمل کو
پریشان مثل گرد کاروان ہم رہ گئے پیچھے

ہمارے ساتھ والے لوگ پہنچے ہون گے منزل کو
دلِ داغی جو افسون پڑھ کے وہ زہرہ جبین پھونکے
چہرہ تخشب بنا دے ایک دم مین چاہِ بابل کو
تمہارے نازِ بیجا اے صنم پھر کون اُٹھائیگا
بہت پچتاؤ گے پتھر بنا لون گا جو مین دل کو
بدلتے ہی ہوا کے دیکھا سب جان دیدین گے
چھری سے کم نہین برگِ خزان دیدہ عنادل کو
نہ کر تکلیف قاتل حلق پر خنجر پھرانے کی
کہ ابرو کا ترے کافی ہے سایہ نیم بسمل کو
زوالِ حسن جو اُس گل کا دیکھا چلدیئے عاشق
خزان نے آکے برہم کر دیا بزمِ عنادل کو
نظر آنے لگا لالے تختہ سنبلستان مین
کبھی لٹکا لیا اُس نے جو زلفون مین جلے دل کو
رقیبون سے ہوا کرتی ہین باتین کچھ اشارون مین
دکھاتے ہین تماشا پتلیون کا اہلِ محفل کو
جلانے کو ہمارے غیر کو خنجر دیا اُس نے
نزاکت کا بہانہ خوب ہاتھ آیا ہے قاتل کو
حبابون پر گمان سب کو ہوا گلہاے رنگین کا
بنایا عکسِ روے یار نے گلزار ساحل کو
کیا برباد ایسا ان حسینون کی محبت نے

کوئی کاہے کو اب پوچھیگا اِس اُجڑے ہوئے دِل کو

١٦٥ | ہمین خوانِ کرم سے **اشک** اُسنے کیا ہین بخشا
زبان سے اپنی جو مانگے وہی ملتا ہے سائل کو | ٢٨

دولت حسن پری کو جو فراوانی ہو
کیون نہ پھر دعوی اورنگ سلیمانی ہو

تن پہ جلاد کے زخمون کی فراوانی ہو
قبض روح اپنی کسیطرح باسانی ہو

طی کبھی راہ نہ الفت کی آسانی ہو
کوئی ہو اِس مین یہودی ہو کہ نصرانی ہو

جنسِ وصل مفت ہی گردین تو کوئی مول لے
یا الٰہی کبھی ایسی بھی نہ ارزانی ہو

ایکدن توڑ کے پہلو کو نکل جائیگا
دل بیتاب کی یہان کس سے نگہبانی ہو

عید کا دن ہی گلے مل کے کرو ذبح مجھے
آج اِس اپنے ہوا خواہ کی قربانی ہو

قتل منظور ہی صاحب کو تو حاضر ہین ہمین
کہین ایسا نہو آخر کو پشیمانی ہو

دل فریب ایسا دیا حسن خدا نے تجکو
دیکھکر حور بہشتی تجھے دیوانی ہو

ہی ہوس سیم بدن کا مرے شاہانہ مزاج
خط مین لکھون اُسے کاغذ اگر افشانی ہو

انقلاب فلک پیر سے کچھ دور نہین
کہ عوض وعظ کے مسجد مین غزلخوانی ہو

اشک گلگون غم دوری سے ہین رو تاجاؤن
قبر مین اپنا کفن خون سے افشانی ہو

ای فلک جینے سے بیزار ہین خود فرقت مین
آج ہی آئے بلا ہمپہ جو کل آنی ہو

وحشت انگیز ہی اِس درجہ بیابانِ جنون
ہول سے شیر نیستان کا جگر پانی ہو

تخت شاہی بھی میسر ہو تو شادی نکرین
اُسکے ملنے کی خوشی کیا کہ جو شی فانی ہو

حیف کی جا ہی کہ اُس بت کو اثر کچھ ہوا
سنکے نالے مرے پتھر کا جگر پانی ہو

نکتہ بین سمجھے ہین اُس کے پریشان کا دہان
کیا عجب نقش دہن مہر سلیمانی ہو

کچھ عجب مہر و محبت کی ہی رسمین دیکھین
زلف بکھری وہان یہان ہمکو پریشانی ہو

آئینہ لیکے ذرا حسن تو اپنا دیکھو
ہی یقین میری طرح تمکو بھی حیرانی ہو

ڈر سمایا ہی یہ اس ناوکِ مژگاں کا مجھے
کبھی یاقوت نہ لون مول جو پیکانی ہو

ہجر مین بیٹھہ کے روتا ہون جو دریا یہ کبھی
ڈر یہ رہتا ہی سمندر کو نہ طغیانی ہو

گرم آہین جو پس از مرگ دکھائین تاثیر
سنگ مرقد کا چٹک جاے دیا پانی ہو

دونون یہ افعی گیسو جو ہین شانون پر
دولتِ حسن کی پھر کس سے نگھبانی ہو

کوڑی کوڑی کو بکے جام مےِ گلگون کا
ایسی بازار مین انگور کی ارزانی ہو

تو شہنشاہ حسینون کا ہی اے بت بخدا
تجھہ مین کیونکر نہ بھلا ہیبت سلطانی ہو

تیر خنجر سے مجھے ذبح کرا او ترک حسین
مجکو ایذا بھی نہو تجکو بھی آسانی ہو

کیا کہین دل کو مرے خوشی ہوتی ہی
جسقدر داغ محبت کی فراوانی ہو

استخوان اپنے کبھی تجھکو ندونگا مین ہما
کیا کھلاؤن سگِ جانان کی جو مہمانی ہو

شعر کہہ لینا تو دشوار نہین کچھہ اے اشک
پر یہ مشکل ہی کہ تھوڑی سی سخندانی ہو

۱۶۶	ردیف ہاے ہوز	۲۴

مہندی سے سرخ سرخ ہین اس دلربا کے ہاتھہ
یاقوت کے لگا دیئے گویا حنا کے ہاتھہ

مہندی لگا کے پہنا علی بند یار نے
باندھے ہین کس بہانے سے دزدِ حنا کے ہاتھہ

دیوانہ کر کے مارا ہمین زلف یار نے
کیا جانتے تھے آگئے کالی بلا کے ہاتھہ

مژدہ ہمارے قتل کا دیتا ہی ہمکو غیر
پیغام مرگ بھیجا ہی پیکِ قضا کے ہاتھہ

دنیا سے زشت رو جو ہمین چھوڑتے نہین
بک تو نہین گئے ہین ہم اس بیوفا کے ہاتھہ

بنجائین زخم تن مرے پھولون کی بدھیان
او ترک گلعذار لگا مسکرا کے ہاتھہ

گر مُٹھی میں ہون اپنے گریبان کی دھجیان — دامان دشت دستِ جنون لے بڑہا کے ہاتھ

ہو مغتنم یہ آمد و شدِ دم کی چند روز — کشتی عمر کی ہے روانی ہوا کے ہاتھ

اسبابِ دنیوی نہین رکھتے فقیر مست — مے کا بنے پیالہ جو رکھین ملا کے ہاتھ

ملجائیگی جو بخت مین ہے دولتِ وصال — دینے پڑا لے گر تو بہت ہین خدا کے ہاتھ

بحرِ الم مین ڈوب رہا ہے جہاز عمر — تقدیر مین لکھی تہی اجل ناخدا کے ہاتھ

بیتاب ہے فراق مین اک بحرِ حسن کے — دِل اپنا بہیجدین گے کسی آشنا کے ہاتھ

کیونکر کرین نہ مرشد کامل کی پیروی — زاہد بہی چومتے ہین بت پارسا کے ہاتھ

موسیٰ پہ رشک کیون دلِ پرداغ کو ہو — دل تو گیا اُنہین ید بیضا جلا کے ہاتھ

کنج قفس مین بہی ہے معطر دماغ جان — تحفے گلونکے آتے ہین بادِ صبا کے ہاتھ

وسعت کو دل کی دیکھہ کے کہتا ہے وہ صنم — دیکھین یہ ملک آتا ہے کس بادشا کے ہاتھ

انسان سے فیضیاب ہین انسان جہان مین — گر غور کیجئے تو یہی ہین خدا کے ہاتھ

مجھہ زار کو گلے سے لگا لین وہ وصل مین — مین کاہ ہون تو اُنکے نہین کہربا کے ہاتھ

خود منہہ مین اڑکے رزق پہنچتا ہے صبحدم — نقصان کیا اگر نہوے آسیا کے ہاتھ

بے موت آج قتل کیا اُس ترک نازنے — منہدی بہری ہوئی مجھے اپنے دکہا کے ہاتھ

کسطرح ہجر یار مین ہوا ہی قبض روح — بخت زبون نے تہام لئے ہین قضا کے ہاتھ

اِسکی نہین خبر کہ بڑا سخت جان ہون مین — جلاد دلمین شاد ہے اوچھے لگا کے ہاتھ

کشتہ دلونکو کرتے ہین سیماب کی طرح — نسخے کچھہ اُنکو آ گئے ہین کیمیا کے ہاتھ

١٦٧	گر آرزوئے وصل بتان **اشک** دلمین ہے درگاہِ حق مین مانگ دعائین اُٹھا کے ہاتھ	٢٢

عذر قاصد کو جو ہے مکتوب لیجانے مین کچھہ — کچھہ سمجھہ کا پھیر بل میرے ہی سمجھانے مین ہے

فائدہ اس زندگی سے رنج و غم کھانے مین کچھ
مر ہی جائین کاش گر راحت ہو مر جانے مین کچھ

حالِ بیتابیِ دل سن سنکے رو دیتے ہین لوگ
ہے اثر اب بھی ہمارے غم کے افسانے مین کچھ

فصلِ گل آخر ہے چلکر جرعہ نوشی کیجیے
بچ رہا ہو اپنے حصے کا جو میخانے مین کچھ

بیحس و بیکار ہین دونون زوالِ حسن مین
گیسوؤن مین بل نہ حالت تیرے دیوانے مین کچھ

اِس لئے بدلے غذا کے رنج و غم کھاتا ہون مین
دے نہ دے کوئی مرا دشمن مجھے کھانے مین کچھ

قتل عاشق کا اگر ہوتا ہے منظورِ نظر
شمع و سرخی سے لکھدیتے ہین پروانے مین کچھ

محتسب سے دخترِ رز تو نہ الجھی ہو کہین
روز ہنگامہ بپا رہتا ہے میخانے مین کچھ

مجکو ہوتا ہے گمان ہر دم زبانِ مار کا
رہگئی ہے زلف یا الجھی ہوئی شانے مین کچھ

یار کے بالون مین کنگھی تو نہ کی ہو غیر نے
دردِ سر ہوتا ہے رہ رہکر مرے شانے مین کچھ

خود بخود غصے سے چہرہ سرخ انکا ہوگیا
[illegible] کی سوچے ہمارے اشک بھر لانے مین کچھ

فاتحہ پڑھنے بھی مرقد پر کبھی آتے نہین
وہم ہے گورِ غریبان کی طرف آنے مین کچھ

سونگھہ کر رہجاتے ہین اکثر سگان کوے یار
مکث کرتا ہے ہما بھی ہڈیان کھانے مین کچھ

اٹھ کھڑے ہونگے اُسیدم گر ہوئی وہانسے طلب
تابعِ فرمان ہین ہمکو عذر ہے جانے مین کچھ

آپ سے باہر نظر آتے ہین سارے اہلِ بزم
سحر ہے یا معجزہ ہے یار کے گانے مین کچھ

حسن سے خالی نہین کوئی حسینون کی ادا
اور ہی عالم نظر آتا ہے شرمانے مین کچھ

وہ تھی قسمت مین اِس خمخانۂ عالم مین ہم
دونون خالی ہین نہ شیشے مین نہ پیمانے مین کچھ

کوئی پتھر اِس طرف پھینکے تو وہ طفلِ حسین
عار ہے عاشق کو یہان دیوانہ بنجانے مین کچھ

کوچۂ جانان مین ہوئے پر لا کے دفنایا مجھے
دیر قسمت کے بگڑنے مین نہ بنجانے مین کچھ

صورتِ بسمل پھڑکتا ہے دلِ خانہ خراب
دیر ہو جاتی ہے قاصد کے اگر آنے مین کچھ

تھا دل وارفتہ بالون مین الٰہی خیر ہو
دم الجھتا ہے ہمارا زلف سلجھانے مین کچھ

١٣	اشک اسی باعث سے کہتے ہیں اُسے شاعر کمند خود بخود کھنچتا ہے دل گیسو کے بل کھانے سے کچھ	١٦٨

اندھیر کیوں نہ ہو آنکھوں میں ہجر یار کے ساتھ
کہ پتلیاں بھی چلیں آنسوؤں کے تار کے ساتھ

رقیب آئے ہیں گھر میں ہمارے یار کے ساتھ
خزاں بھی آگئی تقدیر سے بہار کے ساتھ

لپٹ کے سویا تھا اک روز اُس نگار کے ساتھ
موئے پہ ہڈیاں پسی گئیں فشار کے ساتھ

پہنچ ہی جائیگی خاک اپنی کوئے جاناں تک
ہوا بھی راہ نمائی کو ہے غبار کے ساتھ

مزا ملا مجھے آغوش یار کا پس مرگ
نکل گئیں مری سب حسرتیں فشار کے ساتھ

رُلاتا ہے وہ مجھے دل میں چٹکیاں لیکر
ہنسی نکالی ہے یہ مجھ جگر فگار کے ساتھ

ملا نہ چین خرابات و حرم میں کوئی دم
رہی ہیں گردشیں مجکو بھی روزگار کے ساتھ

نجائیگی تپش غم یہ خاک ہونے پر
اُڑیں گی آگ کی چنگاریاں غبار کے ساتھ

مٹا دیا مرا نام و نشان تو چین آیا
فلک کو تھی یہ عداوت مرے مزار کے ساتھ

پڑے ہیں خاک پہ مُردے سے طائران چمن
نفس کی آمد و شد تھی فقط بہار کے ساتھ

خدنگ ناز پڑا مجھپر آکے غیر کے بعد
مجھے بھی صید کیا دوسرے شکار کے ساتھ

چمن میں یاد جو آئی ہے گلعذاروں کی
ہمیشہ بیٹھ کے رویا ہوں آبشار کے ساتھ

دیا نہ جام صبوحی جو اشک ساقی نے
بدن سے روح نکل جائیگی خمار کے ساتھ

١٨	ردیف یاے تحتانی	١٦٩

رندوں سے فصل گل میں ہیں باتیں ملال کی
سُن لیجیے گا لٹ گئی بھٹی کلال کی

رندوں کو ہو خبر جو مرے انتقال کی
ماتم سرا بنے ابھی بھٹی کلال کی

موسیٰ کی طرح راہ مین غش کہا گئے گر پڑے
صورت جو دیکھی اک صنم خوش جمال کی

اُس ترک نے زمین کو لگائے ہین چار چاند
نقش سم فرس مین شبیہ ہی ہلال کی

باتین ہین ذوق شوق کی دل سے کیا گئے
دیکھین تمام عمر نہ صورت وصال کی

اکسیر زخم دل کے لیئے ہی اگر ملے
تعریف سن چکے ہین تمہارے اگال کی

کشتہ ادا کا ترک کی ٹھوکر سے جی اٹھا
نزدیک اپنے لاش مرے پائمال کی

آنکھین یہ کس حسین نے پائی ہین اے صنم
خونریزیان تو شیر کی شوخی غزال کی

آیا جو دھیان اپنے گناہون کا وقت مرگ
ندی سی بہہ گئی عرق انفعال کی

الفت مین اپنی خضر کو برسون کنوین جھنکا گئے
تعریف ہی یہ چاہ زنخدان کے خال کی

دوش ہوا پہ رہتا ہی یہ جسم ناتوان
تخت روان سمجھیے اِسے یا کہ پالکی

کہتا ہون سن کے سورۂ والشمس والضحیٰ
تعریف ہی اُسکے رخ بے مثال کی

پامال گلستان ہی یہ کس مست ناز کا
شاخین زمین پہ لوٹتی ہین ہر نہال کی

اک دل ہزار طرح کی جس مین کدورتین
گویا کہ پوٹ بنگیا گرد ملال کی

نسبت ہی تجھہ حسین سے بھلا جانور کو کیا
چیتے کی یہ کمر ہی نہ آنکھین غزال کی

کوثر کے چھینٹے دیتے ہین واعظ عبث ہمین
چھوٹے گی میکشون سے نہ بھٹی کلال کی

قاضی کے گھر مین چھن کے گئے ہین سبوئے مے
اچھی شراب مفت کی پا کر حلال کی

۱۷۰	ای **اشک** کس امید پہ فکر ہنر کرین کچھ قدر ہی نہین رہی اہل کمال کی	۲۲

وہم و گمان مین اپنے بھلا کیا وہ آسکے
موسیٰ نہ جس کی کنہ حقیقت کو پا سکے

سوزش تپ فراق کی کیا دل سے جا سکے
باران سے سرد ہو نہ سمندر بجھا سکے

غیر آکے ہون شریک کیا جو گھر جلے
دل کی لگی ہوئی کوئی کیونکر بجھا سکے

سوزِ تپِ دروں سے دہکتی ہیں ہڈیاں
بعد از فنا یقین ہے ہما بھی نہ کھا سکے

ہیں تیریوں پہ شعلۂ عارض کی گرمیاں
گالوں کو کوئی ہاتھ بھلا کیا لگا سکے

تنگ آکے اُسکے ہاتھ سے دیتے ہیں جان ہم
اب خاک اُڑائے چرخ جہاں تک اُڑا سکے

اللہ ری بعد مرگ گرانباریِ گناہ
تابوت دوش پر نہ احبا اُٹھا سکے

سودا جو زلفِ یار کا ہم ناتواں چھپائیں
پھر منہ سے دودِ آہ بھی باہر نہ جا سکے

ابکے برس خزاں میں بھی جوشِ جنوں رہا
اُترا گلے سے طوق نہ بیڑی بڑھا سکے

آخر کو جان لی غمِ دوریِ یار نے
دو دن نہ ہم فراق کے صدمے اُٹھا سکے

کیونکر بہیں نہ آنکھ سے آنسو فراق میں
کوزے میں کسطرح سے یہ دریا سما سکے

تاثیر جذبِ عشق دکھاؤں جو بعد مرگ
گھوڑا مزار سے نہ وہ آگے بڑھا سکے

اِس طور جسم مضمحل غمِ دوری نے کر دیا
کم طاقتی سے یار کے در تک نہ جا سکے

غیروں کو ساتھ لیکے وہ آیئے دمِ اخیر
عیسیٰ کو حالِ دل بھی نہ اپنا سنا سکے

نقشِ قدم کی طرح رہے کوے یار میں
بیٹھے وہاں جہاں سے نہ کوئی اُٹھا سکے

باہر نہ کوے یار کی حد سے گئے کبھی
اُس دائرے سے پاؤں نہ آگے بڑھا سکے

ہوں داغِ دل چراغِ لحد پر پس از فنا
پانی سے کچھ ضرر ہو نہ آندھی بجھا سکے

کہنے میں بات آتی ہے شکوہ نہیں ہے یہ
وہ جامِ فصلِ گل میں نہ ساقی پلا سکے

باریک بال سے ہے زیادہ کمر تری
کیا دونوں گیسوؤں کا یہ لنگر اُٹھا سکے

پکڑی زمیں ہمنے بھی ایسی پس از فنا
کوے صنم سے غیر نہ میت اٹھا سکے

تیزی ہی اب نہیں وہ شرارے میں آہ کے
باروت میں گرے تو نہ اُسکو جلا سکے

١٧١ — تاثیر کی نہ آہ نے اُس سنگ دل پہ اشک
اِس گنبدِ فلک کو بھی تم تو نہ ڈھا سکے — ١٩

عشق تھا مجکو تو اُنکو بھی محبت ہو گئی
طالب و مطلوب کی اب ایک صورت ہو گئی

دیر مین اُسکے حنائی رنگ کا پیالا پیا جس
جو وہان تصویر تھی سو نیکی مورت ہو گئی

یار کے جور و ستم کی اب شکایت بھی نہین
رنج و غم اِتنے سہے ہمنے کہ عادت ہو گئی

جلوۂ محبوب کس کو دیکھنے کی تاب ہے
غش وہان موسیٰ ہوے یہان ہمکو غفلت ہو گئی

جو کی روٹی نے فقیری مین دیا ہے وہ مزا
نان نعمت سے مجھے منعم کے نفرت ہو گئی

یہ گلے شکوے جب ہی تک ہین کہ جب تک ہے دوگانگی
مل گئے جس روز وہ رفع شکایت ہو گئی

عالم رؤیا مین دیکھا قاصد دلدار کو
خواب مین مجکو پیمبر کی زیارت ہو گئی

ہر گھڑی بیمار رہیے فرقت نہ سمجھے تھے ہم
دو ہی دن مین دست و پا کی سلب طاقت ہو گئی

گل نئے پھولا کرینگے اشتعلے اُٹھین گے روز
گھر مین آئیگی تو غیرون کو اجازت ہو گئی

چہرۂ گلرنگ کا اللہ رے حسن و صفا
صورت آئینہ مشتاقون کو حیرت ہو گئی

رنگیا قاتل کا خنجر فاتحہ پڑھنے کے بعد
سنگ مقناطیس اپنی لوح تربت ہو گئی

خون ہو ہو کر بہا دل ہجر مین آنکھون کی راہ
رنج سے چھٹی ملی غم سے فراغت ہو گئی

دیکھکر اک مہر طلعت کو ہوا بیمار عشق
سامنے کی دھوپ جو کھائی حرارت ہو گئی

کام دوزخ کے کئے تھے خلد مین پہنچا دیا
آگے آگے عاصیون کے اُسکی رحمت ہو گئی

کوچۂ جانان مین جو آیا ہمین پیغام موت
روح قالب سے نکل کر حور جنت ہو گئی

دو گھڑی ٹھیری جہان سیکڑون فتنے اُٹھے
جس گلی کوچے مین جا نکلے قیامت ہو گئی

راہ مین میرا جنازہ دیکھکر کہتے ہین لوگ
اُٹھ گیا دنیا سے غمکش آج راحت ہو گئی

عاصیو پھر روز محشر چھا گیا ابر کرم
آتش دوزخ بھی اک دریاے رحمت ہو گئی

پوچھتے ہین وہ زوال حسن مین عشاق کو
لوگ کہتے ہین کہ اُنکو مرکے مدت ہو گئی

اشک تھا سودا ہمین تو ابتداے عشق سے

١٧٢	گیسوون کی سونگھہ کر بو اور وحشت ہو گئی	١٢

تڑپ کے رہ گیا دل وصلِ دلربا کے لئے	ہوا نہ حکم اجابت مری دعا کے لئے
دلونکو کرتی ہی کشتہ محبت خط سبز	ملی ہی اک نئی بوٹی یہ کیمیا کے لئے
جہانمین مجھسا بھی کم ہوگا کوئی دشمن دوست	اُٹھے ہی ہاتھہ رقیبون کے بددعا کے لئے
جو قتل کرتا ہی بے جرم او بتِ خونریز	نقاب رخ تو الٹ دے ذرا خدا کے لئے
بنے ہین عقربِ جرارہ نقش پائے رقیب	بلائے تازہ ہی یہ مجھہ برہنہ پا کے لئے
خبر ہوئی مری آہِ رسا کے باعث سے	کمند ہوگئی اُنکی محل سرا کے لئے
فلک کا پیس کے دانا کو پیٹ بھرتا ہی	یہی ہی رزق مقرر اِس آسیا کے لئے
نموئے خط ہوا تمکو کتاب حسن ملی	صحیفے آگے اُترتے تھے انبیا کے لئے
چھٹا جو صدقے مین صیاد کے وہ بلبل ہون	نصیب ہوگی سعادت نہ یہ ہما کے لئے
نہ پوچھو کیفیتِ مرگِ دوستانِ قدیم	مہینون روئے ہین ایک ایک آشنا کے لئے
نہ آسمان کو کبھی ایک حال پر دیکھا	ہمیشہ ہی نئی گردش اِس آسیا کے لئے

١٧٣ •	سفید بال ہوئے اشکؔ وہ شباب گیا بس اب تو کوسے صنم سے اٹھو خدا کے لئے	١٢

خفا جسروز ہمسے وہ بتِ خونریز ہوتا ہے	کبھی بنتے ہین ابرو گاہ خنجر تیز ہوتا ہی
جھلک اکبار جسنے دیکھہ لی اُسکی اجل آئی	تمہارا شربتِ دیدار زہر آمیز ہوتا ہے
بھر آئے غم سے دل تو ضبط گریہ ہو نہین سکتا	وہی ساغر چھلکتا ہی کہ جو لبریز ہوتا ہی
اُٹھین کیونکر نہ فتنے کسطرح برپا نہ محشر ہو	حسینون کا خرام ناز آفت خیز ہوتا ہی
ہماری خاک وہان جاتی ہی پامالی کی حسرت مین	جدھر اسپ صبا دم ترک کا مہمیز ہوتا ہی
کسیدن حسن کی شادی یہان بھی ہونیوالی ہی	چراغ اپنے سیہ خانے کا جو گلریز ہوتا ہی

محبت مین بہی دونون کی آخر جان شیرین گئی
ادہر فرہاد کا خون قتل ادہر پرویز ہوتا ہی

نہایت تنگ ہون اس زندگی سے ہجر ساقی مین
پیالہ عمر کا کب دیکھیے لبریز ہوتا ہی

دم فکرت دماغ جان معطر کیون نہ ہو اپنا
ہر اک مضمون زلف یار عنبر بیز ہوتا ہی

غبار کشتہ حسرت بہے پاس آنے نہین دیتا
نہایت بدمزاج اُس ترک کا شبدیز ہوتا ہی

سنین ہم بھی تو آئی ہی اجل کس خون گرفتہ کی
یہ کسکے واسطے او ترک حسن خنجر تیز ہوتا ہی

١٧٤

کہین جو ہڈیان مردے کی دیکہین غم ہوا ہمکو
کہ افتادہ مکان ای اشک عبرت خیز ہوتا ہی

١٧

بلائے جان عاشق ہی محبت اُنکے بالون کی
یہ بل کہائے ہوئے گیسو نہین چوٹی ہی کالونکی

فلک بھی ہجر کی شب ڈرکے گردش بھول جاتا ہی
ہوا کچھ آجکل ایسی بند ہی ہچکی نالون کی

نہو کوئی حسین جس بزم مین وان جی نہین لگتا
ہمیشہ صحبتون مین ہم رہے ہین خوش جمالونکی

ترے سودائی مرنے پر ہزارون مستعد ہوتے
اگر تجویز ہوتین پہانسیان زلفونکے بالونکی

عجب عالم دکہاتے ہین مے گلرنگ کے شیشے
پریخانے ہین فصل گل مین دوکانین کلالونکی

دلون مین کہب گیا ہی کچھ ترا حسن ملیح ایسا
کہ تصویرین نظر سے گر گئین یوسف جمالونکی

جو گہر آباد تہے کل آج ویرانے سے بدتر ہین
ہوے ہین بیقلم بیکار تحریرین قبالونکی

حقیقت مین زمانہ ایک حالت پر نہین رہتا
بتون کی جب ہوا بگڑی بن آئی کعبے والونکی

انہین دعوی ہی چشمی جو اُس ترک حسین سے تہا
نکلوائی گئین اس جرم پر آنکہین غزالون کی

ستارے سے چمکتے ہین زمین پر عکس دندان سے
و بالڑیان گری ہین ٹوٹکر موتی کے بالونکی

ہین کتنی خوشنما ای یار یہ چھوٹی بھوین تیری
کہی لوگون نے پہبتی خوب پیوستہ ہلالونکی

بہار آنے پہ بھی مجکو قیامت تک نہ بھولے گی
گلستان کی اُداسی وہ پریشانی نہالونکی

جنون مین کیون نہو راحت مجھے صحرا نوردی سے
چبہے کانٹے پٹک جاتی رہی تلوونکے چہالونکی

یہی کہتا ہے دلِ عارض نہیں وہ پھول ہے گیندا	عجب تشبیہ ہاتھ آئی ہے رنگین اُنکے گالوں کی
نظر آیا جو کوٹھے پر کبھی وہ گیسوؤں والا	بلائیں وہ رہی ہے لے لیں گھونگر والے بالوں کی
ہوے بیکار کتنے ہیں دل صد چاک کے شانے	کسی سے گتھیاں سلجھیں نہ گھونگر والے بالوں کی

۱۷۵	کرے کسب ہنر اے اشک کس امید پر انسان جو آگے تھی کہاں وہ قدر اب صاحب کمالوں کی	۱۱

چمن اُداس ہے ہر سو غبار اُڑتا ہے	ہوا سے رنگ رخِ لالہ زار اُڑتا ہے
خیال آتا ہے دل کو کسی کے محمل کا	زمین سے جو سمٹ کر غبار اُڑتا ہے
خدا کے فضل سے ہے خاتمہ نزاکت کا	ہوا سے رنگ رخ گلعذار اُڑتا ہے
اثر تو دیکھنا اپنی سیاہ بختی کا	پتنگ بنکے چراغِ مزار اُڑتا ہے
خراب کون ہے یارب تلاش شیرین مین	غبار کس کا سر کوہسار اُڑتا ہے
سفید و سحری بھی ہے زرد چہرے سے	کچھ ایسا رنگ شب انتظار اُڑتا ہے
خدنگِ ناز کا زخمی ہے اپنا طائرِ دل	یہ تیر کھا کے بھلا کب شکار اُڑتا ہے
کسیکا دل نہ کمندِ بلا مین پھنس جاے	ہوا مین آکے تو گیسوئے یار اُڑتا ہے
بنا ہون پیکر تصویر غم سے گھل گھلکر	ہوا کے ساتھ مرا جسم زار اُڑتا ہے
موے پہ چرخ کو منظور ہے جو بربادی	تو آجتک مرا مشت غبار اُڑتا ہے

۱۷۶	ہوا سے کوے صنم ٹھوکرین کھلاتی ہے جدھر جدھر مرا مشت غبار اُڑتا ہے	۱۲

بعد مردن خلد مین رہنا ہوا مشکل مجھے	یاد جو آئی فضائے کوچہ قاتل مجھے
صدمہ فرقت سے یہ عالم نہوتا تھا کبھی	رہتی ہے اب تو غشی دو دو پہر کامل مجھے
خون ہو آئیگا آخر کو غم دوری یار	دِق تو اک مدت سے تھی ہو جائیگی اب سل مجھے

قسمت اپنی ہے زہرہ وشوں سے کیا گلہ
عیش غیروں کے لئے قید چہ بابل مجھے

کوے جاناں اندنوں سنتے ہیں پرآشوب ہے
کس طرف کھینچے لئے جاتا ہے میرا دل مجھے

بسترِ غم سے شبِ فرقت نہ ہل سکتا تھا میں
کوبکو اب تو لئے پھرتا ہے میرا دل مجھے

گر تڑپتا ہے یہی فرقت کی شب تو دیکھنا
مار ڈالیگا کسیدن اضطرابِ دل مجھے

کون اُس بت کی نگاہِ ناز کا بسمل نہیں
روزنِ دیوار بھی ہے دیدۂ بسمل مجھے

دلمیں اپنے چشم افعی جانکر ڈرتا ہوں میں
پاس گیسو کے نظر آتا ہے جسدم تل مجھے

وہیانمیں لیلی وشونکے بارہا ہو کے ہوئے
ہر بگولے نے دکھائی صورتِ محمل مجھے

یار کا دیدار قسمت میں نہیں موسیٰ کیطرح
رتبۂ پیغمبری بھی ہو اگر حاصل مجھے

۱۷۷	صدمۂ فرقت سے گھبرا کر یہی کہتا ہوں اشک ان حسینوں پر نہ ہونا تھا کبھی مائل مجھے	۱۳

جنوں ہوتا ہے تنکے چنتا ہے چکر میں رہتا ہے
جو سودا ہے محبت آدمی کے سر میں رہتا ہے

غم اک بت کی جدائی کا دل مضطر میں رہتا ہے
مجھے جانِ حزیں کیونکر کہ دشمن گھر میں رہتا ہے

مسافر خانۂ دلمیں سبھی اپنے پرائے ہیں
تمہیں ہم کیا بتائیں کون کون اس گھر میں رہتا ہے

دکھایا ہے بلند و پست کس کس کو زمانے نے
ہنڈولے کیطرح خود آسمان چکر میں رہتا ہے

نہیں جوشِ جنوں موقوف کچھ فصلِ بہاری پر
ہمیشہ زلف کا سودا ہمارے سر میں رہتا ہے

نہانیکے لئے کوئی پری اُتری ہے پانی میں
تصور یار کا اپنی چشمِ تر میں رہتا ہے

بسر ہوتی ہے ہم رندوں کی ہر شب عیش و عشرت میں
غمِ فردا کسے دورِ مئے احمر میں رہتا ہے

اسی بازو کو وہ ترکِ جفاجو تاک لیتا ہے
مرا نامہ کبوتر کے بندھا جس پر میں رہتا ہے

رہیگا داغِ حسرت دلمیں اپنے خاک ہونے پر
کہ انگارا دبا دینے سے خاکستر میں رہتا ہے

جنوں کچھ سلسلہ جنباں نہو شوقِ شہادت نے
چمن بندیکا جوہر ترک کی خنجر میں رہتا ہے

... لیتا ہو دل تیرا آنکھوں کو ملا لیجیے — پیکر محبوب کا نقش قدم پتھر میں رہتا ہے
بتکدہ سوز محبت کی ہے یون اپنی رگ و پے میں — شرارہ آگ کا جسطرح سے پتھر میں رہتا ہے

۱۸	زبانِ یار پر لوٹا ہوا ہے — اشک دل ایسا ہمیشہ غوطہ زن جیسے گوہر [illegible] میں رہتا ہے	۱۷۵

عشق میں مجھ پہ تو آفت پہ ہے آفت آئی — شب فرقت جو گئی صبح قیامت آئی
الّہ [illegible] قد پہ جوانی روز دن طبیعت آئی — سامنا پھر ہے قیامت کا پھر آفت آئی
کبھی دیکھا جو حسین کو تو شامت آئی — پھر سنبھلتی نہیں جسوقت طبیعت آئی
طرز [illegible] سے ہر [illegible] جیسے ہے [illegible] — اپنے گھر سے جو وہ نکلے تو قیامت آئی
جو [illegible] دل لیتے ہیں صاحب تو ہمیں [illegible] کیا — بے تامل ابھی دیدینگے جو قیمت آئی
کبھی محشر میں جو روتے ہوئے تر دامن — ابر باراں کی طرح جھوم کے رحمت آئی
فاتحہ پڑھکے مری قبر پہ وہ روتے ہیں — پے عاشق کی لیے ادھر گر محبت آئی
شیفتہ اُسکے جو مرنے پہ گئے جنت میں — دھیان میں بھی نہ کسی حور کی صورت آئی
ہو چکا تھا شب فرقت ہی مرا کام تمام — مژدہ وصل سے جان آ گئی طاقت آئی
ساتھ مرنے پہ بھی چھوڑا نہ سیہ بختی نے — شمع گل ہو گئی جسدم سر تربت آئی
اب تو دعوی ہے رقیبوں کو بھی جانبازی کا — جیتے جی میرے کسیکو نہ حرارت آئی
کوچۂ یار میں رہنے نہ دیا بعدِ فنا — لیکے تقدیر مجھے کیوں سوے جنت آئی
مر مٹے کوچۂ دلدار ہی میں آخر کار — خلد ہمکو نہ پسند آیا نہ جنت آئی
در ہم داغ محبت سے ہیں ہم مالا مال — آپ کے حصے میں گر حسن کی دولت آئی
حسن سے مرتبۂ یوسف کنعان تو ملا — اور کیا چاہیے حصے میں نبوت آئی
بڑھکے مجھ رند سے توقیر جو کی ساقی نے — ایسی زاہد میں کہاں کی یہ کرامت آئی

دیکھی جب بعد فنا قبر اندھیری تو کہا
جان کہاں تجکو یہاں بھی شب فرقت آئی

۱۶۹
حسن بے پردہ سے لئے اسکے انکھ لڑا تجکو پھیر
دے چکا دل اُسے تب سمجھا کہ شامت آئی
۲۱

یہ جو مرجانیکا لوگون کو اچنبھا کیا ہی
اور اس دل کے لگانے کا نتیجا کیا ہی

امتحان کے لئے اغیار بھی ہوتے ہین طلب
چپکے بیٹھے رہو دیکھو تو ہوتا کیا ہے

حال کچھ گبر و مسلمان کا مفصل نہ کھلا
بحث آپس مین ہی کس بات کی جھگڑا کیا ہی

جا ہی پہنچے گی کسی روز مری آہ رسا
چرخ ہمت سے بھی عشاق کے اونچا کیا ہی

حال بیمار محبت کا نہ پوچھ اے عیسیٰ
ایک دو روز کا مہمان ہی اچھا کیا ہی

حشر کو دیکھ کے حیرت مین ہین دیوانہ عشق
کہتے ہین شہر یہ کیسا ہی تماشا کیا ہی

جب نہ تب طفل حسین دل کی بربادی ہی
خانہ دل مرا مٹی کا گھروندا کیا ہی

زاہدون کو ہی گمان حور کا اُس کافر پر
برہمن دیکھ کے کہتے ہین کنھیا کیا ہی

ہمسری یوسف کنعان سے ہی اُس مہرو کو
جب کہ شیرین کی حقیقت نہین لیلیٰ کیا ہی

ستم و جور سے یہ چرخ نہین باز آتا
آہ مظلوم کو کیا جانیے سمجھا کیا ہی

یار بے مثل ہی بیرحمی و سفاکی مین
سو گلا کاٹ کے مرجائین تو پروا کیا ہی

راز الفت کا کسیطرح چھپایا نہ گیا
حال ظاہر ہی مرا آپ سے پردا کیا ہی

نار دوزخ سے ڈراتا ہی کسے اے واعظ
اُسکی رحمت پہ نظر ہی یہان بکتا کیا ہی

نامہ شوق نہ لے یار تو کہنا قاصد
کسنے خط بھیجا ہی پڑھیئے تو کہ لکھا کیا ہی

پاس اپنے جو ہو تو یار تو پھر سب کچھ ہی
سلطنت کی ترے محتاج کو پروا کیا ہی

تمنے در پردہ محبت مین دیئے رنج مجھے
دوستون سے ہی گلہ غیر سے شکوا کیا ہی

کون کہتا ہی کہ اُن ہونٹون مین اعجاز نہین
بات پر اپنی وہ آجائے تو مسیحا کیا ہی

بگڑی دیکھ کے منہ غیر شبِ وصلِ صنم	اپنی تقدیر کو پیٹا کرین ہوتا کیا ہے
دیکھکر سینے کو چبھ جاتی ہے دلمین کوئی شئے	سچ کہو یار یہ دونون طرف اونچا کیا ہے
یون بھی ہم خانہ بدوشونکی گذر جائیگی	آستانِ درِ دلدار پہ تکیا کیا ہے

۱۸۰	اشک آہین نہ کرو جل کے سوے چرخ کہین آ رہے سر پہ کسی دن تو اچنبھا کیا ہے	۱۴

راحت ہو جو دل ترک کے قابو سے نکلجائے	بو ہو کے الٰہی خم گیسو سے نکلجائے
زلفونکو دکھا کر نہ بنایا کرو صاحب	دل ہی نہ تڑپ کر کہین پہلو سے نکلجائے
ہر دم نگہہ ناز ہے یا سحر کی مٹھین	بچکر کہان چلتے ہوے جادو سے نکلجائے
ہے مذہب عشاق مین وہ مرتد و کافر	بے سجدہ کوئی گر خم ابرو سے نکلجائے
ہے فرقتِ ساقی مین حرام اپنے لئے مَی	پینے کا کرون قصد تو چلو سے نکلجائے
دیکھے جو تری زلف کے پھندے دل ناکام	مچھلی سا تڑپتا ہوا پہلو سے نکلجائے
شوخی تری آنکھون کی کہان پائیگا لیکن	خوش چشم ہون یہ تو دلِ آہو سے نکلجائے
گو حد سے سوا ہے شبِ فرقت کی درازی	ممکن نہین جو پائے کے گیسو سے نکلجائے
رونے سے شبِ ہجر مین ٹھنڈا نہوا دل	ایسی نہین گرمی کہ جو آنسو سے نکلجائے
ابرو پہ مرین یار کی کیون زلف پہ دین جان	اُنھی کی عوض کام جو بچھو سے نکلجائے
خود محو ہین اپنی وہ صورت کے شب و روز	ہاتھ اپنا جو آئینہ زانو سے نکلجائے
مرنیکا بہانہ مین فقط ڈھونڈ رہا ہون	اِک تیر تو اُنکا مرے پہلو سے نکلجائے
مجھسا بھی قسمت کوئی دنیا مین نہین رند	مَی ہو تو ٹپک کر مرے چلو سے نکلجائے

۱۸۱	سنتے ہین کہ غیروں سے وہ آزردہ ہین اے اشک مطلب سے غرض ہے کسی پہلو سے نکلجائے	۲۰

ارمان بہار کے دل نالان مین رہگئے | مرمر کے عندلیب گلستان مین رہگئے

کتنے ہین چھپکے دل تری مژگانین رہگئے | صید شکار ہو کے نیستان مین رہگئے

ہرسو سے بلبلان چمن کا ہوا ہجوم | دو پھول باغبان کے جو دامان مین رہگئے

بوسے دہان تنگ کے ملتے ہین غیر کو | ہم آرزوے مہر سلیمان مین رہگئے

برباد سب کو چرخ جفا جو نے کر دیا | کچھہ کچھہ نشان گور غریبان مین رہگئے

کہتا ہون دیکھکر دل صد چاک عاشقان | شانے اُلجھہ کے زلف پریشان مین رہگئے

جب موسم بہار مین جوش جنون ہوا | دو چار روز جا کے بیابان مین رہگئے

وحشت جنون سے پھر کے نہ آئینگے ناتوان | جسدن اُلجھہ کے خار مغیلان مین رہگئے

وعدۂ خلاف یار پہ کیا اختیار ہے | ہم دل مسوس کر شب ہجران مین رہگئے

قصہ تمام ہو کہین اُنکو بہی قتل کر | دو چار اسیر اور ہین زندان مین رہگئے

طوفان لحد سے ہوگا عیان صورت تنور | آنسو جو میرے دیدۂ گریان مین رہگئے

وحشی بنا دیا تری آنکہون کی یاد نے | مجبور ہو کے دشت غزالان مین رہگئے

پھر دام سے رہا نہوا جا کے جو پھنسا | صدہا دل اُنکی گیسوے پیچان مین رہگئے

بیٹھا رقیب آکے جو اُس شمع رو کے پاس | شعلے بھڑک کے یہان دل سوزان مین رہگئے

جوش جنون مین کام یہان اپنا ہوگیا | پتھر بھرے ہی دامن طفلان مین رہگئے

او ترک خون سے سرخ ہین سریان خدنگ کی | یا دل ہین ٹوٹ ٹوٹ کے پیکان مین رہگئے

محشر کے دغدغون سے چھٹے ہم پس از فنا | اچھا ہوا جو کوچۂ جانان مین رہگئے

ہین غیر اُنکی دولت دیدار سے غنی | برگشتہ بخت گردش دوران مین رہگئے

تا حشر ہی نہ جائینگے آپس کے اختلاف | جھگڑے بڑے یہ گبر و مسلمان مین رہگئے

نفرت ہے مجھکو **اشک** مضامین غیر سے

جیتے جی یہ وحشتِ دل ایک جا رہنے نہ دی
خاک ہو جائین جو مر کر ہم ہوا رہنے ندی

کوئی رہنے کی جگہ تھی یہ خراب آباد دہر
کیا کرین جنت مین گر ہمکو خدا رہنے ندی

اس دلِ نالان سے تنگ اگر کہین جائین اگر
گھر مین اپنے کوئی ہمکو آشنا رہنے ندے

فصلِ گل مین گر بدلوائے کوئی کپڑے مرے
دستِ وحشت جسم پر ثابت قبا رہنے ندے

ہجرِ جانا نہین کرین کیا خاک ہم سامانِ عیش
آہِ آتشبار گھر مین بوریا رہنے ندے

جذبِ الفت کھینچ لائے گر انہین گھر مین مرے
دو گھڑی بھی بے نقاب انکو حیا رہنے ندے

اپنے وعدے پر کسیدن وہ چلے آئین اگر
میرے پہلو مین انہین انکی حیا رہنے ندے

راحت و آرام کا دشمن ہے یہ چرخ دنی
بس چلے اسکا تو گھر مین بوریا رہنے ندے

جا پڑون گر آستانِ یار پر تو ہے یقین
اپنے کوچے مین بھی وہ نا آشنا رہنے ندے

چین اک ساعت نہین ملتا فلک کے ہاتھ سے
تو بھی راحت سے اسے آہِ رسا رہنے ندے

کوئے جانانکی طرف لیچل اڑا کر بعد مرگ
خاک صحرا مین مری بادِ صبا رہنے ندے

لاکھہ دانا ہو فلک سے زور چلتا ہے کہین
ایک حالت پر مثالِ آسیا رہنے ندے

ہمسا دنیا مین کوئی انسان نہوگا بدنصیب
جو شجر بوئین اسے قسمت ہرا رہنے ندے

چونٹیان کہا جائین مر جاؤن جو کوئے یار مین
ہجر مین جو ہڈیان انکو ہما رہنے ندے

چین آئے کسطرح تیری جدائی مین مجھے
بعد مردن خلد مین بھی غم ترا رہنے ندے

کوئے جانانکے مقیمون مین اگر لکھدے کوئی
صورتِ حرفِ غلط کلکِ قضا رہنے ندے

ہے تمنائے شہادت کب سے او ترکِ حسین
آج گردن مین مری تسمہ لگا رہنے ندے

بعد مردن بھی ہماری تیرہ بختی ساتھ ہے
شمع گر روشن ہو تربت پر ہوا رہنے ندے

جا پڑونگا وادیٔ وحشت ہی مین تنگ آکے اشک

١٨٣	اپنے کوچے مین اگر وہ بے وفا رہنے نہ دے	٢٣

دھو بیٹھے ہاتھ فصل بہار مین جان سے
حسرت مین دید گل کے چلے اس جہان سے

کس بل وہ ابرو نکا نہین ہر زوال حسن
چلہ اتر گیا ہر کیانی کمان سے

چلجائیگی گلے پہ چھری عندلیب کے
صیاد دل گیا جو کہین باغبان سے

موقوف فصل گل پہ نہین اپنی مے کشی
مر کر اٹھین گے پیر مغان کی دکان سے

باہم رہین گے صورت اطفال توامان
مر کر جدا نہون گے تری آستان سے

کیا کیا خوشی مین آکے چہکتے ہین عندلیب
دو پھول مل گئے جو کبھی باغبان سے

مجھ سا جہان مین سوختہ قسمت نہین کوئی
خرمن پہ روز گرتی ہر برق آسمان سے

مجذوب کی ہی بڑ کبھی خالی نہ جائیگی
باتین بھلی بری جو نکالون زبان سے

اور انکی سر پہ ٹل گئی آئی ہوئی بلا
وہ غیر پر برس پڑے میرے گمان سے

لبہائے سرخ سبزہ خط مین نہین عیان
پیدا ہوے ہین لعل زمرد کی کان سے

مٹجائین انکو مہر و محبت کے راستے
جائین جو خضر میرے قدم کے نشان سے

بعد از فنا بھی سوز درون آشکار ہے
لو شمع کی نکلتی ہے مرا استخوان سے

دل ہی جو ٹیلہ غم سے تو گھبرا رہی ہر روح
ہوتا ہر ڈر مکین کو شکستہ مکان سے

گر کچھ نہ ہو تو آہ مین اتنا اثر تو ہو
دل پکڑے دوڑے آئین وہ اپنے مکان سے

خدارا ابرون سے بھی اللہ کی پناہ
کس بل مین کم نہین ہین کیانی کمان سے

کیونکر چھپیگا میرے چھپائے سے راز عشق
زردی رخ بڑھی ہوئی ہر زعفران سے

چاہا کہ کچھ کہین مگر اللہ رے رعب حسن
مطلب کا ایک حرف نہ نکلا زبان سے

آتے ہین تیرے در کی گدائی کے شوق مین
موسیٰ جو طور سے تو مسیح آسمان سے

کی تلخکامیون مین بسر زندگی مدام
ہاتھ آیا کچھ نہ چرخ کی اونچی دکان سے

کچھہ ہاتھہ چرخ دون سے نہ آیا نہین سہی
اچھا ہوا گذر تو گئی آن بان سے

یون دل کی اضطراب سے احوال غیر ہے
جیسے جہاز ہو تہ و بالا تکان سے

سودا نہ دل سے جائیگا گیسوئے یار کا
منہ پہیرونگا برسے اگر آسمان سے

۱۸۴	سمجھایا تمکو لاکھہ نہ سمجھے مگر تم اشک پچھتاؤگے بگاڑ تو لی اپاسبان سے	۲۰

نکلی نہ الفت مژگان کے اثر سے نکلے
سیکڑون تیر کے پیکان ہین جگر سے نکلے

خون ہوکر مری آنکھون سے بہا آخر کار
ہین کئی لخت جگر دیدۂ تر سے نکلے

حال کیا پوچھتے ہو آبلہ پائی کا مرے
خار صحرا جو چبھے پانون ہین سر سے نکلے

مین جو سودائی تری زلفونکا چہپاؤن پس مرگ
دود کیا بو بھی یقین ہے نہ اگر سے نکلے

پھوڑ لیگا کوئی سر کوئی گلا کاٹیگا
بن سنور کر جو کبھی روز وہ گھر سے نکلے

اپنا بیڑا ہوا یون بحر محبت مین تباہ
جسطرح ڈوب کے کشتی نہ بہنور سے نکلے

کسکو سودا نہ ہوا یار تری زلفون کا
ہوکے دیوانے ہزارون تری گہر سے نکلے

کیا شرف خاک کے پتلے کو خدا نے بخشا
کام نیکی کے ہزارون ہین بشر سے نکلے

ہوئے کس مرتبہ نہ رفتار سے فتنے برپا
کٹ مرے لوگ وہ جس راہگذر سے نکلے

قید اس گنبد بے در مین کیا قسمت نے
آدمی بھاگ کے جائے تو کدہر سے نکلے

ہر قدم پر ہے نئی چال نیا طرز خرام
اک قیامت ہوئی برپا وہ جدہر سے نکلے

محو نیرنگی حسن بت بے پیرہن ہم
گم دہن مین ہوے گر فکر کمر سے نکلے

دل جگر توڑ گئی ناوک انداز و ادا
کس طرف آگئے لگے تیر کدہر سے نکلے

سمجھے ہم آہ دل سوختگان فرقت
حشر کو شعلۂ آتش جو سقر سے نکلے

اشک دانتونکے تصور مین جو رویا ہون کبھی
عوض اشک گہر دیدۂ تر سے نکلے

حسرتِ دید کا وہ شوخ کنایہ سمجھا عشق کامل کوئی رکھتا ہو جو موسیٰ کیطرح ضعف مین صحنِ مکان ہو گیا کالے کوسون		پھول نرگس کے کبوتر کے جو پر سے نکلے وہ پکارے تو پھر آواز شجر سے نکلے در پہ ہم شام کو پہنچے جو سحر سے نکلے
۱۸۵	موت تقدیر مین تھی وادیِ غربت کی جو شائق نکلے پھر نہ جانا ہوا جس روز سے گھر سے نکلے	۱۹

بیٹھتے اٹھتے چلے جائین گے ہم کیا دور ہے
فصل گل آئے تو دو مغ کی دکان کیا دور ہے
طالعِ بد سے اگر کچھ ہو زیان کیا دور ہے
گر پڑے پھٹ کر جو سر پر آسمان کیا دور ہے
جسمِ عاشق ہے علامت عشق کی زردیِ رنگ
دیکھیے اک دن ملا کر زعفران کیا دور ہے
عالمِ بالا تہ و بالا نظر آئے ابھی
گر رسائی آہ مین ہو آسمان کیا دور ہے
فصلِ گل مین ناتوانی کے سبب مجبور ہین
پاس گر صحرا نہین تو گلستان کیا دور ہے
فصلِ گل مین آتشِ گل تیز ہے اے عندلیب
گر پڑے جل کر جو کوئی آشیان کیا دور ہے
آہ بلبل سے تو گلچین کا ہوا خانہ خراب
برق تجھپر بھی گرے اے باغبان کیا دور ہے
ہاتھ اٹھائین دین و ایمان سے ہی گر کچھ ہو وفا

سر سے ہم جائیں بتوں کا آستان کیا دور ہے
فصلِ گل میں اپنی بے بال و پری کا غم نہیں
مرے جیئے صیّاد ہو تو آشیان کیا دور ہے
حسرتِ دیدار میں کنعان سے جائیں مصر کو
گر وہ یوسف ہو تو ایسا کاروان کیا دور ہے
الفتِ چاہِ ذقن میں جان پر جو بن گئے
ڈوب مرنے کو ہمیں گھر کا کنوان کیا دور ہے
نام بھی وصلت کا ہم اس خوف سے لیتے نہیں
منہہ سے کہہ بیٹھے جو کچھہ وہ بدزبان کیا دور ہے
موسمِ گل میں ہمیں بھر بھر کے دے جامِ شراب
تیری ہمت سے یہ ای پیرِ مغان کیا دور ہے
سوزشِ غم ساتھہ لے جائیں گے اپنے بعدِ مرگ
شمعِ تربت ہون جو اپنی استخوان کیا دور ہے
بعدِ مردن ہے یہ دفن کوئے جانان کی ہوس
پر لگیں اُڑ جائیں اپنے استخوان کیا دور ہے
اُس کی رحمت سے گنہگارون کا بیڑا پار ہو
گر بنے یہہ دامنِ تر بادبان کیا دور ہے
دل دُکھا دیتی ہے اورون کا بھی افسردہ دلی
ساتھہ بلبل کے کرین گل بھی فغان کیا دور ہے
بحرِ عالم میں ہے اپنی زندگی شکلِ حباب

گرفتہ ہو جائے تیرا ناتوان کیا دُور ہے

۱۸۶	وقت بد مین اشک ہو جاتے ہین اپنے بھی عدو آسمان بنجائے آہون کا دُھوان کیا دُور ہے	۹

خیال آتا ہی جسدم صورت بسمل تڑپتا ہی
یہ عالم ہی شب فرقت مین دل کی بیقراری کا
ذرا منہہ پھیر کر تو دیکھہ او لیلیٰ منش تو بھی
تمہارے سحر کا مارا یہ اے زہرہ شمایل ہی
تمہارے رقص نے بیچین ایسا کر دیا سبکو
ترے عاشق کو مارا ہی صنم درد جدائی نے
بتنگ آئے ہین اس مہانسرے و ہر سے اب تو
ترے دیدار کا مشتاق ہر اک بحر و بر مین ہی

تمہارے دیکھنے کو کیا ہمارا دل تڑپتا ہی
جگر پر تیر کہا کر جسطرح بسمل تڑپتا ہی
یہ دیوانہ ہی کس کا جو پس محمل تڑپتا ہی
جو دل پکڑے ہوے قرب چہہ بابل تڑپتا ہی
جسے دیکھو وہ دل پکڑے سر محفل تڑپتا ہی
خیال آتا ہی جب دُو دُھہر کا دل تڑپتا ہی
دل اپنا تجھہ بغیر اے گور کی منزل تڑپتا ہی
کوئی صحرا مین اور کوئی لب ساحل تڑپتا ہی

۱۸۷	نہ پوچھو اشک اپنی بیقراری شب فرقت کوئی تدبیر بن پڑتی نہین جب دل تڑپتا ہے	۱۷

سوار ہے صنم گلعذار آتی ہے
نکل کے مر گیا کوچے صنم سے کون غریب
ہین ڈالیو نپہ عنادل خوشی سے نغمہ سرا
سیہ لباس یہ پہنا ہی کس کے ماتم مین
سمجھہ کے کشتہ گل مجکو عندلیب چمن
شگفتہ ہوتا ہی دل اپنا صورت یعقوب
ترے شہید کے لینے کو خلد سے اے بت

چمن مین پھرئیے مرے سے بہار آتی ہے
صبا لئے ہوے کسکا غبار آتی ہے
دولہن بنی ہوئی اب کے بہار آتی ہے
شب فراق صنم سوگوار آتی ہے
پہن کے قبر پہ پہولون کا ہار آتی ہے
جو بوئے پیرہن گلعذار آتی ہے
سنا ہے حور میان مزار آتی ہے

ہر تحفۂ ذوق کا عالم بہار سے مملو
ہوا پہ بوئے گلِ تر سوار آتی ہے

گرے جو کوچۂ صنم مین خوشا نصیب مجھے
شمیم خلد میانِ مزار آتی ہے

ہمارا اُسکا جو برسونکا ساتھ چھوٹا ہے
لحد پہ حسرتِ دل اشکبار آتی ہے

یہ کس کے آنے کی شادی ہے آج گلشن مین
کہ باغ باغ نسیم بہار آتی ہے

نثار ہوتی ہے جو نقش پاے شیرین پر
یہہ کس کی روح سر کوہسار آتی ہے

بندھا ہے وہ میان جو کافر کی زلفِ پرخم کا
تو دل سے آہ بھی اب پیچدار آتی ہے

کیا ہے سبزہ یہ پامال کس کی گلگون نے
نظر جو خاک زمرد نگار آتی ہے

چلے کو اور چلاتے ہین دوست بعد فنا
چریدہ تین کو شاخ چنار آتی ہے

پس از فنا بھی مری روح ہے تجسس مین
حرم مین دیر مین تجکو پکار آتی ہے

خدا کرے کہ اجل اس سے پہلے آجاے
پھر آج **اشک** شبِ انتظار آتی ہے

ہوگئی بخشش کی صورت جب ندامت بڑھ گئی
جسقدر عصیان بڑھے اُتنی ہی رحمت بڑھ گئی

جتنی اِن آئینہ رویون کی محبت بڑھ گئی
اِس دلِ بیتاب کی اُتنی ہی حیرت بڑھ گئی

کم ہوئی کب حرص منعم کی جو دولت بڑھ گئی
پی گیا جتنی شراب اُتنی ہی غفلت بڑھ گئی

بلبل و گل کسطرح آپس مین ہین راز و نیاز
عشق کچھ اپنا تو کچھ اُنکی محبت بڑھ گئی

ہجر مین بستر پہ مردہ سے پڑے رہتے تھے ہم
وصل جب اُنسے ہوا گھڑیون مین طاقت بڑھ گئی

ہو نہ جانے سے زوالِ رسم و راہ عشق بھی
کم ہوئی وہان اُنکی الفت یہان محبت بڑھ گئی

راتدن آنسو روان ہین دونون آنکھون سے مری
طولِ فرقت کے سبب رونیکی عادت بڑھ گئی

تھی کراہت دل کو سنکر قصۂ فرہاد و قیس
سابقہ تمسے ہوا جب اور نفرت ہوگئی

ایک دو دن کیا کہ برسون سے نہین دیکھا تمھین
اور بھی اب تو نہ ملنے کی شکایت بڑھ گئی

بعد مردن بھی کفن میں وا رہیں آنکھیں مری — یار کے دیدار کی اسدرجہ حسرت بڑھ گئی
میرے سایے سے حذر مانگے نہ کیون ہر اک بشر — داغِ دل کی ابتو دوزخسے حرارت بڑھ گئی
چل گئی دلبر چھری دیکھا جو اُسنے ناز سے — قتل کے سامان ہوے جسدن عنایت بڑھ گئی
بعدِ مردن بھی دکھایا تیرہ بختی نے اثر — یا نکھل کر رہ گئی یا شمع تربت بڑھ گئی
حشر میں اُسکے گنہگار اسقدر بخشے گئے — ہفت دوزخسے کہیں وسعت میں جنت بڑھ گئی
آج ہی ہوتا خرام ناز سے محشر بپا — خیر گذرے جو نہ آئے وہ قیامت بڑھ گئی
دِل میں کیا کیا خوش ہوے اپنے رقیبِ کینہ جو — ہم یہ سمجھے گالیان دیں اُسنے عزت بڑھ گئی
معرکے سے عاشق جانباز ہٹتے ہیں کہیں — زخم کہانے سے بدن پر اور ہمت بڑھ گئی
دیکھکر جو ہر حسن بندی کا اُسکی تیغ میں — اور دیوانوں کی وقتِ قتل وحشت بڑھ گئی
سر سے پا تک کی ہیں داغوں نے مرصع کاریاں — جنسِ دل کی یار اب آگے سے قیمت بڑھ گئی
بے تکلف تا فلک جانے لگیں چنگاریاں — اپنی آہ گرم کی کچھہ اب شرارت بڑھ گئی
تیرہ بختی نے نچھوڑا ساتھہ بعد از مرگ بھی — جب ہوئی روشن ہماری شمع تربت بڑھ گئی
ہر گلی کوچے میں افسانہ ہے حسن و عشق کا — لیلی و مجنوں سے بھی اپنی حکایت بڑھ گئی
راتدن میری طرف سے اُنکو بھڑکاتے ہیں غیر — ہو صفائی کیا بھلا رنجش کی صورت بڑھ گئی
اب مریضِ غم ترے بچتے نظر آتے نہیں — کہتے ہیں دو چار دن سے اور غفلت بڑھ گئی
چھالے پڑ جاتے ہیں مُنہہ میں سانس جب لیتا ہوں میں — داغِ دل کی اندنوں ایسی حرارت بڑھ گئی
بعدِ مردن ہم یہ سمجھے تھے جنون جاتا رہا — اور وحشت دیکھکر گلزار جنت بڑھ گئی
ماجرا کیا ہے سحر ہوتی نظر آتی نہیں — آج تو اپنی شب فرقت قیامت بڑھ گئی
یار کو سودا ہوا طرفہ تماشا ہوگیا — جب ہوا کہا دی زلف اپنی اُسنے وحشت بڑھ گئی

اپنی میت کو دیا کاندھا جو اُسنے آکے اشک

۱۸۹	کیا جانے کی ہمارے شان و شوکت ٹر گئی	۱۸

شومیِ بخت سے وہ پیچ اکبار پڑے
اُس مسیحا سے جدائی ہوئی بیمار پڑے

صدمۂ ہجر نے اکدم مین کیا کام تمام
آئی آفت نہ کوئی ہمپہ نہ بیمار پڑے

تنکے چنتا پھرے وہ صورتِ مجنون سون
جسپہ اکبار ترا سایۂ دیوار پڑے

بندۂ بت ہوئے زاہد جو ریاضت سے چھٹے
اُترین تسبیحین جو گردنسے تو زنار پڑے

نگہِ ناز نے کتنون ہین و مارا ظالم
در پہ دم توڑ رہے ہین ابھی دوچار پڑے

جان اللہ حسینون سے بچے تو بچیے
ہاتھ دھو کر مرے پیچھے ہین ستمگار پڑے

میکدہ پیرِ مغان کا رہے آباد مدام
درِ میخانہ پہ لوٹا کرین دوچار پڑے

غیر کے حال پہ ہو لطف و عنایات و کرم
راتدن زلف کی سودائیون پہ مار پڑے

آج دیکھو تو نظر آتا ہے اک ہو کا مقام
کل یہین شہر بسے تھے یہین بازار پڑے

مر بھی جائین تو خبر ہو نہ یہ شیرین تمثال
سر کو پھوڑا کرین اپنے سر کہسار پڑے

جل کے گھر خاک ہوا آہ کی جو فرقت مین
بیٹھا رونے کو کسی جا تو وہان غار پڑے

تنِ خاکی کو بھلا روح یہ لیکر پھرتی
کیا کرے سر پہ اگر مفت کی بیگار پڑے

دست و پا رکھتی جائین کہان اے وحشتِ دل
جن پہ بل تھا ہمین اب ہین وہی بیکار پڑے

تو کسی دن تو دکھا جلوۂ معشوقانہ
در پہ لاکھون ہین ترے طالبِ دیدار پڑے

جان اس غم کی کشاکش مین نہین بچنے کی
کس بلا مین تری زلفون کے گنہگار پڑے

اپنی افسردہ دلی سے کبھی نالے نہ کیے
میرے پیچھے تو بہت بلبلِ گلزار پڑے

دل ہی جب دینے پہ آئے تو حسین بہتیرے
سینکڑون ہونگے زمانے مین طرحدار پڑے

۱۹۰	نہ ہوا صاف کبھی **اشک** بتِ آئینہ رو دل کی بیتابی سے ہم پاؤن بھی سو بار پڑے	۱۵

خود غیر کی باتون پہ نظر ہم نہین رکھتے
کیا دل نہین رکھتے کہ جگر ہم نہین رکھتے

جو دل مین ہی ظاہر ہی وہ چتون سے تمھاری
ای جان اب اتنی ہی نظر ہم نہین رکھتے

کیونکر وہ یہان آپ تڑپ کر چلے آئین
نالون مین بھی اثر و زورون اثر ہم نہین رکھتے

ہی مد نظر راز محبت کا چھپانا
رونا تو کہان چشم بھی تر ہم نہین رکھتے

دل جب سے کیا ترک جفا جو کے حوالے
گویا کہ اسی روز سے سر ہم نہین رکھتے

الفت مین تری سمجھے ہین ایذا کو جو راحت
وہ زخم جگر پر کبھی مرہم نہین رکھتے

صیاد نے آزاد کیا موسم گل مین
افسوس کہ وہ ایک بھی پر ہم نہین رکھتے

جب شام ہوئی سو رہے میدان ہی جا کر
اس دہر خرابات مین گھر ہم نہین رکھتے

تکرار کا موقع نہ محل بحث کا ای دل
خود منہہ سے وہ کہتے ہین کمر ہم نہین رکھتے

ظاہر ہو جواب صبح قیامت تو عجب کیا
اپنی شب ہجران کی سحر ہم نہین رکھتے

کر دیتی ہی یاد اسکی زمانے کو فراموش
ان روزون تو اپنی بھی خبر ہم نہین رکھتے

طی دیکھیے یہ راہ عدم ہوتی ہی کیونکر
ہمراہ کوئی وقت سفر ہم نہین رکھتے

قمری کی طرح اس قد موزون پہ فدا ہین
اس باغ مین غیر سرو شجر ہم نہین رکھتے

دوڑے ہوئے خود سیم بدن اپنے گھر آتے
مجبور اسی سے ہین کہ زر ہم نہین رکھتے

ای **اشک** بسر دیکھیے کسطرح ہو اپنی
جز بے ہنری کوئی ہنر ہم نہین رکھتے

ادھر بھی یار کا ہوگا گذر کبھی نہ کبھی
ضرور ہوگا یہ آباد گھر کبھی نہ کبھی

ضرور ہوگا لحد مین گذر کبھی نہ کبھی
کہ پھر کے آتا ہی انسان گھر کبھی نہ کبھی

فراق یار کا کب تک اٹھائیگا صدمے
نکل ہی آئیگا منہہ سے جگر کبھی نہ کبھی

مقابلہ کو جو اس مہروش کے آتا ہے
ضرور کھائیگا منہہ کی قمر کبھی نہ کبھی

ابھی سے چاہیئے کرلیں زادِ راہ کی فکر
جہاں سے ہوئیگا آخر سفر کبھی نہ کبھی

لگائیں نخلِ تمنا تو باغِ الفت میں
کچھ اسکا پھل ہی رہیگا ثمر کبھی نہ کبھی

نہ خالی جائیگی اے چرخ دودِ غریب کی آہ
دکھائی دینگے یہ نالے اثر کبھی نہ کبھی

پڑینگے جان کے لالے غمِ جدائی میں
ڈبو ہی دیگی مری چشمِ تر کبھی نہ کبھی

یہ جان لو کہ اسی دن ہے اپنا کام تمام
لڑے گی اُنسے ہماری نظر کبھی کبھی

عبث ہے شوقِ شہادت میں اضطراب ابھی
اتر ہی جائیگا تن سے یہ سر کبھی نہ کبھی

کتر کے پھینکدے صیاد گر ہی ضد ہے
نکل ہی آئیں گے بلبل کے پر کبھی نہ کبھی

زبانسے سنتے ہیں لوگوں کی کچھ کا کچھ ہم بھی
جو ہے تو دیکھ ہی لیں گے کمر کبھی نہ کبھی

شبِ فراق جو گذری تو صبحِ محشر ہے
یقین ہمیں بھی ہے ہوگی سحر کبھی نہ کبھی

بتوں کے افعیِ گیسو کا عشق کھیل نہیں
ضرور پہونچے گا انسے ضرر کبھی نہ کبھی

بلا کوئی نہ کوئی آئے گی کبوتر پہ
تباہ ہوگا مرا نامہ بر کبھی نہ کبھی

کوئی کمال تو رکھتا ہو آدمی اے **رشک**
کہ کام آہی رہیگا ہنر کبھی نہ کبھی

رقیب پاس ہوں اور جان نثار دور رہے
خیال خام ہے یہ دل سے یار دور رہے

ہمیشہ ہیں تر و تازہ ہمارے داغِ جگر
یہ وہ چمن نہیں جس سے بہار دور رہے

تڑپ تڑپ کے گزارے ہیں ہمنے چار پہر
شکیب و صبر شبِ انتظار دور رہے

پس از فنا ہی جو دیکھوں کہ غیر ہیں ہمراہ
تو کوسوں یار سے اپنا غبار دور رہے

وصالِ یار مہینوں کے بعد ٹھیرا ہے
بس اب یہ گردشِ لیل و نہار دور رہے

کھلا کھلا کے فراقِ صنم نے مارا ہے
تنِ نحیف سے میرے فشار دور رہے

قریب تر تھی جو رحمت گناہگاروں سے
ملک عذاب کے روزِ شمار دور رہے

ہوے فراق مین شیرین و شونکے دشت نورد
بہت قریب تہے جو کوہسار دور رہے

دکہائی کچہہ نہ دیا جب کہ آنکہہ بند ہوئی
جہانکے سارے یہ نقش و نگار دور رہے

عذاب بعد فنا ہی بدون کا ہمسایہ
لحد سے غیر کے اپنا مزار دور رہے

گئی وہ دن کہ جو رہتے تہے خانۂ دل مین
ہماری ضد سے کہین جا کے یار دور رہے

کبہی تو ہو در دولت پہ حکم رہنے کا
کہاں تلک اب یہ ترا بیقرار دور رہے

چمن سے کام نہ ہمکو بہار سے مطلب
اسیر دام ہوے لالہ زار دور رہے

رہے گی چشم تصور سے دید گہر بیٹہے
ہماری آنکہہ سے وہ بت ہزار دور رہے

شگفتگی تو ہے دلکو گلون کی دید سے اشک
خزان سے یہ چمن روزگار دور رہے

دم لبوں پر آگیا منہہ مین زبان بیکار رہے
اے مسیحا اب علاج نیم جان بیکار رہے

جو خرابی تہی مری تقدیر مین وہ ہو چکی
گردش لیل و نہار اے آسمان بیکار رہے

ڈر کے مارے حال دل کچہہ اُس سے کہہ سکتا نہین
ایک مدت سے مرے منہہ مین زبان بیکار رہے

فائدہ کیا زینت دنیا سے اب اے منعمو
بعد مرنے کے لحد پر سائبان بیکار رہے

کیا ہوا بے تسکین خاطر یار کے دیدار سے
دل ہوا افسردہ تو سیر گلستان بیکار رہے

کون سنتا ہے گلستان مین کسیکا درد دل
نالے ہین بیفائدہ بلبل فغان بیکار رہے

بعد مردن کوئی جانے یا نجانے غم نہین
مٹ گیا جب نام مرقد کا نشان بیکار رہے

ہے زوال حسن وہ مجمع نہین عشاق کا
اُڑ رہی ہے خاک در پر پاسبان بیکار رہے

در پئی آزار گلچین باغبان ایذا رسان
اب گلستان مین لگانا آشیان بیکار رہے

کہو لکر مرقد ذرا دیکہے کوئی بعد از فنا
خاک ہین سب عضو تن اب استخوان بیکار رہے

آج یہان ہین کل خدا جانے کہان ہوگا مقام
جو مسافر ہین اُنہین قید مکان بیکار رہے

حیلہ سازی ہے نہ وہ ایذا رسانی کی چلن
مر گئے جب روز سے ہم آسمان بیکار ہے

راتدن گھر مین پڑی رہتی ہین مُردی کی طرح
وہ جو پہلو مین نہین قالب مین جان بیکار ہے

کاروانِ غم ہوا رخصت ذقن سی لیکے دل
ایک یوسف کے نہونے سے کنوان بیکار ہے

بحرِ غم مین اپنی کشتی کی تباہی کیون نہو
کب سے گُن ٹوٹا پڑا ہے بادبان بیکار ہے

فصلِ گل ہے غم سے ہین آزاد مرغانِ چمن
دستِ گلچین شل ہوا ہے باغبان بیکار ہے

آگئی سر مین سفیدی دن جوانی کے گئے
اشک پیر ہوا تو عشقِ مہوشان بیکار ہے

ضد ہے یہی جو ترکِ ستمگر یہی سہی
خود پھیر لین گے حلق پہ خنجر یہی سہی

خط کا مرے جواب نہ اُس ترک نے دیا
بچکر سلامت آیا کبوتر یہی سہی

تسکین تو ہوگی اُس قدِ دلجو کی ہجر مین
دیکھا کرین گے سرو صنوبر یہی سہی

قسمت مین گر وصالِ بتِ سیمبر نہین
پوجا کرینگے دیر مین پتھر یہی سہی

ہون چشمِ تر سے تنگ سکھا دے تبِ درون
رہجائے خشک ہو کے سمندر یہی سہی

بالین کے سانپ گیسوئے پیچان کے عشق مین
ٹھیریگا کچھ تو یہ دلِ مضطر یہی سہی

گھر مین دُلہن نہین مین کرون نقدِ جان فدا
گر پاس کچھ نہین تو نچھاور یہی سہی

کنجِ لحد کو دیکھ کے کہتا ہون بعدِ مرگ
جب تک نہ ہاتھ آئے کوئی گھر یہی سہی

کوچے مین یار کے تو ٹھہرنا محال ہے
دس بیس روز ہوتے ہین چکر یہی سہی

ڈر ہے بڑھے نہ بیچ حساب و کتاب مین
بہتر دیا کرین ہمین گن کر یہی سہی

افشا نہ رازِ عشق ہوا مرمحال ہے
دامن نہ آنسوؤن سے رہے تر یہی سہی

کرلین وہ اپنے چاہنے والون کا امتحان
کھلجائین آج غیر کے جوہر یہی سہی

تربت پہ کوئی پھینک دے دو چار برگِ گل
سمجھین گے ہم کہ پھولون کی چادر یہی سہی

راضی ہین ہم شوق سے پہنائین بیڑیان
دیوانگانِ عشق کا زیور یہی سہی

کوئے صنم مین جائین گے غیرونکے ساتھ ساتھ
غولون سے رہبری ہو تو رہبری سہی

لیجائینگے اُس آئینہ رو کو سرِ مزار
شرمندہ ہو گی روح سکندر یہی سہی

ہونٹون کا بوسہ غیر کو لینے نہ دینگے ہم
چھڑکاؤ خون کا ہو لبِ کوثر یہی سہی

خلخال پہنے اشک وہ آئے مزار پر
برپا کسیطرح سے ہو محشر یہی سہی

دو گھڑی ہم کہین رونیکو اگر بیٹھ گئے
بھگئے کچھ تو جو باقی رہے گھر بیٹھ گئے

ہر برابر تری محفل مین جدہر بیٹھ گئے
خواہ ادہر بیٹھ گئے خواہ اُدہر بیٹھ گئے

منہہ سے قاصد کے جو ہین وصل کا انکار سنا
تھام کر ہاتھ سے ہم اپنا جگر بیٹھ گئے

جیسے پنہان ہوا وہ نور نظر آنکھون سے
روتے روتے یہ مرے دیدۂ تر بیٹھ گئے

شرم نے انکی ہمین دید سے محروم رکھا
آئے بھی وہ تو جھکائے ہوئے سر بیٹھ گئے

پھیر لین گے دل عندیدہ کو اپنے کہنے
ہم کسی روز پکڑ کر جو کمر بیٹھ گئے

خوب ہی حسرتِ دیدار نکالی ہمنے
اُنکی محفل مین بچھا کر جو نظر بیٹھ گئے

یہ نزاکت ہے کہ لنگر جو پڑا گیسو کا
دونون ہاتھون سے پکڑ کر وہ کمر بیٹھ گئے

دستِ جلاد مین دیکھی جو برہنہ شمشیر
سر جھکا کر وہین بے خوف و خطر بیٹھ گئے

کٹ مرے رشک سے وہ سب ہین خریدار اُنکی
بن سنور کر وہ جہان رشکِ قمر بیٹھ گئے

ساتھ زاہد کے سوے کعبہ چلے تھے میکش
سنکے پر فصلِ بہاری کی خبر بیٹھ گئے

کم نہین صور قیامت سے ہمارے نالے
یہ تلاطم ہوا پانی مین گہر بیٹھ گئے

بے گناہ ہوے سراپہ نہ اٹھینگے یہانسے
ہم بہی پہچان کے جلاد کا گہر بیٹھ گئے

ناتوان فصل خزا نہین ہین یہ مرغانِ چمن
قصد اُڑنے کا کیا مار کے پر بیٹھ گئے

اشک سایے کی طرح ساتھ ہین ہر محفل مین
جسطرف جاکے وہ بیٹھے ہم اُدھر بیٹھ گئے

اِس جہاں سے ساتھ اپنے اور تو کیا لیگئے
اُنکے ملنے کی بڑی دلمین تمنا لے گئے

دوستو پھر فوق وہ رشکِ مسیحا لے گئے
خود اُٹھا کر اپنے کاندہے پر جنازہ لیگئے

اشک آنکھوں مین بھر آئے دیکھکر حالِ زبوں
داغ مرنے کا مرے دلمین مسیحا لیگئے

مصر مین لائے نہین یوسف کو اہلِ کارواں
وصل کے مژدے پہ جان زلیخا لیگئے

دل کی بیتابی کا ہوتا کسطرح اُنکو یقین
ہم دکہانیکے لئے تھوڑا سا پارا لے گئے

کچھ پرستش کے لئے سنتے ہین ترسایانِ دہر
منتون سے موئے گیسوئے چلیپا لے گئے

قدر کیا اُنکی ہوئی کیا آج اُنکو مل گیا
کاٹ کر جو روبرو اُنکے کلیجا لے گئے

کھل گیا عشقِ بتاں کا راز سب پر بعدِ مرگ
لاش جو میری مرے احباب گنگا لے گئے

کشتۂ تیغ نگاہ و نازِ قاتل ہو گئے
سب بلاؤنسے بچاکر دل جب اپنا لے گئے

بھول کر رستہ چلا تھا آج کعبے کی طرف
کھینچ کر زاہد کو ہم سوئے کلیسا لے گئے

کھینچکر لائے ملک دیوانگان عشق کو
اہل محشر کے لئے طرفہ تماشا لے گئے

دیکھکر خالی مکان کیا کیا ہمین عبرت ہوئی
گر کبھی احباب سوئے طاق کسریٰ لیگئے

آج زاہد بزم مین اپنی نہ آنے پائین گے
کل چُرا کر میکدے سے جام و مینا لیگئے

بعد مردن قبر مین بھی جوشش وحشت رہی
سر مین اپنے اُنکی زلفون کا جو سودا لیگئے

وادیٔ وحشت مین پھوٹے پاؤنکے سب آبلے
نشترِ مژگان پہ سبقت خار صحرا لے گئے

وادیٔ وحشت مین ہاتھ آیا نہ کوئی خضرِ راہ
ہر طرف بھٹکا کے ہمکو غولِ صحرا لے گئے

عمر کھوئی مال و دولت کی ہوا و حرص مین
کیا ہوا حسرت کے یہ سب اہل دنیا لیگئے

حشر برپا کر دیا نالونسے ہمنے زیر خاک
دل نہین ہم لیگئے ساتھ اپنے فتنا لیگئے

چشمِ فصلِ بہاری نے گھلایا اِک بار	شبنم گلشن سمجھکر مجھکو ہنسا لے گئے
صاحبِ ہمت کو الفت زرسے کب ہوتی ہے اشک	اہلِ حاجت جو ہمارے پاس آیا لے گئے

مہ جبین رخ مہر انور چاندنی بھی دہوپ بھی
اُس کے ہین دونون مسخر چاندنی بھی دہوپ بھی
شعلے آہون کے جہنم پر بھی سبقت لے گئے
اڑ گئے سیماب بنکر چاندنی بھی دہوپ بھی
ناتوان ایسا ہوا ہون فرقتِ دلدار مین
جسم لاغر کو ہے پتھر چاندنی بھی دہوپ بھی
بے نقاب اُس ماہ کو یہ دیکھکر خجلت ہوئی
بن گئی ہے تنگ سمٹ کر چاندنی بھی دہوپ بھی
روز و شب فرقت کے آنکھون مین نہون کیونکر سیاہ
بھاگتی ہے منہہ دکھاکر چاندنی بھی دہوپ بھی
فرش نورانی نہین ملتا ہے جو ہین خاکسار
ہے مہیا بھر بستر چاندنی بھی دہوپ بھی
رات دن فرقت مین رہتا ہے ہمین جلنے سے کام
برق سان گرتی ہے ہمپر چاندنی بھی دہوپ بھی
ہوتی ہے خود رفتگی یہ روے روشن دیکھکر
گرتی ہے کہا کہا کے ٹھوکر چاندنی بھی دہوپ بھی
چار سو یاقوت و گوہر گئے ہین بندے ضوفگن

صاف ہو دیوار و در پر چاندنی بھی دہوپ بھی
اپنے کمرے مین ہو وہ خورشید عارض مہ جبین
چار سو پھیلی ہے باہر چاندنی بھی دہوپ بھی
دست رنگین مہر تابان روے انور ماہتاب
لطف دیتی ہے برابر چاندنی بھی دہوپ بھی
رنج و راحت ساکنان کوے جانان کو ہے ایک
ہین اُنہین دونون برابر چاندنی بھی دہوپ بھی
جلوہ گر ہے بام پر وہ مہر طلعت ماہ وش
کس طرح پھیلے نہ گھر گھر چاندنی بھی دہوپ بھی
روز و شب فرقت کے سولی پر گذرتے ہین ہمین ریافت طلب
ہے دل محزون کو خنجر چاندنی بھی دہوپ بھی
اک مہ تابان بغل مین دوسرا داغ جگر
رہتی ہے بالاے بستر چاندنی بھی دہوپ بھی
رات دن پھیلا ہوا ہے میری آہون کا دہوان
کیون نہ ہو جاے مکدر چاندنی بھی دہوپ بھی

۱۹۸	جمع ہونا **اشک** کچھ آسان نہین ضدین کا ہر جگہہ ثابت ہو کیونکر چاندنی بھی دہوپ بھی	۲۰

مجنون سے گو کہ عشق مین ہمسر نہو سکے
اُس قد کا مثل سرو صنوبر نہو سکے
افشاے راز عشق نہ منظور ہو اگر

کم بھی نہین اگرچہ برابر نہو سکے
ہم رنگ لعل لب کے گل تر نہو سکے
آنسو بھی اپنی آنکھ سے باہر نہو سکے

اک بار گر ترے قدِ موزوں کو دیکھ لے
قمری سے پاس عشقِ صنوبر نہ ہو سکے

دلمانتوں کے کچھ نہ اثر آدمی نے کیا
سب کیا کہیں گے مردم بے بہرہ نہ ہو سکے

حسرت تھی دیکھنے کی عروس بہار کو
دو پھول باغبان سے بچھاور نہ ہو سکے

ہمسرئی ہمسری کرے کیا منہ ہو خار کا
مژگان سے تیز جب کوئی نشتر نہ ہو سکے

سنتے ہین جن کو کرتے ہین تسخیر آدمی
ہم سے پری جمال مسخر نہ ہو سکے

آفت رسیدہ دل کی ہماری بساط کیا
سر پر تمہاری زلف سے اژدر نہ ہو سکے

دیوانے ہو کے فصل بہاری مین جا بجا
اس گل سے ایک پھول کی چادر نہ ہو سکے

سودائیوں نے وادی وحشت کی راہ لی
وہ کیا کرے جو آپ سے باہر نہ ہو سکے

چلا بھیجکر اسے یہ دعا مانگتا ہون مین
صیاد سے شکار کبھی تر نہ ہو سکے

اے چرخ کینہ جو ترا خانہ خراب ہو
آباد تجھ سے اجڑے ہوے گھر نہ ہو سکے

آہون نے میری چرخ کو یہ مضمحل کیا
پھر زور شور کے کبھی چکر نہ ہو سکے

عاجز فرشتے ہو گئے وہ بد بلا ہے عشق
یہ معرکے کسی سے کبھی سر نہ ہو سکے

پامال ہو نامہ بر مرا گیا دست غیر سے
سر پہ مخالفوں سے پیمبر نہ ہو سکے

چرخ دنی سے اور تو ملنا ہی کیا ہمین
جب کہنہ بوریا بھی بستر نہ ہو سکے

مجھ رند کی خراب نہ مٹی ہو بعد مرگ
بھٹی کے کام آئے جو ساغر نہ ہو سکے

بڑھ جائے شوق بوسہ جو وہ ہونٹھ دیکھلین
ضبط عطش کبھی لبِ کوثر نہ ہو سکے

خالق کو ہر طرح کا ہے اے اشک اختیار
چاہے تو انقلاب مقدر نہ ہو سکے

وصل کی اگر ابھی تک کوئی صورت نہ ہوئی
دل لگانے مین سوا رنج کے راحت نہ ہوئی

کوچۂ یار مین صد حیف کہ تربت نہ ہوئی
بعد مرنے کے میسر ہمین جنت نہ ہوئی

[illegible] ہیں گذری ہے کس طرح سے یہ عمر عزیز | ایک مدت جسے رونے سے فراغت نہوئی
اسطرح ہم کو بھلا دیا تو دنیا ملتی | مانگنے کی کسی کم بخت سے عادت نہوئی
فرقت یار کے صدمے نہیں اب اٹھہ سکتے | زہر کھا لینگے اگر وصل کی صورت نہوئی
ناتوانی کا سبب درد سے محروم ہے | مرتے دم دیکھہ تو لیں اتنی بھی طاقت نہوئی
تجکو اللہ نے بخشا ہے عجب حسن و جمال | کس کو اے بت ترے دیدار کی حسرت نہوئی
[illegible] ہیکس کہ مرے پر بھی نہ کسی نے پوچھا | شمع اک رات بھی روشن سر تربت نہوئی
تھم گیا [illegible] بھولے سے جدھر جا نکلے | طرز رفتار سے کس روز قیامت نہوئی
بزدلی سے مرے منہہ پر نہ چڑھا کوئی رقیب | سینے گرمایا بہت اسپہ حرارت نہوئی
مرض ہجر کا کرتے وہ مسیحا نہ علاج | دیکھہ جاتے ہمیں اتنی بھی تو ہمت نہوئی
[illegible] دی شب فرقت کی میں تنہائی کا | پس مردن بھی مجھے قبر میں وحشت نہوئی
لوگ کہتے ہیں خرقہ سالوسی پر | ہمپہ ظاہر کوئی زاہد کی کرامت نہوئی

۲۰۰	بدگمان یار سے اے اشک نہایت ہیں تنگ کونسا دن ہے جو ہمپر کوئی تہمت نہوئی	۱۴

قتل کو میرے کسیکو اے ستمگر بھیجدے | تجھسے اتنا ہی نہو تو اپنا خنجر بھیجدے
آنکھہ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں تارک دنیا ترے | گر خزانہ بادشاہ ہفت کشور بھیجدے
گھر میں آنیکی اجازت گر نہیں دیتا ہمیں | دیکھہ لیں اپنی ذرا تصویر باہر بھیجدے
داغ دل مجلا ہوا ہے گیسوئے پیچ یار کی | دشمنوں میں دوست کو انسان کیونکر بھیجدے
ایک مدت سے ترے بیکل کا سودائی ہوں میں | موے مژگان کوئی اپنا بہر نشتر بھیجدے
آسمان ہم من زاد کو بھی آج دیوانہ بنا | اپنے صدقے کا کوئی تیلا فسونگر بھیجدے
آتش [illegible] سے پڑی ہے کوچہ دلدار میں | کوئی اتنا بھی نہیں اٹھواکے جو گھر بھیجدے

۴

اُس لب شیرین کے بوسونکی خدا سے ہو دعا
کیا عجب جو وہ شکر خو ہمکو شکر بھیجدے

یاد مین خال سیہ کی کہا کے شب کو سو رہون
کردی ہیرے کی کنی تل کے برابر بھیجدے

بعد مردن حیف اتنا ہی نہ اُس گل سے ہوا
قبر وحشی پر کبھی پہولونکی چادر بھیجدے

در پر آ بیٹھے ہین اب تو اس ستم ایجاد کے
خود بخود ہین گے جہان چاہے مقدر بھیجدے

بزم مین کب تک ترا حسرت سے منہہ دیکھا کرون
ایک تو ساقی اِدہر بھی ہی کا ساغر بھیجدے

ذبح کر ڈالے نہ قاصد کو کہین صدمے مری
مین جواب خط سے گذرا وہ کبوتر بھیجدے

۲۰۱	**اشک** بیمار محبت کو وہی اکسیر ہے خاک دروازے کی اپنی وہ اُٹھا کر بھیجدے	۱۶

صبح وصلت ہی فراق جان و تن نزدیک ہے
گور کی کنگر ہی بلا بیچین کفن نزدیک ہے

رنگ لائے یہ مراد پوانہ پن نزدیک ہے
پہاڑ کر نکلون گریبان کفن نزدیک ہے

اپنے مرنے کی خوشی کیونکر نہ مجھہ وحشی کو ہو
قبر سے کہتے ہین جنت کا چمن نزدیک ہے

دیکھکر رفتار اُسکی ہی خجل طاؤس باغ
بہولجائے کبک بھی اپنا چلن نزدیک ہے

سبزۂ خط پر تو مائل ہی بہت اے طفل دل
دیکھکر چل راستہ چاہ ذقن نزدیک ہے

ہوتا ہی خال سیہ پر لب کے مسی کا گمان
نکتہ بین سمجھین اُسکو اب دہن نزدیک ہے

زلف و رخ کو دیکھکر اُس شوخ کی کہتے ہین لوگ
کیا حلب سے دیکھنا ملک ختن نزدیک ہے

دو قدم کا راستہ ہے کیجیے سیر عدم
ملک ہستی سے نہایت ہی وطن نزدیک ہے

آج تو تیر سہ پہلو میرے دل پر بھی لگا
یہ نشانہ تو بہت ناوک فگن نزدیک ہے

جو وہان حاصل ہی وہ مطلب یہان بھی ہی حصول
بلکہ کعبے سے تو دیر برہمن نزدیک ہے

ہی ہمین اصرار وصلت مین انہین انکار ہے
چاک یوسف کی طرح ہو پیرہن نزدیک ہے

اپنے کوچے مین مجھے گڑنے نہین دیتا وہ شوخ
کہا مین میری لاش کو زاغ و زغن نزدیک ہے

سنتے ہین ہم روئے روشن پر ہےکی اب نقاب گر شہادت ہو نہ قسمت مین تو کوئی کیا کرے پھیکا اُٹھے لب لعلین زلف پریشکن		لے دل حسرت زدہ سوچ کہین نزدیک ہے ہم بھی ہین موجود ترک تیغ زن نزدیک ہے لوگ کہتے ہین بدخشان سے ختن نزدیک ہے
۲۰۲	اشک حاصل ہے ہمین چشم تصور سے وصال دور ہونے پر بھی وہ گل پیرہن نزدیک ہے	۲۲

صبر کیا کرتے ہین اپنے امتحان بیٹھے ہوئے
دیکھتے ہین ظلم تیرے آسمان بیٹھے ہوئے
کیا کرین گھر مین اکیلے ناتوان بیٹھے ہوئے
آؤ آہون سے ہلا دین آسمان بیٹھے ہوئے
جس طرف جا کر ہوا ہین ایک ساعت اشکبار
اُس طرف کے آج تک ہین سب مکان بیٹھے ہوئے
سامنے چشم تصور کے رہین وہ گل سے گال
کیجیے سیر گلستان بوستان بیٹھے ہوئے
قتل اوروں کو کرے جا جا کے تو او ترک ناز
منھ ترا دیکھا کرین ہم نیم جان بیٹھے ہوئے
ہو چکا ہے دخت رز سے عقد جو مجھ رند کا
ہین برائے تہنیت پیر مغان بیٹھے ہوئے
رند کرتے ہین بیان کیا کیا مے و مغ کی ثنا
خوب چمکاتے ہین ساقی کی دکان بیٹھے ہوئے
پھول نرگس کے چڑھاتے ہین تیری درگاہ مین

ملتے ہین آنکھون سے سنگِ آستان بیٹھے ہوئے
سامنا کرنے کو مجھہ نالان سے مرغانِ چمن
اپنی اپنی صافت کرتے ہین زبان بیٹھے ہوئے
چل رہی ہے رشک سے تلوار آپس مین یہان
تم تماشا دیکھتے ہو جانِ جان بیٹھے ہوئے
کُنجِ عزلت مین پڑے رہتے ہین ہم حسرت زدہ
باندھنو باندھا کرین وہ بدگمان بیٹھے ہوئے
صدمۂ فرقت سے راتون کو یہ ٹکرایا ہون مین
ساری دیوارون مین ہین سر کے نشان بیٹھے ہوئے
میرے مرنے سے سگانِ کوے جانان شاد ہین
رات دن کہایا کرینگے استخوان بیٹھے ہوئے
فصلِ گل مین آشیانون سے نکلنا ہے محال
بلبلون کی تاک مین ہین باغبان بیٹھے ہوئے
رنگِ زرد اپنا ہنستا ہے اُنہین بے اختیار
دیکھتے ہین سیرِ کشتِ زعفران بیٹھے ہوئے
اُس کے کوچے سے فرشتے کا گذرنا ہے محال
جس طرف دیکھو اُدہر ہین پاسبان بیٹھے ہوئے
دِل مین دیتے ہین تصور سے حسینون کو جگہ
دیکھتے ہین گہر مین پریون کا سمان بیٹھے ہوئے
ہم تجسس مین پھرا کرتے ہین دیوانون کی طرح

وہ پری وش ہین خدا جانے کہان بیٹھے ہوئے
دیکھکر اُس گل کو یہ نالان ہوئے مُرغانِ باغ
ہین کئی دن سے گلوے خستہ جان بیٹھے ہوئے
ہجر مین اُس حور کے یون دل کو بہلائین گے ہم
رات دن دیکھین گے ابواب الجنان بیٹھے ہوئے
بس نہین سکن جدائی شاق ہے احباب کی
دیکھتے ہین کاروانِ رفتگان بیٹھے ہوئے
کیا ہی دل مین آج جل جلکر ہُما ہو گا کباب
ہم جلاتے ہین جو اپنی استخوان بیٹھے ہوئے
محو حیرت ہین یہ اُس یوسف لقا کو دیکھکر
بے خودی مین کاٹتے ہین اُنگلیان بیٹھے ہوئے

۱۰۳	دیکھکر کہتا ہے دلہائے شکستہ کو وہ شوخ **اشک** ہون تعمیر کیونکر یہ مکان بیٹھے ہوئے	۱۹

جنسِ دل کو نہ اُلہی بتِ پُرفن دیکھے
عقدِ پروین کو تمنا ہو فدا ہونے کی
سمجھا وہ اِک فلکِ حسن ہے اور دو خورشید
جلوۂ حسن دکھا کر اسے دیوانہ بنا
جاکے نے آئین پرستان ہے پری کو کیونکر
کیون نہ پھر اپنا گلا کاٹ کے زاہد مرجائے
ہندوئے زلفِ بتان جسکو کرے دیوانہ

مال کا ہے کو بچے گر کوئی رہزن دیکھے
تیرے بازو پہ جڑاؤ جو یہ جوشن دیکھے
جنے سونے کی ترے ہاتھ مین کنگن دیکھے
ہاتھ دیکھا ہے تو چنگل بھی برہمن دیکھے
ادہرا ادہرا ترا اے یار یہ جوبن دیکھے
ساقیا تیری صراحی سی جو گردن دیکھے
چھوڑ کر کعبے کو وہ دَیرِ برہمن دیکھے

شوق گلگشت چمن کا جو ہوا ہے اُسکو
فرقت یار مین کیا کیا نہ مجھے رشک ہوا
اُس سہی قد نے جو ہونٹو پہ ملی ہو مسّی
کُندنی رنگ سے بچ جائیگا سونے کا ورق
ناز کی چال سے کی اُسنے قیامت برپا
کیا عجب ہے کسی حیلے سے بجھا دے اگر
کیا دکھاتا ہے فلک اپنا چراغ خورشید
ہجر جانان مین عجب طرح بسر ہوتی ہے شب
حسرتِ دید مین آنکھ اپنی لگا دی ہمنے
جیمین آتا ہے جو کچھ پاس ہے خود دے آون
چھوٹے اس قید تعلق سے یہ وارفتہ مزاج

آ کے میرے دلِ پُر داغ کا گلشن دیکھے
تحمل گل پر جو عنادل کی نشیمن دیکھے
سرو مین آج شگفتہ گل سوسن دیکھے
اُسکے ماتھے پہ لگا کر کوئی چندن دیکھے
اپنے کشتون کی سرراہ جو مدفن دیکھے
شمع جلتی ہوئی گر وہ سر مدفن دیکھے
چوندھیا جائے جو اُسکا رخ روشن دیکھے
وہ بھی گھبرائے جو دل کی مرے اُلجھن دیکھے
در و دیوار مین دو ایک جو روزن دیکھے
راہ کب تک مری بیٹھا ہوا رہزن دیکھے
برق سے کہدو کہ آکر مرا خرمن دیکھے

۲۰۴	زندگی بھر تو بڑے عیش سے گذری ہے اشک اغنیا کا پس مردن کوئی مدفن دیکھے	۱۷

تقدیر کوئے یار مین جا کر پلٹ گئی
شاید نقاب اُس رخ روشن سے ہٹ گئی
بس چل سکا نہ غیر سے مجھپر برس پڑے
ملتے ہی زلف یار مرا دم نکل گیا
ہم آرزوے وصلتِ جانان مین مر گئے
کس طرح دن فراق کا کٹتا ہے دیکھیے
ہم عاشقون کے اور ہی لیل و نہار ہین

کوسون زمین پانو کے نیچے سے ہٹ گئی
جگنو بنی ہے چاندنی ایسی سمٹ گئی
تقدیر آج بیٹھے بٹھائے پلٹ گئی
تقدیر یہ بھی کاٹ کے ناگن الٹ گئی
حد سے زیادہ حرص بڑھی عمر گھٹ گئی
درد و الم مین رات تو مر مٹ کے کٹ گئی
فرقت کا دن بڑھا تو شب وصل گھٹ گئی

جھنجھال کی صدا سے ہین مردے عذاب مین
خوابِ گران سے چونک پڑے نیند اُچٹ گئی

اشکو بھی روگ ہے تری آنکھون کی دید کا
کچھ اندنون ہے نرگسِ بیمار لٹ گئی

آتا ہے کیا وہ دیکھنے عیسیٰ نفس مرا
بالین پر اپنے موت جو آکر پلٹ گئی

اُس ترک نازنین سے کسے یہ امید تھی
گردن ہماری ایک ہی رگڑے مین کٹ گئی

جاتا رہا دماغ سے سودائے زلفِ یار
موت آئی کیا کہ پانو کی زنجیر کٹ گئی

پتھر مجھے طلسمِ محبت نے کر دیا
جلاد نے جو تیغ لگائی اوچٹ گئی

الفت نے زلفِ یار کی آخر کو جان لی
پھانسی کیطرح میرے گلے مین لپٹ گئی

مجھسا بھی بدنصیب نہوگا کوئی بشر
گھر سے وہ آکے پھر گئے قسمت اُلٹ گئی

کہتے ہین دل کو دیکھ کے وہ غمزدہ ہین ہم
کیا خیر تھی جو گرد کدورت سے اٹ گئی

۱۶	اے اشک ایک بوسے پہ ٹھیرا معاملہ وہ جنس دل بھی لے گئے قیمت بھی پٹ گئی	۲۰۵

آہون سے کیا عجب ہے جو کہسار جل اُٹھے
مین اُف کرون تو گنبدِ دوّار جل اُٹھے

او ترک آگ ہے تپِ غم سے لہو مرا
مانندِ برگِ کاہ نہ تلوار جل اُٹھے

ہے آہِ آتشین سے جہنم ہمارا گھر
جو آئے زیرِ سایۂ دیوار جل اُٹھے

ہین گرمیان یہی جو بتِ شمعرو تری
ڈر ہے کہین گلے کی نہ زنار جل اُٹھے

آہِ شرر فشان سے مری بھاگتے ہین لوگ
بازاریون کو ڈر ہے نہ بازار جل اُٹھے

سوزِ غمِ فراق کسی دن اگر بڑھے
تنکے کی طرح اپنا تنِ زار جل اُٹھے

دیوانہ مجھسا ہی نہین آتش قدم کوئی
پانو کے نیچے آگئے جو خار جل اُٹھے

کچھ شوق تھا نہین ہمین گلشن مین جو بلبلین
گلچین کو خوف ہے کہ نہ گلزار جل اُٹھے

چنگاریان نہین اگلتی یہ قطرہ ہائے اشک
انجام کار دیدۂ خونبار جل اُٹھے

پُتلا بنا ہے آگ کا وہ ترک شعلہ خو
چتون میں جسکے تیر تو سو فار جل اُٹھے

کیا آب آتشین میں ہے تاثیر ساقیا
بارود کی طرح تن میخوار جل اُٹھے

ہے یاد معرکہ ارنی گوے طور کا
کیا دور ہے جو طالب دیدار جل اُٹھے

شعلہ نفس وہ ہون کہ جو بولے سی بات کی
گھر کے چراغ تک دم گفتار جل اُٹھے

اس درجہ تیز آتش گل ہے بہار مین
[illegible] پھول توڑے تو منقار جل اُٹھے

کہتے ہین لوگ سنکے مرے نالہاے گرم
ایسا نہ ہو یہ مرغ گرفتار جل اُٹھے

۱۷	ای اشک ہر رقیب کے گھر کی آگ کیا بس ابلا عاشق کی آہ گرم سے گھربار جل اُٹھے	۲۰۶

بہار آتے ہی داغون سے تن مین آگ لگی
گلون سے چار طرف جو چمن مین آگ لگی

دھوان یہ پھیل گیا ہے خط سیاہ نہین
عجیب کیا ہے کہ چاہ ذقن مین آگ لگی

نہین یہ ابر سیہ دود آہ پھیلا ہے
کسیکی آہ سے چرخ کہن مین آگ لگی

بہار آتے ہی داغ جنون بھڑک اُٹھے
کہ بعد مرگ ہمارے کفن مین آگ لگی

وہ شوخ سرخ دوپٹہ جو سر سے اوڑھے ہے
تو شور ہے کہ خطا و ختن مین آگ لگی

فراق یار مین ہے آب آتشین جو پیا
ہے آبلونسے ہمارے دہن مین آگ لگی

جمائی پان کی لالی جو اُسنے ہونٹھون پر
یہی گمان ہوا سب کو دہن مین آگ لگی

نہ لی خبر کبھی اگر ہماری غربت مین
ہے یہ مروت اہل وطن مین آگ لگی

کہین کا ہمکو نہ رکھا برا ہو الفت کا
بلا سے جان ہوی غربت وطن مین آگ لگی

ہوا یہ رشک ترے لعل لب کا آخر کار
سنا ہے کان عقیق یمن مین آگ لگی

جو باندھی سرخ وہان سر پہ یار نے دستار
تپش سے دل کے یہان پیرہن مین آگ لگی

سنا ہے جو ترے دانتونکی زرق برق کا حال
حسد سے معدن در عدن مین آگ لگی

لہو کی بوند گری پانو سے کہ چنگاری	ذرا ہوا جو چلی سارے بن مین آگ لگی
بھڑک گیا جو کبہی اُٹھا شعلۂ آواز	یقین ہوا کہ تمام انجمن مین آگ لگی
بجھایا آب وضو سے مرا یک زاہد نے	سنا جو بتکدۂ برہمن مین آگ لگی

۲۰۷	اب انکے ہونٹھون کو اے اشک نے نظیر لکھو شہابِ رشک سے کانِ یمن مین آگ لگی	۱۱

ہردم اِک آدمی وہان اپنا لگا رہے	آنا فراق مین تو نفس کا لگا رہے
چرچا کرون جو فصل بہاری مین راتدن	صیاد کے مکان پہ میلا لگا رہے
دس بیس عاشقون کے گلے بہی کٹا کرین	سیندور کا جبین پہ جو ٹیکا لگا رہے
اِتنی پلا ہمین مے گلرنگ ساقیا	دو چار دن شراب کا نشا لگا رہے
بہولین خطِ عذار تو مژگان کی یاد ہو	دلمین ضرور ہر کوئی کانٹا لگا رہے
اِکدن پلائین زاہد مغرور کو شراب	بہر دون کی نقل جو یہ دہبا لگا رہے
وہ نامے دو پرون مین کبوتر کے باندہیے	اِک گر پڑے تو دوسرا نامہ لگا رہے
جلاد اس صفائی سے گردن پہ وار کر	بل تیغ مین نہ آئے نہ دھبہ لگا رہے
راحت اِسی مین ہے ترے ایذا پسند کو	تیزاب کا جو داغ پہ پھاہا لگا رہے
بہولے کبہی نہ اُس بتِ ترسا کی دل سے یاد	ہردم خیال زلفِ چلیپا لگا رہے

۲۰۸	فرقت مین تذکرہ رہے اُس بیوفا کا اشک دِل رات بہر اِسی مین ہمارا لگا رہے	۱۱

گہبرا کے جان ہجر مین تن سے نکل نہ جائے	یہ عندلیب زار چمن سے نکل نجائے
کیون جانتی سی مہندی ہین فرقت مین ہاتہ پانون	اِک دفعہ دم سمٹ کے بدن سے نکل نجائے
گلچین پکارتے ہین یہ فصلِ بہار مین	گل لیکے عندلیب چمن سے نکل نجائے

رہتا ہون اُنکے سامنے خاموش اس لئے
ہیکار کوئی بات دہن سے نکل نہ جائے

آتا ہے بے نقاب وہ مہ پارہ بزم مین
شرمندہ ہو کے شمع لگن سے نکل نہ جائے

ہشیار دل سے آچکا ہے کاروان خط
یوسف تمہاری چاہِ ذقن سے نکل نجائے

آواز اپنی مجکو سنائین نہ بعد مرگ
مردہ کہین تڑپ کے کفن سے نکل نجائے

غیرونسے پہلے مجکو نشانہ کرے وہ ترک
ڈر ہے کہ تیر اُدہر کہین تن سے نکل نجائے

وحشی کو تیرے در پہ نہ رہنے دے جب کوئی
بیچارہ کیا کرے جو وطن سے نکل نجائے

دنیا کے مخمصون سے ملے کس طرح نجات
جب تک غریب دارِ محن سے نکل نجائے

۱۸	اے اشک چرخ باز نہ آئیگا ظلم سے جب تک کہ جان اپنی بدن سے نکل نجائے	۲۰۹

کونچین کٹ جائین جو پہلو مین رقیب آ بیٹھے
ہم بھی ہین آج ترے سر کی قسم کہا بیٹھے

در پر اُس ترکِ جفاجو کے جو ہم جا بیٹھے
جھک کے پیری سے کمان ہو گئے اتنا بیٹھے

مرضِ عشق کا کچھ بھی نہوا اُن سے علاج
منہہ ہی دیکھا کیئے پہلو مین مسیحا بیٹھے

مر گیا ہو نہ تڑپ کر کہین بیمار فراق
چل کے دیکھو یہان گھبرا رہے ہو کیا بیٹھے

دیکھکر سبزۂ خط ہے دلِ مضطر ٹھیرا
اسی بوٹی سے یقین ہے کہ یہ پارا بیٹھے

کیا ہی طی راہ عدم ہو گئی آسانی سے
دم کہین پر لیا ہمنے نہ کہیں جا بیٹھے

قتل کا حکم ہے عشاق کے کٹتے ہین گلے
دیکھتے ہین سرِ بازار تماشا بیٹھے

جس کے فرقت مین تری یار جو مین آہ کرون
اُڑ اُڑا کر ابھی یہ گنبدِ خضرا بیٹھے

بادشاہی سے ترے در کی گدائی بہتر
خود اُٹھا دین جو کبھی سرپہ ہما آ بیٹھے

مال و زر خرچ کیا ہے تو یہ ہاتھ آئے ہین
تجکو الفت مین حسینونکی ہین دنیا بیٹھے

رنگ بگڑا تری محفل کا نظر آتا ہے
غیر اُٹھ جائے جو پہلو سے تو فتنہ بیٹھے

مار ڈالیں گے یونہیں ہجر کے صدمے اکدن
کھا رہے ہیں الم و درد کلیجے بیٹھے

جلوہ حسن بتاں ہمکو نظر آہی گیا
منھہ پھرا کر جو کبھی سوئے کلیسا بیٹھے

جاؤں شادی کی جو محفل میں تو ہو بزم عزا
دل محزوں یہ کوئی لیکے کہاں جا بیٹھے

دوست تک بھول گئے شکل مری فرقت میں
متعجب ہوا جسنے کہیں دیکھا بیٹھے

سخت جانی سے کسیطرح نہ یہ دم نکلا
تیغ کے ہاتھہ مرے جسم پہ کیا کیا بیٹھے

خاک تک کرچکا برباد مری بعد فنا
اب تو آرام سے چرخ ستم آرا بیٹھے

۲۱۰ — ۱۳

ہو چکی پردہ دری عشق کے ہاتھوں ای اشک
کیا برا ہے چھپ کے اگر اکہہ زلیخا بیٹھے

رو دینے کی فراق میں جو خو کی
جھڑیں ہیں چشم سے لہو کی

چھریاں نہیں نگاہیں جنگجو کی
کٹ کٹ گئی ہیں رگیں گلو کی

الفت اس زلف مشکبو کی
زنجیر بنی مرے گلو کی

پوچھو نہ دل و جگر کی حالت
بوندیں ہیں ادھر ادھر لہو کی

موسیٰ کو نصیب کب ہوئی وہ
باتیں ہیں یہ مرے رو برو کی

بے وجہ نہیں ہے ہر مژہ سرخ
پچکاریاں سب ہیں یہ لہو کی

کیونکر اکیجا رہے مری خاک
چلتی ہیں ہوائیں چار سو کی

کیا کیا اسے چرخ نے مٹایا
جس چیز کی ہمنے آرزو کی

جب آگیا ذکر گیسوؤں کا
الجھی ہوئی اسنے گفتگو کی

موسیٰ ہی سے تھی یہ لن ترانی
ہمسے کبھی یہ گفتگو کی

کیا زخم جگر میں چبھہ رہے ہیں
مژگاں ہیں کہ سوئیاں رفو کی

رو رو کے بہا دی گرد الفت
ترکیب نئی ہے شست و شو کی

۲۱۱	ہر اک سے بگاڑ کیوں نہ ہوا شک صحبت میں رہے ہیں تند خو کی	۱۸

کوئی اپنی جگہہ بے خود کوئی بسمل کی صورت ہے
وہ گاتے ہیں یہاں کچھہ اور ہی محفل کی صورت ہے
گھلا جاتا ہے سوزِ غم سے کچھہ یہ دل کی صورت ہے
ہر سارے موم کی نرمی بظاہر سِل کی صورت ہے
اِدھر دردِ محبت اُس طرف داغِ غمِ فرقت
کلیجے کا تو وہ عالم ہے اور یہ دِل کی صورت ہے
پئے سیر و تماشا ایک دن تو جلوہ فرما ہو
ہمارا دِل بھی او لیلیٰ ادا محمل کی صورت ہے
ذرا اُلفت تو کر دیکھے کوئی زہرہ جبینوں سے
کنواں جو ہر زمانے میں چہِ بابل کی صورت ہے
ہر نقشا ایک لیکن فرق ہے ادنیٰ و اعلیٰ کا
حباب بحر کو دیکھا تو وہ بھی دِل کی صورت ہے
نہ بہیے یہ اشک آنکھوں سے کہ بڑہکر تا گلو پہونچے
گریبانِ قبا اپنا لبِ ساحل کی صورت ہے
بہا کرتے ہیں آنسو دیدۂ تصویر سے ہر دم
جو دیکھے گا وہ کہدے گا ترے مائل کی صورت ہے
ہوئی خود رفتگی سی دیکھتے ہی اہل محشر کو
حقیقت میں غضب پیاری مرے قاتل کی صورت ہے

کمان کی طرح اِک دن چاک ہوگا جامۂ ہستی
ابہی سے داغ دِل اپنا مہِ کامِل کی صورت ہے
پڑا رہتا ہون مردے کی طرح دنرات فرقت مین
مِرا بیت الحزن ہی گور کی منزل کی صورت ہے
جدائی مین ہر اک زہرہ جبین کے عیش تلخ اپنا
چہِ تخشب بھی نظرون مین چہِ بابل کی صورت ہے
جہان مین بے طلب کسکو دَرِ مقصوُد مِلتا ہے
صدف کو دیکھہ لے غافل کفِ سایل کی صورت ہے
ہوا کے دیکھنے والے ہین سارے طالبِ دنیا
اُسی جانب کو ڈہلتے ہین جدہر حاصل کی صورت ہے
خدا جانے کہ ہے کیا چیز یہ بیماریٔ الفت
نہ دِق ہی کی علامت ہے نہ کوئی سِل کی صورت ہے
جدائی مین تری اِس حال کو پہنچے ترے عاشق
جو مرنے سے بچا وہ طائرِ بسمل کی صورت ہے
جدائی کے تری رنج والم ہم سے نہ اُٹھین گے
بتاسے کی طرح گہلتا ہے اب یہ دل کی صورت ہے

۲۱۲	سیہ کاری ہماری اشک بہا کر رنگ لائیگی ابہی تو یہ سویدا اپنے دِل کا تِل کی صورت ہے	۹

نصیب ہجر ہوا وصل یار کے بدلے غم و الم سے جدائی کے جان بچ جاتی		خزان نے شکل دکہائی بہار کے بدلے جو آتی موت شب انتظار کے بدلے

پس از فنا بھی وہ نفرت زدہ ہوں عالم میں
زمین ہٹتی ہے پیچھے فشار کے بدلے

ثمر ملا یہ محبت کا بعد مرنے کے
خدا نے بھیجدی اک حور یار کے بدلے

دکھائی دیتی سکندر کو یاس کی صورت
جو ہوتا آئینہ لوح مزار کے بدلے

اثر یہ الفت گیسو کا ہے بعدِ فنا
ملی ہے سانپ کی بانبی مزار کے بدلے

جو عشق خال و خط زلف و رخ میں خاک ہوے
ہزار رنگ ہمارے غبار کے بدلے

وصال میں بھی وہی کرب و اضطراب رہا
کبھی نہ رنگ دلِ بیقرار کے بدلے

۲۱۳	چلے جہان سے پُر ارمان ہزار حیف اسے اشک نہ رنگ گردش لیل و نہار کے بدلے	۱۳

غلط سمجھے تھے وہ سب جو ہمیں گمراہ سمجھے تھے
معاذ اللہ کب اُس بت کو ہم اللہ سمجھے تھے

نہ صدمے اُٹھ سکے فرقت کے دم پر بنگئی آخر
غم دوری کو ہم پہلے ہی سے جانکاہ سمجھے تھے

کلیجا تھام کر رہ گئے تھے وہ غش ہو گئے آخر
نہایت بے اثر مجھ ناتوان کی آہ سمجھے تھے

حقیقت امتحان میں کھل گئی سیر طریقت کی
بہت عشق مجازی کو وہ سیدھی راہ سمجھے تھے

بڑھی اسقدر تب جو مل گئی صبح قیامت سے
فراقِ یار کی ہم رات کو کوتاہ سمجھے تھے

ہوا فرہاد ہی سے طے نہ مجنون کے قدم ٹھیرے
ہماری دشتِ وحشت کو بھی بازیگاہ سمجھے تھے

گئی سوی عدم عشاق اُنکے جان دیدیکر
یہ شاید کوچۂ قاتل کو بازیگاہ سمجھے تھے

کبھی عاشق کے حال زار پر بت کو نہ رحم آیا
حقیقت میں وہ پتھر تھا جسے اللہ سمجھے تھے

مراد دل کسیکی آجتک تجھ سے نہ بر آئی
صنم ہم تو بڑی فیاض یہ درگاہ سمجھے تھے

یہ عزت کسکے گھر سے پائی ابراہیم ادہم نے
گدا وہ تیرے در کا تھا جسے ہم شاہ سمجھے تھے

تصور اک بتِ مغرور کا دلمیں سمایا ہے
خیال غیر سے خالی یہ بیت اللہ سمجھے تھے

ڈبویا اس خیال خام نے بحرِ ندامت میں
محیطِ رحمتِ حق ہم تونکی چاہ سمجھے تھے

۲۹	خوشی حد سے زیادہ موت کا باعث ہوئی آخر [illegible] سبب انجام وصل یار کا ہم آہ سمجھے تھے	۲۱۳

ہر اک سے چھپ کے ہین ایسی جگہہ وہ جان جان بیٹھے
تماشا دیکھتے ہین سارے عالم کا جہان بیٹھے
بندھا ہے رنگ کچھ اب کے نیا فصلِ بہاری مین
خدا چاہے تو واعظ کی جگھہ پیرِ مغان بیٹھے
زمانے مین چلن ہے آج کل بادہ پرستی کا
ہر اک کے قلب پر ہین سکّۂ پیرِ مغان بیٹھے
خراباتِ مغان کے کیا بیان اوصاف ہون ہم سے
سرون پر ابرِ رحمت چھا گیا آ کر جہان بیٹھے
ہے مے کا فیض جاری چار سو فصلِ بہاری مین
گدا کے بھیس مین زاہد بھی ہین زیرِ دکان بیٹھے
سناؤن کیا سبب او ترک اپنی بیقراری کا
ترے تیرِ نگاہِ ناز ہین تا استخوان بیٹھے
ہجومِ عام مین کیون گھر سے اپنے نازنین نکلے
سراپا جسم پر پائے نگہ کے ہین نشان بیٹھے
اِنہین نے موسمِ گل مین ہمین کیا کیا ستایا ہے
خزان مین اپنا سر پیٹا کرین اب باغبان بیٹھے
یہی دھڑکا ہے گھر غیرون کے اُنکے گھر سے ملحق ہین
نہین معلوم مرغِ نامہ بر جا کر کہان بیٹھے

شراب آتشین فرقت مین پینے کی سزا پائی
کہ اک مدت مین ہین تبخالہ کام و زبان بیٹھے
ملی ہے وہ حلاوت وصلت دلدار مین ہمکو
یہی کہتا ہر دل چوسا کرین اُنکی زبان بیٹھے
کسی نے اس دل مجروح پر گویا نمک چھڑکا
جو حسن و عشق کی سُننے کو اک دن داستان بیٹھے
نہ روئین کس طرح ہم تلاش یوسف دل مین
برس جائے یہ ابر تر تو گرد کاروان بیٹھے
ہلاکت مین ہماری ذات سے سارا زمانہ ہے
اُٹھے طوفان اشکون کا جو آہون کا دُھوان بیٹھے
بھلا اس چرخ بے بنیاد کی تو کیا حقیقت ہے
تماشا ہے جب آہون سے ہماری لامکان بیٹھے
بیان ہونے لگے دونون طرف سے درد دل اپنے
چمن مین ہم جو بلبل کے قریب آشیان بیٹھے
نہ یہ کم بخت اپنی کج روی سے باز آئے گا
قیامت آئی سمجھو پھر جو تھک کر آسمان بیٹھے
سوا اس کے نہین کچھ کام ہم وحشی مزاجون کا
اُڑاتے ہین گریبانون کی اپنے دھجیان بیٹھے
قیامت تک بتون کی زلف کا سودا نجائیگا
یونہین ہم دل کی سلجھایا کرین گے گتھیان بیٹھے

کئی دِن سے ہماری بیقراری کا یہ عالم ہے
جگر پر تیر پڑ جائے کوئی جیسے سنان بیٹھے

غم و رنج و الم حسرت بھرے ہین خانۂ دل مین
کوئی مہمان جو گھر مین آئے تو کہیئے کہان بیٹھے

لگے پتھر برسنے وحشیون پر سقفِ گردون سے
کسی دِن جا کے بھولے سے جو زیرِ آسمان بیٹھے

خرابی کے ہمارے دیدۂ گریان ہوے باعث
محلہ سارا ویران ہوگیا اِتنے مکان بیٹھے

محبت کے سبب جوڑا کی صورت سے رہے وہ ہم
اُٹھے تو ساتھ اُٹھے اور جو بیٹھے تو اماں بیٹھے

نہ مِلنے کا سبب پوچھو نہ اپنے خستہ حالون سے
وہین کے ہو رہے جس جا تمہارے ناتوان بیٹھے

ابھی تک تو ہر اک خانہ بالخیر ہو جاتا
سہارے سے تری دیوار کے ہین نیم جان بیٹھے

بتون کے ہجر مین یون رو کے کہو یا چشم گریانکو
کہ جیسے فصلِ باران مین کہین کوئی مکان بیٹھے

حوالے کر دیا درد و الم کے دِل جگر اپنا
جو کچھ موجود وہ کھا رہے ہین مہمان بیٹھے

۱۶	جبین سائی کی حسرت کے گئے ای اشناک اُس در تک بہت بگڑا جو ہم جا کر قریبِ پاسبان بیٹھے	۲۱۵

صبحدم چلمن سے رخسارے نظر آنے لگے
ہر تماشاؤن کو بھی تارے نظر آنے لگے

ہجر مین گہبرا کے سیرِ باغ کو جس دن گیا
گل سبد مین مجکو انگارے نظر آنے لگے

مہوشونکو کوچہ گردی سے نہین دم بھر فراغ
تھے جو ثابت اب وہ سیارے نظر آنے لگے

تب خبر لی یار نے اپنے مریض ہجر کی
موت کے آثار جب سارے نظر آنے لگے

فصل گل مین جوش کہا کہا کر ابلتی ہے شراب
مے کے شیشے صاف فوارے نظر آنے لگے

عشق مین چاہ زنخدان کے ہوا یہ ناتوان
مور کے سوراخ اندارے نظر آنے لگے

اضطراب دل سے ہلتے ہین شہیدونکے مزار
ہر طرف مقتل مین گہوارے نظر آنے لگے

ایک بوسے مین حلاوت اسقدر حاصل ہوئی
صاف دونون لب شکر پارے نظر آنے لگے

جسکو دیکہا وہ گرفتار طلسم حسن ہے
سب مجہے آفت ہی کے مارے نظر آنے لگے

کاتبِ اعمال نے لکہا ہے کیا کیا جہوٹ سچ
نامۂ عصیان کے پشتارے نظر آنے لگے

خوب رویا جاکے مین بہی قصر کیکاؤس مین
جابجا اُلٹے جو نقارے نظر آنے لگے

میری جانب سے مقرر یار کو کہٹکا ہوا
اسطرف بہی ہاتہ ہرکارے نظر آنے لگے

کیون کیا افسوس مین بے یار سیرِ باغ کو
گل مری آنکہونمین انگارے نظر آنے لگے

کیا گہلے ہین تیرے وارفتہ برا ہو عشق کا
پیکرِ تصویر بیچارے نظر آنے لگے

۲۱۶	**اشک** کیا فتنے خرام ناز سے اُنکے اُٹھے حشر کے آثار جو سارے نظر آنے لگے	۲۰

جشن وصال یار ہے دور شراب ہے
نوروز بھی ہے اور شرف آفتاب ہے

کیا جانئے کہان دلِ پر اضطراب ہے
سچ تو یہ ہے غریب کی مٹی خراب ہے

دو روز بھی رہا نہ حسینوں کا رنگ روپ
کس درجہ بے ثبات یہ عہد شباب ہے

رُوئے گلونکی یاد مین جب گھر مہک گیا	آنسو نہین ہین چشم مین عطرِ گلاب ہے
آشوبِ چشم سے تری ساقی ہر دلمین داغ	کہتے ہین نرگسی جسے یہ وہ کباب ہے
کیا اعتبار زندگیِ مستعار کا	انسان کی ہست و بود یہ نقش برآب ہے
پھیلی ہر روے یار کی دریا مین روشنی	پر نور قمقمے کی طرح ہر حباب ہے
ہر ذرہ اُسکے عارض روشن کے سامنے	سورج مکھی کا پھول ہے یا آفتاب ہے
چارون طرف فساد ہر فتنے ہین جابجا	آشوبِ چشم یار سے عالم خراب ہے
کس طرح جلوہ رخِ جانان نظر پڑے	ضعفِ بصر ہمارے لئے خود حجاب ہے
کیا تیز ہو نہ آتش رنگِ حنا ہے آج	ساقی کے ہاتھ مین بطِ مے تک کباب ہے
نکلی جو روح تن سے گھروندا بگڑ گیا	انسان ہر اک اسیرِ طلسم حباب ہے
آہو نسے ہجر مین ہر زمانہ اُلٹ پلٹ	جو چیز جس جگہ ہے اُسے انقلاب ہے
کوٹھے پہ چاندنی مین کھڑا ہر وہ مہروش	کہتے ہین سب قرانِ مہ و آفتاب ہے
برعکس آج کچھ نظر آیا معاملہ	مین جانکنی مین ہون تو نہین اضطراب ہے
انگیا کی ہین کٹوریان نگنا جھلک سے	دو قمقمون مین نور کے گویا شہاب ہے
شرمندگی جو اپنے گناہون سے ہے مجھے	اشکون کی رات دن یہان منھہ پر نقاب ہے
ہین لن ترانیان ارنی گوے طور سے	معشوق بے نیاز ہے حاضر جواب ہے
کہتے ہین منھہ مین اُس لبِ نازک کو لیکے ہم	منقارِ عندلیب مین برگِ گلاب ہے

۲۱۷	اہر اشک بادشاہ سے دبتے نہین فقیر تکیہ جو آستانِ درِ بوتراب ہے	۱۳

ہوے ذلیل جو دولت کی جستجو مین رہے	گہر کی طرح سے ہم حفظ آبرو مین رہے
نہ اپنے خانہ بدوشون کا پوچھیے احوال	بسر کی رات تو شبنم مین دن لوؤن مین رہے

کیا بہار مین صیاد نے حلال مجھے — یقین ہے بوئے گل تر مرے لہو مین رہے
فریفتہ ہون ازل سے مین سبزہ رنگو نکا — عوض شراب کے سبزی مرے لہو مین رہے
نقاب رخ سے ہٹائے نہ وقت ذبح جو ترک — ہماری جان بھی اٹکی ہوئی گلو مین رہے
کبھی دکھایا نہ بے پردہ اپنا جلوۂ حسن — تمہارے دید کی موسیٰ بھی آرزو مین رہے
خبر نہین کہ بہار آئی کب گئی کسدن — جنون کا جوش رہا شغل ہاؤ ہو مین رہے
سوال دید سمجھ کر کیا نہ موسیٰؑ نے — ذرا لحاظ بھی ان کو گفتگو مین رہے
غم فراق صنم سے نجات دے اے موت — رہا نہ تاب اب کوئی وصلت کی آرزو مین رہے
عزیز جان رہے صیاد کے وہ بلبل مین — کہ اپنے گھر کی جگہ خانۂ عدو مین رہے
ہمیشہ یار کی تصویر پاس کہین لگے — کہ بھول دل کا یہ تعویذ بھی گلو مین رہے
بتونکی زلف کے سودے مین قتل ہوتا ہون — عجب نہین کہ سیاہی بھی لہو مین رہے

۲۱۸	ہوا ہون عشق مین اک بحر حسن کے اے اشک یہ آرزو ہے کہ میت بھی آبجو مین رہے	۲۷

عشق مین پیدا عدو سے جان نرالے ہوگئے — عقرب جرارہ بندی سانپ پالے ہوگئے
وحشت دل کی مری اللہ ری آتش باریان — گرم آہو نسے ہرن جنگل مین کالے ہوگئے
کاوشین کرنے لگین صفہائے مژگان صنم — قتل پر تیار دو جنگی رسالے ہوگئے
دہیان مین دانتونکو کیا اشک مسلسل ہین رواں — دو گھڑی مین موتیون کے ڈھیر مالے ہوگئے
بجلیون کے ساتھ پہنین یار نے جو بالیان — ماہ نو کے گرد دو چھوٹے سے ہالے ہوگئے
اسقدر سوز الم کی ہے حرارت جسم مین — تیغ کے منہ مین لہو لگتے ہی چھالے ہوگئے
طے کیا جو وادی وحشت کو مینے سرکے بل — پاؤنکے بدلے مرے تالو مین چھالے ہوگئے
مال دنیا رسیاہی کا سبب کیونکر نہو — ٹکیلو چھونے سے جنکے ہاتھ کالے ہوگئے

ہجر کی آئین شبین گذ سے وہ ایام وصال
ہو چلے تھے خشک داغ دل پھر آلے ہو گئے

فسین دنیا کی نہین موجود جن کے واسطے
خود دہان گور کے وہ سب نوالے ہو گئے

ہین ازل سے عاشق و معشوق مین از دو بانہ
خندۂ گل صبحدم بلبل کے نالے ہو گئے

مدفن عشاق ہر کر کوے جانان مین بنے
مستند جنت کے اب گویا قبالے ہو گئے

کون ماتمدار اپنا وادی غربت مین تہا
دیدۂ گریان ہمارے رونے والے ہو گئے

لطف دیتے ہین زوال حسن مین ہوئے سفید
کیچلی اپنی بدل کر کوڑیالے ہو گئے

۴

کوچۂ جانان کا اللہ رے شرف مرنیکے بعد
داخل جنت وہانکے رہنے والے ہو گئے

لکھے اک نور نظر کو ہو گئے بیکار ہم
روتے روتے راتدن آنکھوں مین جالے ہو گئے

بت پرستی کا زمانے مین ہوا ایسا رواج
مسجدونکی جا محلونمین شوالے ہو گئے

دل کی دلمین رہگئین افسوس ساری حسرتین
ہجر جانانمین ہمین جینے کے لالے ہو گئے

چشم فتان پر ہوے مائل گرفتاران زلف
قتل کو جلاد کے قیدی حوالے ہو گئے

تھی کہان کی دشمنی کیا جانیے صیاد کو
بلبلون کے خون سے پر پرتالے ہو گئے

میری آنکھونمین پھرا کرتا ہے وہ بوٹا سا قد
نخل گل کے دیدۂ پرآب تہالے ہو گئے

رند بد مست جو ہین انکو نہین لطف بہار
پارہاے ابر تر روئی کے گالے ہو گئے

بزم ماتم ہجر کی مین ہوئی بزم نشاط
ساغر می زہر کے مجکو پیالے ہو گئے

کی جو خوش چشمونکی الفت مین فقیری اختیار
رشک آہوے تتار مرگچھالے ہو گئے

دل تبونکی جلوہ گاہ ناز کہلانے لگے
گھر خدا کے تھے کبھی اب تو شوالے ہو گئے

کوئی دم آنسو فراق یار مین تھمتے نہین
یہ تو ساونکی جھڑی بھادونکے جھالے ہو گئے

۲۱۹	وہ عیادت کو مری آ کر اشک آیا بھی گیا	۲۳

چار دن بیمار کو گویا سنبھالے ہو گئے

زندگی بھر تو حسینوں کی محبت نہ گئی — بعد مردن بھی مرے سر سے یہ آفت نہ گئی
کوئے جاناں میں جو مدفون ہوا میں قتل کے بعد — روح قالب سے نکل کر سوئے جنت نہ گئی
دفن ہونے نہ دیا کوچۂ جاناں میں مجھے — قتل ہونے پہ بھی غیروں کی عداوت نہ گئی
سچ کہا ہے کہ برا ہوتا ہے دل کا بھی لگاؤ — ہو گئی ترک ملاقات محبت نہ گئی
تپ غم دیکھیے مرنے پہ بھی جائے کہ نہ جائے — ہڈیوں سے مری اب تک تو حرارت نہ گئی
فتنہ برپا ہوا ہونے سے جو سرجا نکلا — کہاں قدموں سے لگی اُسکی قیامت نہ گئی
قبر پر چادر کمخواب ہے روشن ہیں کنول — بعد مرنے کے بھی منعم کی امارت نہ گئی
عمر بھر خاطرِ غمگیں میں رہی گردِ ملال — دِل ہو یا شیشۂ ساعت کہ کدورت نہ گئی
حسرت و یاس سے دیکھا کئے منہ قاتل کا — آرزوئے وصل کی تا روزِ شہادت نہ گئی
رخ روشن نے ترے مہ کو لگایا دھبا — منہ بھی دھونے سے سیاہی کی علامت نہ گئی
جانتے گر تو نہ دیدار کے طالب ہوتے — فکر موسیٰؑ کی بھی تا کنہہ حقیقت نہ گئی
جہاں مارے دم پرسش طبقاتِ دوزخ — کس جگہ ڈھونڈنے مجکو تری رحمت نہ گئی
عشق کا راز نہ کس طرح سے افشا ہوتا — میرے چہرے ہی سے زردی کی علامت نہ گئی
غم رسیدہ ہی جہاں چھیڑ دیا پھوٹ بہا — دِل دکھانے کی تمہاری بھی عادت نہ گئی
آنکھیں وا دیکھ کے میت کی یہ فرماتے ہیں — گئے دنیا سے مگر دید کی حسرت نہ گئی
خون ہوتا ہی رہا ایک نہ اک حسرت کا — تیرے کوچے سے کسی روز سلامت نہ گئی
رنگ اچھا نہیں کچھ دل کا خدا خیر کرے — حسنِ گل صرفِ خزاں ہو گیا وحشت نہ گئی
دِل نے کب رنج و غمِ ہجر سے فرصت پائی — گھر سے رونق ہوئی کس روز مسرت نہ گئی
بڑھ کے پہنچی ہے وہاں یار تری لطف رسا — جہاں اربابِ کرم کی کبھی ہمت نہ گئی

آب شمشیر نے جلاد کی ٹھنڈا ہا تو کیا — دل سے لیکن تپش غم کی حرارت نہ گئی
حل معمّا تو دہن کا کبھی صورت نہوا — کمر یار کے مضمون کی بھی دقت نہ گئی

۲۲۰ — لاکھ گردون نے کیا **اشک** ہمین خوار و ذلیل
اہل دولت سے رُکے رہنے کی عادت نہ گئی — ۲۴

غوطہ زن بحر مین گر وہ چمن آرا ہو جائے — ہر حباب لب جو پھول کنول کا ہو جائے
عشق گیسو مین نہ مجکو کہین سودا ہو جائے — جان آفت مین پڑے سب کو تماشا ہو جائے
مضمحل ہو دل بیتاب تو اچھا ہو جائے — کیمیا ہی کہین کشتہ جو یہ پارا ہو جائے
آہین کرتا ہون جو مین غم سے تو ہلتی ہی زمین — گردون نہ ٹلے تو خدا جانئے ابھی کیا ہو جائے
بادہ نوشی کا خیال آئے چمن مین جو مجھے — شاخ پر غنچۂ گل کہل کے کٹورا ہو جائے
آبرو کہو نہ جگہ دیکے بتون کو دلمین — کہین ایسا نہو کعبہ یہ کلیسا ہو جائے
مجھسا دیوانہ بھی دنیا مین کوئی کم ہوگا — اب بھی ہی خوف کہ سایہ نہ پریکا ہو جائے
چشم فتان سے اشارے جو کرے وہ شب وصل — پتلیون کا مری آنکھونکو تماشا ہو جائے
ہجر جانان مین ڈبو دے کہین طوفان سرشک — پار دریائے الم سے مرا بیڑا ہو جائے
دیکھکر عارض رنگین کو ہر اک گل ہو سفید — سنبل تر پہ یہ گیسو ترا طرہ ہو جائے
چار دیوار عناصر پہ نہ بھول اے غافل — کہین ایسا نہو لڑکونکا گھروندا ہو جائے
لاکھ ایذا ہو سمجھتا ہون اُسے مین راحت — درد پہلو کا مرے واسطے تکیا ہو جائے
وصل مین پھول کے آہ شرر افشان جو کرون — رخنہ سب پھول کے مقیش کا سہرا ہو جائے
عشق گیسو مین تو ماؤف ہی مدت سے دماغ — سنبل الطیب سنگھا دو بھی سودا ہو جائے
رخ پر نور ہے کسکو بھلا تاب نظر — بے حجابانہ چلے آپ سے پردا ہو جائے
کب کسیکا ہی قرار اُس بت ہرجائی کو — اب تصور بھی جو آئے چھلاوا ہو جائے

خاصیت بوم کی اب غیر نے پیدا کی ہے
جائے جس جا قدم نحس وہ صحرا ہو جائے

نغمہ سنجان چمن مین ہون وہ شیرین گفتار
قفس اپنا جہان رکھدین وہین میلا ہو جائے

بدن صاف کی اللہ رہی نزاکت اُسکی
عکس آپ نگہ شوق سے میلا ہو جائے

شمع رو یونہی محبت مین جو مین گل کہاؤن
پر پروانہ ہر اک داغ کا پھاہا ہو جائے

سخت جان ہون جو کرون نذر ہی خود سر اپنا
نیمچہ پڑتے ہی جلاد کا دونا ہو جائے

معجز حسن سے اُس بت کے یہ کچھہ دور نہین
کف رنگین سے نمایان ید بیضا ہو جائے

رخ رنگین کو ترے دیکھہ کے ہون زرد ایسے
کہیں کے ہر غنچۂ گل شاخ پہ گیندا ہو جائے

۲۲۱

رات دن اشک یہی حق سے دعا ہے اپنی
گہر مین آنے کا رقیبون سے محلکا کیا ہے

۲۴

نکلے لٹنے لگے جس سمت سے وہ جانجان نکلے
ہوئی برپا قیامت جا بجا گہر سے جہان نکلے

ہوئی منظور جب ہمکو سگ جانان کی ہمبانی
لحد کو توڑ کر باہر ہماری استخوان نکلے

ترقی پر حرارت سوزش دل کی ہے اب روز دون
کرون گر بات منہہ سے شعلۂ آتش فشان نکلے

دو رویہ صفحۂ عالم پہ ہین منقوش تصویرین
زمین کہودی جہان و چار قبرون کے نشان نکلے

نہو قدر سخن کیونکر ہمارے قدر دانونکو
عزیز خلق ہو گر جا بجا شیرین زبان نکلے

وہ بلبل ہین پکڑ کر لے چلا صیاد جب ہمکو
اُڑا اُتے خاک سر پر گلستان سے باغبان نکلے

نظر آئی جو ابرو اُسکی رونا تہم گیا اپنا
ٹھہر جاتا ہے منہہ ہی آسمان پر جب کمان نکلے

لفافہ کہل گیا اب کے برس نہ بدر یائی کا
جنہین زاہد سمجھے تھے وہی پیر مغان نکلے

خیال حق پرستی ہی رہا بادہ پرستی مین
سوے کعبہ چلے جب چہوڑ کر مغ کی دکان نکلے

گلستان مین ہے شادی آمد فصل بہاری کی
پہنکر ہار پہولون کے چمن سے باغبان نکلے

چھپائے سے محبت زلف پیچان کی نہین چھپتی
یقین ہے بعد مر نیکے ہی مرقد سے دہوان نکلے

کیا ستم تک یہ نہین تڑپو نگا قاتل سخت جانی سے
جدائی ہو سر و تن مین تمہ اُسپر بہی جان نکلے

پہان کے رکہا تہا دلمین حسرت و غم کو
ہمارے گہر سے جب ہم مرگئے تب میہمان نکلے

پیام اپنے یوسف کا نپایا آجتک ہمنے
اسی جانب سے گذرے مصر سے جو کاروان نکلے

مری دیوانگی پر ہنس نہ ظالم عشق وہ شئ ہے
گریبان پہاڑ کر فردوس سے حور جنان نکلے

کہین گر دلمین کیا نباش اپنی یہ ندامت ہے
کفن دیوانگان عشق کی جو دہجیان نکلے

شری ہوکر نکلجا ئینگے اُنکے چاہنے والے
وہ جسدن گہر سے منت کی پہنکر بیڑیان نکلے

بت زہرہ وش پہ جان دینے کا ارادہ ہے
الٰہی کیک یہان بہی چاہ بابل سا کنوان نکلے

رہینگے چپ بعد از مرگ بہی اکدم وہ نالان ہین
مثال نی ہماری استخوان سے فغان نکلے

ہوا سے وادی وحشت مین ہر سو اُڑتے پہرتے ہین
ہم اور لیلی غش مجنون سے بڑہکر ناتوان نکلے

لوانے ہین ہم افلاک سے پتہر برستے ہین
جو بہولے سے کبہی گہبرا کے زیر آسمان نکلے

ان کے گل خزان مین نغمہ سنجان چمن کیسے
نہ بچے کچہہ بلبلون کے پر میان آشیان نکلے

ہائے گر اثر مرنے پہ زردئے رخ عاشق
تو سبزی کے عوض مرقد پہ نخل زعفران نکلے

۲۲۲	نہ کیونکر قمریون کی آنکہہ سے شمشاد گرجائین جو گلگشت چمن کو اشک وہ سرو روان نکلے	۱۷

دل وحشی کو ہو تسکین تو بہلا تہوڑی سی
بوئے گل لاکے سنگہا دے جو صبا تہوڑی سی

سبزہ رو کا ہیکو پہلو سے ہمارے سرکین
ہو جو دلمین کشش کاہربا تہوڑی سی

کمر یار کا کیا جانئے کیا عالم ہو
اور بڑہجائے اگر زلف رسا تہوڑی سی

آئے یار پہ وارفتگی اتنی کب تہی
بڑہ گئی سر مین ہوائی جو ہوا تہوڑی سی

کوئی شاکی نہو دنیا مین پریرو نکا
حسن کے ساتہ خدا دے جو وفا تہوڑی سی

کیا کرین کیا نہ کرین بحر جہا نہین انسان
پائی مانند حبابون کی بقا تہوڑی سی

کس لیے چرخ دنی کے ہون ملامت کش
قبر کے واسطے ملجائیگی جا تہوڑی سی

خال وچشمان سیہ مست سے الفت ہے دلا
مَی گلرنگ مین افیون ہی ملا تہوڑی سی

ایسا گہر ہو کہ پس از مرگ ترے کام آئے
کون مانع ہے عمارت ہی بنا تہوڑی سی

ساقیا دو سے آتے ہین ترے مست فقیر
خیر میخانے کی ہمکو بہی پلا تہوڑی سی

خار کی طرح سے کہٹکے گی ہمیشہ دل مین
آرزو رہگئی گر بعد فنا تہوڑی سی

تا قیامت ہی جو دیکہون مین اُسے جی بہرے
حسرت دید مرے دل مین ہے کیا تہوڑی سی

اُف کرے کوئی تو دو چار قدم اُڑ کے گرون
ناتوان ہون مجہے کافی ہے ہوا تہوڑی سی

عشق ہے دلمین حسینونکا ازل کے دن سے
میرے حصے مین بہی آئی ہے بلا تہوڑی سی

ہوگئی صحبت اغیار کی اُنکو تاثیر
رہگئی ہے فقط اک شرم وحیا تہوڑی سی

تنگ زندان ہے ہمین وحشت دل سے دنیا
پانون پہیلا نہین سکتے کہ ہے جا تہوڑی سی

۲۲۳ — اِسی آئینے مین آتی ہے نظر یار کی شکل
اشک درکار ہے دل کی ہی صفا تہوڑی سی — ۲۴

سیکڑون دل اُنکی زلف پرشکن مین رہگئے
کچہہ اُلجھکر جو گرے چاہِ ذقن مین رہگئے

جان بحق عاشق ہوئے غیر انجمن مین رہگئے
گل ہوئے صرف خزان کانٹے چمن مین رہگئے

حال سوز دل بیان کرنے نپائے یار سے
حرف مطلب آبلے ہوکر دہن مین رہگئے

مقتل عشاق گویا شمع کی بزم ہے
سیکڑون جل جل کے پروانے لگن مین رہگئے

حسرت آغوش جانان دیکہنا مرنے کے بعد
ہاتہہ اپنے دونون پہیلا کر کفن مین رہگئے

کاوش مژگان جانان ہولکر کہتا ہے مین
ٹوٹ کر شاید کہین کانٹے بدن مین رہگئے

کردیا عریان بدن جامہ دری کے شوق نے
تار کچہہ باقی ہمارے پیرہن مین رہگئے

ہجر مین سامان تہے سب وصل عروس مرگ کے
کچہہ حجاب آنکہونکے تہے دولہا دولہن مین رہگئے

کام اپنا کر گئی جلاد کی تیغ ادا
ذبح ہو ہو کر بہت سے انجمن مین رہگئی

آجکل ہر تیری جانب اے صنم سب کی رجوع
بت فقط پتھر کے دیر برہمن مین رہگئے

ہون وہ دیوانہ کہ بعد از مرگ جب آئی بہار
داغ سودا پہول بن بنکر کفن مین رہگئے

رفتگانکی یاد مین کہتے ہین ہم غربت زدہ
پھر نہ آئے جاکے جب دلسے وطن مین رہگئے

پارہ ہائے شیشۂ دل لیگئے چن چنکے لوگ
کچھ نگین بنکر بتون کے نور تن مین رہگئے

انتہا اپنی ضعف و ناتوانی کی یہ ہے
کاہ کی صورت لپٹ کر پیرہن مین رہگئے

کنج مرقد مین ملی راحت نہ ہمکو بعد مرگ
ایک دو ناسور جو داغ کہن مین رہگئے

بلبلونکے دلسے پوچھے کوئی آفات خزان
یہ ہوا صدمہ کہ مرکر چمن مین رہگئے

جانور ہین سب وہ کیا جانین بہلا رفتار ناز
بارہا کبک دری تجھسے چلن مین رہگئے

جب غریبونسے جدائی کے نہ صدمے اٹھ سکے
مرکے وارفتہ ترے بیت الحزن مین رہگئے

عہد مین تیرے یہ بدلا زاہدون کا اعتقاد
چھوڑکر کعبہ جو دیر برہمن مین رہگئے

دشت غربت مین جسے خواہان نقد جان سنا
ہم اُسی جا انتظار راہزن مین رہگئے

تیر آہ بیکسان کے زخم ہین اختر نہین
آجتک سوراخ یہ چرخ کہن مین رہگئے

بیکسونکو قبر بھی ملتی نہین مرنے کے بعد
ہم ابھی تک انتظار گورکن مین رہگئے

مرکے شاید بہول جاؤن اُس پری پیکر کو مین
اس لیے عقدے مرے بند کفن مین رہگئے

۲۲۴	کیا ہوے اے اشک وہ ہر قول جنکے مستند تذکرے بعد از فنا اہل سخن مین رہ گئے	۱۵

تر بتر ہو جو مژہ چشم کی خونباری سے
قطرہ افشانی ہر اک نور کی پچکاری سے

حال تب حضرت موسیٰ کا کہو کیا ہوتا
خود نکل آتے جو وہ پردۂ زنگاری سے

حسن پیدا ہوا جب حد سے سوا گل کہائے
رشک طاؤس چمن بنگئے گلکاری سے

دوش احباب پہ بھاری ہے جنازہ اپنا — بیٹھے جاتے ہین گنا ہونگی گرانباری سے
پھونکدے آج تو آہ شرر افشان تو بھی — باز آئیگا نہ یہ چرخ ستمگاری سے
آتش عشق سے اللہ رے دلکو بچائے — سیکڑون جل بجھ گئی ہین اسی چنگاری سے
زندگی سے مری مایوس نہون کیون احباب — قیس و فرہاد موئے ہین اسی بیماری سے
نغمہ سنجان چمن نوحہ کنان ہین ہر سو — باغ ماتمکدہ ہے میری گرفتاری سے
وقت بد مین کوئی ہوتا ہے بھلا کس کا شریک — دل نے بھی ہاتہ اُٹھایا مری غمخواری سے
یاد نے سبزہ رخسار کی بے چین کیا — پھٹ گئے زخم جگر مرہم زنگاری سے
دامن ابر مین چھپ جائے نہ کیونکر مہتاب — شرمگین ہے ترے شبدیز کی اندہیاری سے
حال رونیکا شب ہجر کہانتک لکھین — تنگ ہین کاتب اعمال مری زاری سے
قافلہ دل کا نہ ہو کوچہ گیسو مین تباہ — رات اندہیری ہے چلین راستہ ہشیاری سے
بار اک سر پہ محبت کا لئے پھرتے ہین — کم نہین ہین ترے عشاق بھی بیگاری سے

۲۲۵	فلک دون کی خوشامد کرین ہم کس لئے اشک باز آئیگا نہ کافر یہ دل آزاری سے	۱۷

ہر طرف غلغلہ حسن بتان رہتا ہے — یہ سبب ہے جو پر آشوب جہان رہتا ہے
راتدن دہیان مین گیسوی بتان رہتا ہے — دم الجھتا ہے ہمیشہ خفقان رہتا ہے
میرے رونے کا شب ہجر نہ پوچھو احوال — اک سمندر ہے کہ آنکھونسے روان رہتا ہے
شان و شوکت سے فلک کی یہی ہوتا ہے یقین — کوئی اس قصر زبرجد مین نہان رہتا ہے
کوئی ساعت نہین جلنے سے مرے دلکو فراغ — اس لئے آٹھ پہر گھر مین دہوان رہتا ہے
پوچھتے پھرتے ہین کعبے مین ہر اک سے ہم رند — کس محلے مین یہان پیر مغان رہتا ہے
اور دو روز کا مہمان ہے یہ حسن شباب — عمر بھر کون مری جان جوان رہتا ہے

اس لیے دلمیں حسینوں کو جگہ دیتے ہیں
جن کا ڈر ہوتا ہے خالی جو مکان رہتا ہے

حسرت و یاس و غم و درد کا ہے دل میں ہجوم
انہیں دو چار سے آباد مکان رہتا ہے

سجدے کرتے ہیں وہان گبر و مسلمان آکر
جس زمین پر ترے قدموں کا نشان رہتا ہے

مندمل زخم کلیجے کا مرے ہو کیونکر
دھیان گیسو کا تری مشک فشان رہتا ہے

خط سے محفوظ ابھی تک تو ہے وہ چاہِ ذقن
اُس سے ڈریئے کہ جو خسپوش کنوان رہتا ہے

یاد آتے ہیں جوانی کے مزے پیری میں
صبح کو رات کا آنکھوں میں سمان رہتا ہے

کعبہ دل میں یہی رہتی ہے دن رات پکار
کون اگر بتِ مغرور یہان رہتا ہے

عشق میں پھولتا پھلتا نہیں انسان کبھی
زندگی بھر یہ چمن صرفِ خزان رہتا ہے

عشق بھی طرفہ بلا ہے کوئی گر سچ پوچھو
رگ و پے میں صفتِ روح روان رہتا ہے

۲۲۶

پوچھتی آتی ہے اے **اشک** بلا گردون سے
عاشق غمکش و ناکام کہان رہتا ہے

۱۴

عیان ہے وصل کا انکار اُنکی چشم و ابرو سے
اشارہ ہے براتِ عاشقان برشاخ آہو سے

ہوا ہے سامنا جس روز اُس کے قدِ دلجو سے
گری ہین قمریان کھا کھا کے غش سروِ لبِ جو سے

محبت دِل نے پیدا کی ہے کِس ترکِ جفا جو سے
صدا واحسرتا کی آ رہی ہے اپنے پہلو سے

بنے ہین چنپئی رنگت سے عارض پھول چنپا کے
دماغِ جان معطر وصل مین رہتا ہے خوشبو سے

اشارون مین بہت سے عاشقون کو قتل کر ڈالا

تڑپ کر بجلیان کیا کیا گرین ہین تیغِ ابرو سے

غمِ فرقت سے ہے یہ اشکِ طوفان خیز کا عالم

بنا چورا ہا اُس کافر کا چوکا چار آنسو سے

محبت نے تری چشمِ فسونگر کی سبھے مارا

مِری تقدیر مین لکھی ہوئی تھی موت جادو سے

مہینون خاک ہم چھانا کیے دیر و کلیسا مین

محبت دِل نے پیدا کی جو اُس کے خالِ ہندو سے

شبِ تاریک مین اُڑتے ہوئے جگنو نظر آئے

گرے جب بال چھوٹے سے افشان اُسکے گیسو سے

قیامت تک سحر ہوتی نظر آتی نہین ہمکو

شبِ فرقت نے سیکھی ہے درازی اُسکے گیسو سے

چراغ آکر جلائے کون راتون کو پسِ ازمردن

غریبون کی لحد پر روشنی رہتی ہے جگنو سے

نہوگا بزمِ عالم مین گدا مجھسا ہی کم قسمت

ہوا ہو گرمی گلگون نکل جاتی ہے چلو سے

مِرے نزدیک گیسو ہو کہ ابرو دونون موذی ہین

خدا اِنسان کو پالا نہ ڈالے سانپ بچھو سے

۲۲۷	عذابِ جان ہے نافہمون کی صحبت **اشک** داناکو ہمین پالا پڑا ہے آج کل اِک طفلِ بدخو سے	۲۱

آشفتۂ گیسوئے حسینان ہون ازل سے		طفلی مین بھی وحشت رہی سوئے جل سے

بسمل ہوا مین بو جو ادہر زلف کی آئی — مارا ہے شکار اُسنے ہوا دار رفل سے
کام آیا نہ لٹکا نہ کوئی سحر نہ افسون — تسخیر حسینون کو کیا حسنِ عمل سے
گرتی رہی گو کاوشین اُسکی صفِ مژگان — رستم کی طرح مُنہہ نہ پہرا فوج کی دل سے
لڑوا دیا اغیار نے اُس ناقہ نشین کو — آپس کی لڑائی نہین کم جنگ جمل سے
تنگ آکے فلک سے جو کرین قصد عدم کا — اِس عالم ظالم کے نکل جائین عمل سے
بچتے نظر آتے نہین بیمارِ محبت — اب حال دگرگون ہے ترے ہجر مین کل سے
دیکہی جو زبان آینہ رویان چبا کر — لو شمع کی باہر نظر آئیگی کنول سے
زینت کے بہانے سے نہ آزار دو دل کو — کوڑی کی منفعت زلف مین پیدا ہوئی بل سے
قائل ہون علو ہمتیِ یار کا مین بہی — تسخیر کیا غیر کو سفلی ہی عمل سے
بالو نہین ہو میرے دِلِ صد چاک کا شانہ — گتہی یہ سلجہنے کی نہین پنجۂ شل سے
ہم وہ ہین کہ پتہر کے بہی مارے نہ مرینگے — سازش ترے دیوانون نے کر لی ہے اجل سے
بوسہ لیا جب ابروے قاتل کا تو سمجھے — میوہ کوئی شیرین نہین تلوار کے پہل سے
ذرات پہرا کرتا ہون پہرتا ہوا آہین — گاڑی یہ دخانی ہے چلی جاتی ہے کل سے
بہاگی ہے یہ مجہہ رند سے کہا کہا کے شکستین — توبہ کبہی نکلے گی نہ قاضی کے محل سے
باتون مین لگا کر کہین دل کو نہ اڑا لے — گہبراتا ہون اُس شوخ کے ملنے مین پہل سے
کیا حُسن پرستی مین گذرتی ہے مزے سے — گہر مین مرے پریون کے رہا کرتے ہین جلسے
اُس ترکِ جفا جو سے ہے امیدِ ترحّم — کم عقل ہی ہو جاتی ہے سودے کے خلل سے
پریان کہان دیو کا گذر اب نہین اِس جا — آواز یہ آتی ہے سلیمان کے محل سے
قاصر ہے زبان وصف مین لبہاے صنم کے — یاقوت سے خوش رنگ تو شیرین ہین عسل سے

وصل اُس بتِ کافر کا مقدر مین نہین اشک

۲۲۸	اب حکم بہی آنے کا نہین ہو ہمین کل سے	۱۳

مار ڈالا ہے جدائی نے ہمین قاتل کی	کسی کروٹ نہین آرام تڑپ سے دل کی
قلب ایسے تو صفا عشق کی تاثیر سے ہون	اُسکے دلکی مین کہون وہ کہے میرے دل کی
فاتحہ پڑہنے کو آئیگا کبہی مرقد پر	حسرتین مرکے نکالینگے ہم اپنے دل کی
جان لی کاوشِ مژگانِ پری پیکر نے	بڑی مشکل سے ہے یہ پہانس نکالی دل کی
وصل ہو اُس بتِ کافر کا نہین قسمت مین	ساتہ جائیگی موے پر مرے حسرت دل کی
شیفتہ دل ہو مرا اک بتِ لیلیٰ تمثل پر	مجکو دیوانہ بناتی ہے ہوا محمل کی
دلمین لیلیٰ کے بہی تہوڑی سی جگہ ہو جاتی	بیدِ مجنون سے بنا ہوتی اگر محمل کی
جذبِ الفت نے زلیخا کے عجب کام کیا	سیر یوسف کو دکہا دی کشش کامل کی
کس کی یہ جلوہ گہِ ناز ہے بزمِ عالم	سیکڑون اُٹہہ گئے رونق نہ گئی محفل کی
اُس یمِ حسن کی چوکہٹ پہ مرا دم نکلا	موت تقدیر مین لکہی تہی لبِ ساحل کی
حیرت افزا ہو دلا اُس بتِ مہوش کا حسن	بڑہ گئی خونِ کبوتر سے بہی رنگت تِل کی
کیون نہون زہرہ جبینونکی فسونساز آنکہین	اِنکو مٹی سے بنا ہی چہِ بابل کی

۲۲۹	سیر گلشن مین بسر کیجیے ایام فراق **اشک** اِس وقت کہی تمنے ہمارے دلکی	۲۴

دل مین ترے گیسو کی محبت کا گذر ہے	آسیب زدہ جسکو سنا تہا یہی گہر ہے
خورشید جبین ابروِ خمدار کمر ہے	چاندی کی ہو تلوار تو سونے کی سپر ہے
کہتا ہو شکستہ مرا دل دیکہہ کے وہ بُت	کیا جانیے کس بندۂ اللہ کا گہر ہے
مردہ مجہے سمجہے ہو جو شامِ شبِ فرقت	مٹہی مین دبائے ہوئے کافور سحر ہے
آسان حسینونکی نہ جانے کوئی الفت	جانونکا بہی نقصان ہو جی کا بہی ضرر ہے

جانکاہ ہین میرے لئے ایام جدائی / آفت کی جو ہے شب تو قیامت کی سحر ہے

کیا حال ہے مجھہ کشتۂ حسرت کا نہ پوچھو / دل زخم رسیدہ ہے تو پر داغ جگر ہے

فرقت مین لہو رونے سے فرصت نہین ہم کو / جب دیکھیے دامان مژہ خون سے تر ہے

آنکھون سے لہو ہو کے بہے ہجر مین دونون / پہلو مرے خالی ہین نہ دل ہے نہ جگر ہے

کیا مرتبے پائے ہین تمہارے شہدا نے / جو زخم بدن پر ہے وہ فردوس کا در ہے

کچھہ رکھتی ہے کاوش مرے دل سے صفِ مژگان / شبخون کے آنے کی کئی دن سے خبر ہے

غیر اُس سے اب اظہار محبت نہین کرتا / پہچان لیا اُسنے کہ یہ موت کا گھر ہے

لہر آتی ہے جس وقت تو ہو جاتا ہون بیہوش / یہ افعی گیسو کی محبت کا اثر ہے

تشبیہ عبث دیتے ہین سب جانورون سے / آہو کی سی ہے آنکھہ نہ چیتے کی کمر ہے

منجدھار مین دریائے الم کے ہے مری ناؤ / آفت کا تلاطم ہے قیامت کا بھنور ہے

آئی ہے مری اک بتِ شیرین پہ طبیعت / زندہ رہا تو اب کے پہاڑون کا سفر ہے

کسکو نہین [illegible] ترے غم سے تعلق / آئینہ بھی ماتم زدون کا دیدۂ تر ہے

جاتا ہی نہین زلفِ سیہ فام کا سودا / جن ہے کہ مرے سر پہ سوار آٹھہ پہر ہے

ٹھیرا نہ کبھی آ کے مرے قلب و جگر مین / کیا تیر مین اُس ترک کے سرخاب کا پر ہے

برپا ہے یہ کس عاشقِ ناشاد کا ماتم / ہر شاخ گل باغ مین کھولے ہوئے پر ہے

چھالا ہے مین یار کا سمجھے تھے اُسے ہم / گیسو مین جو اُلجھا ہوا بالے کا گہر ہے

وہ زار ہون رکتا نہین روکے سے کسی کے / جو روزن دیوار ہے میرے لئے در ہے

پوچھا آتا ہون بلبل سے ہر اک باغ مین جا کر / کچھہ فصلِ بہاری کے بھی آنے کی خبر ہے

۲۳۰	ہل سکتے نہین ضعف و نقاہت کے سبب اشک دو چار قدم بھی ہمین کوسون کا سفر ہے	۱۸

پھر نظر آتے ہیں کچھ رنگ مقدر بدلے
پھر مجھے دیکھ کے جلاد کے تیور بدلے

بوسے ہونٹھوں کے دیئے پارۂ دل لے لیکر
ہم بھی یہ سمجھے کہ یاقوت سے پتھر بدلے

کچھ عجب حال رہا یار جدائی میں تری
رنگ بیمار محبت نے ہیں دن بھر بدلے

جس جگہ جا کے رہا ڈھونڈ نکالا مینے
اُسنے بھی ضد سے مری سیکڑوں ہیں گھر بدلے

کیا تماشا ہو وہ دھوکے سے چلے آئیں اُدہر
میرے گھر سے جو رقیب اپنا کہیں گھر بدلے

نظر آئے نہ زمانے میں کوئی سودائی
رنگ جو روز تری زلف معنبر بدلے

آہنی تار ہے گویا رگ سودا اپنی
کئی ٹوٹے کئی فصاد نے نشتر بدلے

خاک ڈالیں نہ کفن پر پس مردن احباب
ابھی ہمنے تو یہ کپڑے ہیں نہا کر بدلے

سخت جانی نے شہادت سے بھی رکھا محروم
گو کہ جلاد نے میرے کئی خنجر بدلے

کوئی لاتا ہی نہیں یار سے نامے کا جواب
ہو کے مجبور کئی ہمنے کبوتر بدلے

دیکھے مجھ خاک نشین کی جو صفائے باطن
آئینہ اپنا مرے دل سے سکندر بدلے

جان دوں اُس لب شیرین کی محبت میں اگر
کیا عجب مور مری خاک سے شکر بدلے

بیوفا اور وفادار کی پہچان رہے
غیر کے سر سے ہمارا نہ کہیں سر بدلے

یار کے حسن پر آشوب سے جی ڈرتا ہے
کہیں ایسا نہو رنگ رخ محشر بدلے

جا کے رنگ آج گلستان کا بٹھا آیا مین
تخت دل سے مرے بلبل نے گل تر بدلے

کھل گیا حال یگانوں کا ہمیں بعد فنا
کوئی اتنا نہیں جو قبر کی چادر بدلے

مفت پامال ہوے جاتے ہیں عشاق کے دل
طرز رفتار الٰہی تو ستمگر بدلے

۲۳۱	کیا بگاڑا ہے فلک کا کوئی پوچھے اے اشک مجھ سے لیتا ہے کاہے کے ستمگر بدلے	۲۲

گیسو پر آنکھ دل کی جو الجھن میں پڑ گئے | پھانسی سی آ کے اک مری گردن میں پڑ گئی

یا دو بہر و آہ شعلہ بار نے کیا
چنگاری بلبلوں کی نشیمن میں پڑ گئی

رہنے نہ دیگا مجھکو مرا اضطراب دل
مٹی بہت سی گو مرے مدفن میں پڑ گئے

پہنچی جو اُس کے شعلۂ رخسار کی چمک
اِک کہلبلی سی وادیِ ایمن میں پڑ گئی

دیکہا نہ پیار سے نہ کبہو کہل کے بات کی
کیا جانیں کیا گرہ دلِ دشمن میں پڑ گئی

ہاتہ آیا سلسلہ یہ نیا عشق زلف میں
سیلی فقیر کی مری گردن میں پڑ گئی

ہم دل جلوں کو چین پس از مرگ بہی نہیں
اُٹہہ اُٹہہ کے خاک قبر سے گلخن میں پڑ گئی

مورِ ضعیف کو بہی نہ دانہ ہوا نصیب
اِس مرتبہ کمی مرے خرمن میں پڑ گئی

جوشِ جنون میں زلف پریشان جو دیکہ لی
پہر تو طبیعت اور بہی الجہن میں پڑ گئی

کرتا ہے رم پر رم مری تربت کو دیکہکر
عادت بُری یہ ترک کے توسن میں پڑ گئی

لرزان چراغ گور ہے قاتل کو دیکہکر
پانی کی بوند یا کوئی روغن میں پڑ گئی

گریا کیا سحر دیکہہ کے میں بر جبین ہوا
گل دل میں شب کے چین جو دامن میں پڑ گئی

گلشن یا ہمیں کہ رونہ رولوں میں گہری
عادت یہ الفت بت پرفن میں پڑ گئی

الفت کسی سے کی نہ کبہی زلف کو چہوا
زنجیر غیب سے مری گردن میں پڑ گئی

تب دیکہیے ہو مذہب و ملت کا فیصلہ
کہتی سی اب تو شیخ و برہمن میں پڑ گئی

لایا بچا کے ترک سے میں اپنا نقدِ دل
کچہ آج خاک دیدۂ رہزن میں پڑ گئی

مارے و یا جلائے اُسے اختیار ہے
جان عزیز اب کفِ دشمن میں پڑ گئی

اُس سرو قد سے عشق جو ہے قمریوں کی طرح
تحریر اِک ہماری بہی گردن میں پڑ گئی

رشکِ مسیح وہ بت ترسا ہے واقعی
جو کو کنے ہی جان سی ارگن میں پڑ گئی

آمد ہے اُسکی باد بہاری کا رنگ ہے
اِک جان تازہ سی گل و گلشن میں پڑ گئی

کیوں دل نہ اُسکے گیسوئے پیچان سے الجہ گئی
بیٹہے بٹہائے جان اِک الجہن میں پڑ گئی

۲۳۲	جس روز تم نے نالہ رنگین کئے ہیں **اشک** اِک دھوم واہ واہ کی گلشن میں پڑ گئی	۱۰

گھر گرے کچھ اشک کے طوفان سے دبکے مر گئے
آپ کے سب عاشق جانباز کب کے مر گئے

زار ایسا کر دیا رنجِ فراقِ یار نے
سایۂ دیوار میں آئے تو دب کے مر گئے

دیکھتے حسن صفا اُس آئینہ رو کا مرے
رہنے والے اندنوں شاید حلب کے مر گئے

کو بکو بے مقنع و چادر حسین پھرنے لگے
کیا کریں اب دیکھنے والے ہی سب کے مر گئے

بِک رہی ہے اب سر بازار بے پردہ شراب
چاہنے والے جو تھے بنت العنب کے مر گئے

شہد میں پیدا ہوا زہر ہلاہل کا اثر
لیکے ہم دو چار بوسے اُنکے لب کے مر گئے

لیلی مجنوں کے دم تک تھے فسانے عشق کے
ساتھ اُن لوگوں کے شاعر بھی عرب کے مر گئے

جان دی کتنوں نے اگلے سال تیرے ہجر میں
رہگئے اُنمیں سے جو باقی وہ اب کے مر گئے

نامہ و پیغام کی کس طرح نکلے اُنسے راہ
آدمی دو ایک تھے جو اپنے مطلب کے مر گئے

۲۳۳	اب کوئی اُس بیوفا سے **اشک** پتیاتا نہیں راتدن کے رنج و غم سے دل ہی سب کے مر گئے	۱۱

غلام بادہ فا کیا گھر سے نکلیں میفروشوں کے
عبث پیچھے پڑا ہے محتسب ہم بادہ نوشوں کے

گلے کاٹے بڑا ہے رنج ہے اپنے سرفروشوں کے
کیا احسان قاتل نے اُتارے بار دوشوں کے

دِل پر آبلہ عشاق کے دیکھے تو فرمایا
ابھی تک خام آتے ہیں نظر انگور خوشوں کے

بنایا گیسوؤں نے یار کو ضحاک کا ثانی
کلیجے عاشقوں کے کھا رہے ہیں مار دوشوں کے

صفیں مژگاں کی ہیں رنگین ابھر اشک خون سے
ہمارے یہ حوالے ہیں رسالے سرخ پوشوں کے

حقیقت میں بڑی سفاک ہیں یہ گیسوؤں والے
کبھی مارے ہوئے بچتے نہیں ان مار دوشوں کے

جدھر دیکھو مثال ابر باران فیض جاری ہے
خرابات جہاں قائم ہے دم سے میفروشوں کے

شراب لالہ گون بے نزاکت بے وسواس پیتے ہین
قصور خلد ہین گویا مکان ان میفروشون کے

شہیدانِ محبت کے کوئی سمجھے نہ کم رتبے
خدا بھی وصف کرتا ہے انہین یاقوت پوشون کے

گئے دنیا سے وارفتہ تمہارے سبزۂ خط کے
بس اب لاشے اُٹھاؤ چل کے اپنے زہر نوشون کے

۲۳۴

فقط گندم نما اے اشک یہ زاہد ہوتے ہین
نہ آجانا کہین تم دام مین ان جو فروشون کے

۲۶

عشقِ مژگان مین جو ہین جی سے گذرنے والے
وار سے وہ نہین مرکر بھی اُترنے والے

سخت جان تیری مداوا نہین کرنے والے
زخمِ دل آپ ہی بھر آئینگے بھرنے والے

نہین غیرونکے اُبھارے سے اُبھرنیوالے
مر مٹین گے جو ترے در کے ہین مرنے والے

دلمین ناسور جو تیرِ نگہِ ناز کے ہین
زخم بھر جائین مگر وہ نہین بھرنے والے

جا لگے ہم کو ترے بحرِ محبت کے غریق
ڈوبکر اب نہین بیڑے یہ اُبھرنے والے

آہوے چشم سے کچھ دور نہین خطِ عذار
جہان سبزہ ہے وہین اُسکے ہین چرنے والے

سر ہتیلی پہ لئے پھرتے ہین عاشق تیرے
ملک الموت سے ڈرتے نہین مرنے والے

امتحان مین کبھی قاتل کے نہ ٹھیرینگے رقیب
وہی مر جائین گے جو لوگ ہین مرنے والے

اُٹھ رہیگی نہ شکایت کوئی قاتل کے حضور
کہکے گذرتے ہین جو ہین جی سے گذرنے والے

دیگا ہر عضو گناہون کی گواہی دمِ حشر
بچ نجائین گے مُکرنے سے مکرنے والے

دوست دشمن کو ہے صدمہ ترے جانبازونکا
داغ کس کس کو نہین دیگئے مرنے والے

جانتے ہین مجھے وحشی نگھون کا کشتہ
سبزۂ گور پہ آہو نہین چرنے والے

دلِ صد چاک کا شانہ کیا جب سلجھے ہین
غیر سے یہ ترے گیسو تھے سنورنے والے

پیچ کی اُس بتِ مغرور سے اب ٹھیری ہے
کام یون بگڑے سنورتے ہین سنورنے والے

کبھی جائیگا سودا نہ تری زلفون کا
اور ہوتے ہین وہ آسیب اُترنے والے

خوف اُس افعیِ گیسو کا نہین عاشق کو
یون تو رسّی سے بھی ڈر جاتے ہین ڈرنے والے

پھیر لین آپ چھری حلق پہ دیکھہ اے جلّاد
یون گلا کاٹ کے مرجاتے ہین مرنے والے

اِمتحان کرتا ہے غیرونکا عبث اے قاتل
ہم انہین جانتے ہین یہ نہین مرنے والے

کیا کرین خلد مین حورونکی صباحت لیکر
نمکینِ حسن پہ ہم لوگ ہین مرنے والے

بھول کر بھی نہ گذر گورِ غریبان پہ کیا
یاد کاہے کو انہین آئینگے مرنے والے

شبِ ہجران مین گلا کاٹ کے مرجاینگے
اب مصیبت ترے عاشق نہین بھرنے والے

راتدن کیون نکرین ظلم و ستم بے وسواس
ہین تو کیا بت یہ خدا سے نہین ڈرنے والے

رکھہ دیتے ہین گلا تیغ کے نیچے اپنا
جان دینے پہ مرے جاتے ہین مرنے والے

لبِ جان بخش کا بوسہ جو کوئی ملجاے
خضر کی طرح سے پھر ہم نہین مرنے والے

شعر دیونکی محبت ہے ہمارے دلمین
مثلِ پروانونکے جل جل کے ہین مرنے والے

۷۲۳۵	اشک — آگئے آنکھین تو آیا کرین شبہاے فراق ہم بھلا ایسی بلاؤن سے ہین ڈرنے والے	۱۴

مرغِ دل کر صیدِ مہیان اور ونکا نادان چھوڑ دے
اپنا شہبازِ نظر اے آفتِ جان چھوڑ دے

جیتے جی کس طرح عاشق کوئے جانان چھوڑ دے
دم نکل جاے اگر بلبل گلستان چھوڑ دے

یون تری زلفون کے قیدی کو ڈرا جاتے ہین لوگ
سانپ کا جوڑا یہان رہتا ہے زندان چھوڑ دے

نعرہ زن وحشتِ جنون مین عاشقِ مژگان جو ہو
خوف کے مارے اسد اپنا نیستان چھوڑ دے

پھر قرار آئے نہ مرقد میں کسیکی رُوح کو
یار اگر آنا سوئے گورِ غریبان چھوڑ دے

ہو گیا جبر تماشا اہل محشر کا ہجوم
جی یہ کہتا ہے کہ اب قاتل کا دامان چھوڑ دے

مر کے نکلیں گے یہان سے اب گرفتارانِ زلف
جیتے جی ممکن نہیں ہمکو یہ زندان چھوڑ دے

غرق ہونے سے کہیں ہو اہل عالم کو نجات
اشک ریزی گر ہماری چشم گریان چھوڑ دے

دیکھ لے جس روز آکر کوئے جانان کی بہار
کیا عجب جو گلشنِ فردوس رضوان چھوڑ دے

جلوہ گاہِ نازِ جانان میں گذر جس روز ہو
دیر کو ہندو تو کعبے کو مسلمان چھوڑ دے

تودہ باروت کے مانند اُڑ جائیں پہاڑ
پھلجھڑی جس دن ہماری آہِ سوزان چھوڑ دے

تھیان پڑ جائیں پھر موئے میانِ یار میں
تا کمر جس دن وہ اپنی زلفِ پیچان چھوڑ دے

ہیں یہ دیوانے بھی وہ طرفہ تماشا ای پری
موسمِ گل میں ہر اک لڑکا دبستان چھوڑ دے

تیرے کشتے کی کسی صورت سے نیت تو بھرے
آج زخموں پر مرے سارا نمکدان چھوڑ دے

خوفناک ایسی ہے اِزوزون ترے وحشی کی شکل
دیکھ لے گر دور سے مجنون بیابان چھوڑ دے

باغ مین جا کر مین جس دن نالۂ رنگین کرون
زمزمے اپنے ہر اک مرغِ خوش الحان چھوڑ دے

۲۳۶	زندگانی کا مزا تھا **اشک** جب تک تھا شباب دِل سے کہتا ہون بس اب عشقِ حسینان چھوڑ دے	۲۲

کوئی دل تاب ترے [illegible] کی لا ہی نہ سکے
کسی غنچے مین یہ نیرنگ سما ہی نہ سکے

ہو وہان یار جہان آدمی جا ہی نہ سکے
راہ وہ بھول بھلیان ہر کہ پا ہی نہ سکے

گہ تک اُس شوخ کے ہم ضعف سے جا ہی نہ سکے
کبھی حالِ دلِ بیتاب سُنا ہی نہ سکے

مغتنم کیون ہو اس قالب خاکی کا وجود
یہ بگڑ جائے تو پھر کوئی بنا ہی نہ سکے

دل کی حسرت تو کسی روز بیان کر دیتے
ڈر سے غیرونکے وہ خلوت مین بلا ہی نہ سکے

ہین وہ عارض کہ دہکتے ہوئے انگارے ہین
آدمی ہاتھ کبھی جنکو لگا ہی نہ سکے

رہروِ ملکِ عدم نے نہ دیا ساتھ افسوس
قافلہ بڑھ گیا ہم رہ گئے جا ہی نہ سکے

طائرِ دل کسی صیاد سے ہوگا نہ شکار
وہ نٹ نہ ہو جیسے کوئی اُڑا ہی نہ سکے

دیکھ لیتے کبھی ہم بھی گلِ سوسن کی بہار
مستی ہونٹھو پہ نزاکت سے لگا ہی نہ سکے

جبہ سا در پہ بتون کے رہے عاشق برسون
اپنی تقدیر کے لکھے کو مٹا ہی نہ سکے

تذکرہ الفتِ پرویز کا سنکر بگڑے
حالِ شیرین کی وفا کا تو سنا ہی نہ سکے

اور کیا عشق مین اس دل کی ہو خاطر داری
اسقدر غم کی ہے افراط کہ کھا ہی نہ سکے

ناتوانی کا یہ عالم ہے غمِ ہجران سے
آہ کھینچون تو لبون تک مرے آ ہی نہ سکے

یا الٰہی کوئی اب ہو سبب بعدِ فنا
کوئے جانان سے صبا خاک اُڑا ہی نہ سکے

بے حجابانہ جو آجائے وہ خورشید جمال — شپرہ چشم کی آنکھون مین سما ہی نہ سکے
کبھی ٹالے سے ٹلیگا نہ یہ بارِ غمِ ہجر — بوجھ اتنا ہو سر پر کہ اُٹھا ہی نہ سکے
کہین ہو جائے جو خلطہ تن و جان کی صورت — غیر پھر محفل جانان سے اُٹھا ہی نہ سکے
رہِ الفت مین ولا ہین یہ فنا کے معنیٰ — کھو کے انسان کبھی آپ کو پا ہی نہ سکے
پانون پھیلائے ہین وہ گیسوؤن کے سودے مین — کہ مجھے وحشتِ جنون سے کوئی لا ہی نہ سکے
توڑ کر پانون کو اس طرح تو بیٹھے عاشق — کوچۂ یار سے اُٹھ کر کہین جا ہی نہ سکے
زہرِ غم کر گیا ایسا رگ و پی مین تاثیر — استخوان بھی میری مرے پر کوئی کھا ہی نہ سکے

۳۱	سن کے وصلت کی تمنا جو وہ بگڑا اے **اشک** ہم یہ گھبرائے کہ کچھ بات بنا ہی نہ سکے	۲۳۷

فرقت مین اُسکی عقل و خرد ہوش و جان چلے — یوسف کے ڈھونڈنے کو ہین یہ کاروان چلے
عاشق کو قتل کرکے بہت شادمان چلے — پھرنے دو گرد روح کو ٹھہرو کہان چلے
دل کھولکر فراق مین رویا جو مین کبھی — مثل حباب تیرتے ہر سو مکان چلے
برسونکا ساتھ چھوٹتا ہے جسم و روح کا — ہمراہ گور تک تو مکین کے مکان چلے
دیتے ہین آفتاب پرستی کو ہم رواج — منظور ہے کہ پیر مغان کی دکان چلے
چھوڑے نہین یہ بال حسینون نے دوش پر — صیاد لیکے دام سوے گلستان چلے
سیرِ چمن کو ساتھ جو آیا وہ گلبدن — تازہ بہار لیکے سوے گلستان چلے
حسرت سے دیکھ دیکھ کے کہتی ہے عندلیب — دامن گلون سے بھر کے کہان باغبان چلے
کہتا ہے داغ دل کو مرے دیکھکر وہ شوخ — جلتا ہوا چراغ یہ لیکر کہان چلے
آہین کرون جو گیسوئے پرخم کی یاد مین — کھا کھا کے پیچ جانبِ گردون دھوان چلے
آگے قدم نہ حد معین سے بڑھ سکے — ذرات آسیا کی طرح ناتوان چلے

سینہ سپر ہے ترک ستمگر کے سامنے	ناوک چلے خدنگ چلے یا سنان چلے
اُس ترک کی گلی مین یہ ہر سو پکار ہے	چلنا ہو جسکو آج پے امتحان چلے
جاتے ہین دل سے حسرت و اندوہ وقتِ مرگ	مدت کے بعد گھر سے مرے میہمان چلے
کم ہو کسیطرح سے نہ افسردہ خاطری	ضد سے ہماری باغ مین بادِ خزان چلے
صبحِ شبِ وصال قیامت بپا ہو	نالے فلک کو سنکے صدائے اذان چلے
اس درجہ مشقِ دشت نوردی ہے آجکل	تھک جاے میرے ساتھ اگر آسمان چلے
حسرت سے کشتہ ہو گئی دیوانگانِ عشق	منت کی وہ بڑہا کے جو ہین بیڑیان چلے
اللہ ری جذبِ الفتِ کوے پری رخان	پکڑے ہمارے پانون مین نے جہان چلے
دشوار آدمی کو نہین منزلِ عدم	اِس راہ مین ضعیف چلے یا جوان چلے
۲۳۸	مارا ہے زرد کرکے محبت نے ہمکو اشک لے کر ہم اِس چمن سے گلِ زعفران چلے	۲۴

کسی دِن دیکھ لین رنگت اگر رخسارِ جانان کی
حکایت بھول جائے عندلیبون کو گلستان کی
پلا کر خونِ دِل برسون غمِ جانان کو رکھا ہے
جہان تک ہو سکا مہمانیان کین اپنے مہمان کی
جدائی مین مین اِک گُل کی یہان تک خون روتا ہون
لہو سے سُرخ رہتی ہے زمین سارے گلستان کی
عداوت ہے کہان کی وحشیون سے پاسبانون کو
بہار آتے ہی کھو جاتی ہے کنجی قفلِ زندان کی
کبھی چرنے کو سبزہ آ نکلتے ہین ادہر وحشی

زیارت کو مسافر آتے ہین گورِ غریبان کی
خدا نے دن دکھائے اُس پری پیکر کی دولت کے
حکومت مل گئی سرکار سے مُلکِ سلیمان کی
جنون نے دشت پیمائی کی خدمت دی ہے از روز ون
زمینین ناپتے پھرتے ہین ہم کوہ و بیابان کی
کیا ہے نیم بسمل اُنکی پلکون کی محبت نے "
سرے ڈوبے ہوئے ہین دل جگر مین تیر مژگان کے
ہمارے نالۂ پُر درد سُن پائے ہین جس دن سے
گرفتہ رہتی ہے آواز مرغانِ خوش الحان کی
خریداری مین یوسف کی ہزارون پڑ گئے رخنے
سرِ بازار رکھدے گر کبھی تصویر جانان کی
گلون کی یاد مین جس روز مین دل کھول کر رُوون
یقین ہے بیٹھ جائین ساری دیوارین گلستان کی
جنون کے ہاتھ سے مین فصلِ گل مین تنگ رہتا ہون
گلے مین رات دن پھانسی سی رہتی ہے گریبان کی
ہمیشہ بوریائے فقر پر آرام سے گذری
ہوا مین شیر کی آگھر مین رہتی ہین نیستان کی
بدلتے ہی ہوا کے رنگ لاتے ہین ترے وحشی
بہار آئی وہان یہان شامت آئی جیب و دامان کی
حسین جو ہے زمانے مین وہ جنسِ دل کا گاہک ہے

بضاعت لُٹ رہی ہے آجکل گبر و مسلمان کی

نشان باقی نہ رکھا کشتگانِ دشتِ غربت کا
مرمت خوب کی سفاک نے گورِ غریبان کی

کہان کی چادر گل بعدِ مردن روشنی کیسی
خبر تک بھی کوئی لیتا نہین گورِ غریبان کی

تڑپنے مین ہمیشہ ہجر کی راتین گذرتی ہین
چھُری سی چل گئی دِل پر جب آئی یاد مژگان کی

اسیری مین نپا یا چین وہ منحوس طالع ہین
گری ہین ٹوٹ کر سو بار کڑیان سر پہ زندان کی

رہین کیونکر نہ راحت مین ترے مژگان کے سودائی
پڑے رہتے ہین دِن بھر چھاؤن مین نخل مغیلان کی

محبت مین حسینون کی یہان تک داغ کھائے ہین
سراپا بن گیا تصویر جوسر و چراغان کے

اُداسی بڑھتی ہی جاتی ہے کچھ گلزارِ عالم کی
لئے جاتا ہے کوئی دِن پہ دن رونق گلستان کی

ہوا سر مین رہی جو بعد مردن دشت گردی کی
بگولا بن کے مٹی اُڑ گئی گورِ غریبان کی

۲۳۹	ہجوم رنج و غم جب ہو خوشی کا کام کیا دلمین نہین اے **اشک** گنجایش ہمارے گھر مین مہانکی	19

لوٹ لی کس نے ترے حسن کی دولت ساری		خاک مین مل گئی چہرے کی ملاحت ساری

بن گئی دم پہ ترے ہجر میں روتے روتے
دل کی دو روز میں جاتی رہی طاقت ساری

بعد مردن نہ رہیگا یہ کبھی سوز و گداز
سرد ہو جائیگی دم بھر میں حرارت ساری

چار دن مجمع احباب نہ رہنے پائیگا
دیکھتے دیکھتے برہم ہوئی صحبت ساری

حسن کے باب میں تکرار دلا خوب نہیں
ایکدن خاک میں مل جائیگی عزت ساری

بے نقاب آگیا محشر میں اگر وہ سفاک
دل کی اُس روز نکلجائیگی حسرت ساری

دل کی بیتابی سے راحت ہوئی ہمکو پس مرگ
مثل گہوارہ کے جنبش میں ہے تربت ساری

شب غم کاٹ تو دی ہمنے صنم مر مٹ کے
لے گیا چار پہر میں کوئی طاقت ساری

جلکے آہیں سوی گردون جو کبھی کرتا ہوں
ڈگمگا جاتی ہے اُسوقت عمارت ساری

قیس و فرہاد ہی کیا معرکہ آرا تھے فقط
ہم بھی جھیلے ہوئے ہیں عشق کی آفت ساری

گر صنم بھی حسین ہو تو نہیں بوے وفا
یاد ہے ہمکو زلیخا کی حکایت ساری

نقد دل دیکے تب یونکو مصیبت میں پڑے
اب پشیمان ہوئے جب لٹ گئی دولت ساری

ہم چھپاتے ہیں بہی جو بالفرض تو کب چھپتا ہے
عشق کی چہرے سے ظاہر ہے علامت ساری

گلبدن حسن دوروزہ پہ عبث ہیں مغرور
جھائیان پڑکے بگڑ جائیگی رنگت ساری

سکڑے جلاد میں اتنے شہدا دفن ہوے
جا ٹھہرنے کی نہیں بھر گئی جنت ساری

لن ترانی کی نہ لو کون ہو مشتاق جمال
سن چکے ہیں ارنی گو سے حقیقت ساری

ستے ہیں جبہ و عمامہ ہوے رہن شراب
مغبچے لے گئے زاہد کی کرامت ساری

کسطرح حضرت یوسف کا نہو اُنپہ گمان
وہی شوکت وہی صولت وہی صورت ساری

۲۴۰	لے گئے دل بات نہ پوچھی کبھی چہوٹون اُسنے اپنے مطلب کی تھی اے اشک محبت ساری	۲۷

ہمیشہ کاوشِ مژگان یار رہتی ہے
اودہی سنان یہ کلیجے کے پار رہتی ہے

کبھی خزان کبھی فصل بہار رہتی ہے — اُلٹ پلٹ یوہین لیل و نہار رہتی ہے
گلون کیطرح شگفتہ ہین داغ پیری مین — مرے چمن کی خزان مین بہار رہتی ہے
شباب تک ہین مزے ساری زندگانی کے — کہان چمن مین ہمیشہ بہار رہتی ہے
اثر یہ الفت دندان کا ہی جو بعدِ فنا — گہر فشان مری شمعِ مزار رہتی ہے
گلے کٹاتے ہین کیا ذوق شوق سے عاشق — اجل انہین کے سرونپر سوار رہتی ہے
جنون پھراتا ہی کانٹونپہ رات دن ہمکو — ہر آبلے مین یہان نوکِ خار رہتی ہے
طریق عشق حقیقی کے قیس کیا جانے — ہمیشہ سر پہ تو لیلی سوار رہتی ہے
مرا طرح سے پریشان زلفِ یار رہی ہے — یہ کسکے غم مین بھلا سوگوار رہتی ہے
لحد پہ بیٹھکے روتی ہی بیکسی دن بھر — اوداس رات کو شمع مزار رہتی ہے
نجائیگی کبھی اپنی کدورتِ خاطر — گھڑی یہ آٹھ پہر پُر غبار رہتی ہے
کبھی نہ سیر چمن کی جنونمین جی بھر کے — بہار دوش ہوا پر سوار رہتی ہے
بتونکے جور و ستم سے تنگ ہین یارب — ہر ایک سمت یہی اب پکار رہتی ہے
نہ چار پھول چڑھائے کسینے گر نہ سہی — ہوا سے گل یہان شمع مزار رہتی ہے
جنون نے بتیان گلکاریون کی جلائین — پس از فنا بھی لحد پر بہار رہتی ہے
موے پہ بھی نہ گیا روگ عشق بازی کا — اب ایک حور سرہان مزار رہتی ہے
کسے ہوا نہین سودا تری محبت کا — بدن مین گل کے قبا تار تار رہتی ہے
نہین ہی وحشتِ دل کچھ بہار پر موقوف — مرے گلے کا ہمیشہ یہ ہار رہتی ہے
زمانہ روز نئی کروٹین بدلتا ہے — الٹ پلٹ یوہین لیل و نہار رہتی ہے
نہ کیون ہو مصحفِ عارض چمن سبزے سے — تمام لوح زمرد نگار رہتی ہے
خلش جو دلمین ہی بلبل کے وہ نہین جاتی — گلون کے پاس چمن مین ہزار رہتی ہے

لطیف طبع ہین جو وہ کسی پہ بار نہین نہین یہ زلف مسلسل کی یاد آٹھ پہر گلوے خشک یہ جلاد تجھہ سے کٹ نہ سکا ہر کون موت کا انسانہی روکنے والا نہین یہ قالب خاکی مین اپنے روح لطیف		ہوا پہ بوے گل تر سوار رہتی ہے کوئی بلا مرے سر پہ سوار رہتی ہے ستمگرون کی چھری آبدار رہتی ہے کسی کے حکم کی امیدوار رہتی ہے پری اسیر طلسم غبار رہتی ہے
۲۴۱	جلا جلا کے ہمین اشک گو کہ مارا ہے یہ روح اب بہی اُسی پر نثار رہتی ہے	۱۲
آئی بہار مرغ چمن بولنے لگے غل آمد بہار کا سنکر پس از فنا اعجاز حسن یار مسیحا سے بڑھ گیا تاثیر جذب شوق دکہاؤن جو مین کبہی آیا جو فاتحہ کو وہ عیسی نفس مرا اللہ رے اضطراب عنادل بہار مین وہ حسن دلفریب ہے جلاد کا مرے جان آگئی بدن مین مسیحا کو دیکھکر پاسنگ کو ہمارے نہ پہنچا کوئی رقیب عشاق اتنے قتل ہوے ہین کہ حد نہین اعجاز حسن سے یہ تمہارے عجب نہین		بلبل قفس مین شوق سے پر تولنے لگے دیوانے اپنے بند کفن کہولنے لگے پتہر مین جان پڑ گئی بت بولنے لگے بلبل کی طرح غنچۂ گل بولنے لگے مردے تمام زیر زمین بولنے لگے منقار سے بندہے ہوے پر کہولنے لگے محشر مین بہی اُسیکے ہر اک بولنے لگے کمرین مسافران عدم کہولنے لگے میزان امتحان مین جو وہ تولنے لگے کیا دور ہے جو رات کو رن بولنے لگے چپ ہو ابہی تو طوطئ خط بولنے لگے
۲۴۲	سمجھے ہین بے وفا ہمین اپنی طرح سے اشک ہر بات مین جو ہمکو ہین وہ تولنے لگے	۲۵

سانی کی گہرے شوخ ہم گہر بنائین گے

بگڑے ہوئے جو کام ہین دلبر بنائین گے
کہتے ہین خاک کشتۂ حسرت کی دیکھکر
مجھہ ناتوان کی قبر پہ روتے ہین زار زار
لکھنا ہر اپنے وحشتِ دل کی حکایتین
بے جرم و بے خطا جو کیا عاشقون کو قتل
بیڑا ہمارا بحرِ الم مین تباہ ہے
تقدیر کی موئے پہ بہی گردش بجائیگی
رو رو کے خون کرینگے تمہاری شکایتین
جانے نپائین اُس بُت خوبی کے پاس غیر
ہین ناتوان بہی آپ گلا کاٹ لین گے ہم
قاصد کو ذبح کرکے پچھتا رہے ہین اب
رکھہ چھوڑا ہے چھپا کے ترا سنگِ آستان
ہوتا چلا ہے حسن پرستی کا اب رواج
اندھیرے جہان مین آشوب حسن سے
کہتا ہون دل مین دیکھہ کے آنکھونکے شعبدے
سمجھے ہین اپنا تشنۂ دیدار جو مجھے
رو کر لہو وہان بہی یہ دیوانگان عشق
جی بھر کے سخت سست وہ باتین سنائین گے
مرجائین گے کبھی نہ کبھی کاٹ کر گلا

بتخانہ تجھ کی زمین پر بنائین گے

دل توڑ کر کسیکا وہ کیونکر بنائین گے
سونا بنے جو اس سے تو زیور بنائین گے
آبِ روان کی کہتے ہین چادر بنائین گے
ہم تارِ زلفِ یار کا مسطر بنائین گے
باتین بہت سی اب وہ ستمگر بنائین گے
جب ڈوب جائیگا تو وہ لنگر بنائین گے
مٹی سے میری سیکڑون ساغر بنائین گے
دریا لہو کا عرصۂ محشر بنائین گے
دریا کی حد پہ سدِ سکندر بنائین گے
ناخن کو ہی تراش وہ خنجر بنائین گے
رو رو کے آنکھین خون کبوتر بنائین گے
لوحِ مزار ہم وہی پتھر بنائین گے
بتخانے لوگ دیکھنا گھر گھر بنائین گے
کیا ہوگا اپنے خون کا محضر بنائین گے
دیوانہ اب مجھے وہ فسونگر بنائین گے
بے آب میرے واسطے خنجر بنائین گے
گلزار سارا عرصۂ محشر بنائین گے
ہم اپنے دل کو آج سے پتھر بنائین گے
ابرو کی لاگ پر کوئی خنجر بنائین گے

ممکن نہین کہ اُسکو گرادے نہ آسمان
پتھر کا بھی مکان جو تو اگر بنائین گے

رہنے نہ دیگا چین سے اِکدم یہ کینہ جو
گھر ہم بھی آسمان کے باہر بنائین گے

تلوار رکھہ کے بیچ مین سوئینگی رات کو
دیوار آہنی وہ سراسر بنائین گے

بگڑی ہوئی ازل سے ہے تقدیر عاشقان
کیونکر کسی کے کام مقدر بنائین گے

۲۴۳
دِل مین بتونکا دھیان ہے اے اشک رات دن
کافر خدا کے گھر مین بھی کیا گھر بنائین گے

اپنے ہیگلنے ہون احباب جہین گھر چھوٹے
سب گوارا ہے پر اے بت نہ ترا در چھوٹے

واعظا موسم گل ہین مے احمر چھوٹے
منہہ لگی ایسی پری جب تو وہ کیونکر چھوٹے

مجکو غنچون کے چٹکنے کی صدائین آئین
یا سنیچے کہین مرغان چمن پر چھوٹے

میری آنکھونسے ہین یون اشک مسلسل جاری
جسطرح آب روان کی کہین چادر چھوٹے

اُسکے حسن کی یاد آگئی جب فرقت مین
دونون فوارے اِن آنکھونکے برابر چھوٹے

دشت گردمین گذرتے ہین جنون لیل و نہار
دم نکل جائے تو دن رات کا چکر چھوٹے

عشق کے ہاتہ سے لاکھون ہوئے آوارہ وطن
گھر غریبونکے چھٹے شاہون سے کشور چھوٹے

سر سے سودا نہ حسینون کی محبت کا گیا
عمر بھر ہاتہ سے لڑکونکے نہ پتھر چھوٹے

دل مین کہتا ہون ملا خلد اگر بعد فنا
کہین ایسا تو نہو کوچہ دلبر چھوٹے

کہان ازورون بجا ہوش و خرد عقل و حواس
سب کے سب ہمسے ہین یہ عشق کی حد پر چھوٹے

جذب پیدا کرے اتنا تو مرا زخم گلو
کہ چھوڑانے سے بھی گردنسے نہ خنجر چھوٹے

بال کنگھی کئے اِدھر یاد ہے پہنکے اُسنے
دلمین اپنے ہی سمجھا ہین کہ اژدر چھوٹے

موسم گل مین بھی ہمنے دعائین مانگین
دم نکلنے پہ بھی ہونٹھونسے نہ ساغر چھوٹے

انکی زلفونکے اسیرون نے رہائی پائی
مرغ دل دام مین صیاد کی پہنسکر چھوٹے

نہ پیا آبِ بقا عاقبت اندیشی سے
روز انکو خطِ شوقیہ چلے آتے ہیں
شبِ وصلت بھی رہا کرتی ہے جو پیر یہ تقاضا
حالِ اسیرئے قفس کا جو کوئی پوچھتا ہے
دین نہ صیاد کو کس طرح دعائیں قاصد
جذبِ الفت کی جو تاثیر دکھائیں وحشی

قیدِ ہستی کی مصیبت سے سکندر چھوٹے
آئے لے لیکے ہزاروں میں کبوتر چھوٹے
دیکھئے کب یہ گہن سے مہِ انور چھوٹے
رو کے ہم کہتے ہیں برسوں میں ہے گھر چھوٹے
کبھی ہے ہے کبھی صدمے میں کبوتر چھوٹے
کبھی جھٹکی سے نہ فصاد کی نشتر چھوٹے

۲۴۴
دامِ گیسو کو نہ سمجھے تھے بلا ہم اے اشک
پھنس گیا طائرِ دل دیکھئے کیونکر چھوٹے
۲۲

قسمت مجھے ہاتھ آئی ہے کیا شمعِ سحر کی
اُس شوخ نے جس روز محبت کی نظر کی
مرنے پہ کرے عود تری زلف کا سودا
مرتے ہی عناصر میں ہوا تفرقہ پیدا
تقدیر سے چارہ نہیں اے رشکِ مسیحا
اللہ نے ایسا ہی تجھے حسن دیا ہے
کیا جلد ہوا سوئے عدم قافلہ راہی
گل دیکھ کے چلو نکے ترے ہاتھ پر اپنے
دیکھو نگہہ تیز سے عاشق کے نہ دل کو
جاتے ہی ترے چھا گئی یہ دل پر اداسی
ہر ناف سے اک بحرِ لطافت کی محبت
اُسکے دُرِ دندان کے تصور نے رولایا

تلوؤں میں بھی آ گئے جو آتش مرے سر کی
سب گریبان کا فور ہوئیں داغ جگر کی
مرقد پہ جلائے کوئی بتی جو اگر کی
دیواریں گریں چار طرف سے مرے گھر کی
ہم مر گئے جب آپ کو لوگوں نے خبر کی
بت بنگیا انسان جہاں رخ پہ نظر کی
ہم رہگئے تیاریوں میں زادِ سفر کی
پہنی نئی سوجھی مجھے طاؤس کے پر کی
آلودہ خون ہو گئی سرے تیر نظر کی
دو روز میں جاتی رہی رونق مرے گھر کی
مر کر بھی نکلو نگا میں گردش سے جنوں کی
جیں ندیاں آنکھوں سے رواں آبِ گہر کی

باہم رخ و گیسو کو جو دیکھہ کے حیرت
سو دیمین تری لف کے روتی ہین یہ آنکھین
تا زیست گئی و لیے نہ مژگان کی محبت
دیوانہ جو زلفونکی محبت مین ہوا ہون
کیونکر نہ جگر خوف سے پانی ہو شب ہجر
رگ رگ مین سمایا ہی تری لف کا سودا
بلبل کو ہی پھر جیئے صیاد نے مارا
اللہ رے نزاکت جو پڑا زلف کا لنگر
اعراف مین گویا کہ ہین اس عشق کے ہاتھون

ہر شب کی سیاہی بھی سفیدی بھی سحر کی
بو روغن بادام سے آتی ہی اگر کی
دیتی رہی ایذا یہ ہمین پھانس جگر کی
ہر پھول سے آتی ہی مہک مجکو اگر کی
جن دیکھہ کے ڈرتے ہین اوداسی مرے گھر کی
یہ ہڈیان بو دین گی جلانے مین اگر کی
صورت بھی قفس مین نہ دکھائی گل تر کی
بل کھا گئی دیکھو ذرا حالت تو کمر کی
جنت کی خبر ہے نہ خبر ہمکو سقر کی

۲۴۵	بگڑی ہوئی ہے سارے زمانے کی ہوا **اشک** مٹی نہ ہو کس طرح خراب اہل ہنر کی	۲۶

میرے مر جانے سے کچھہ راہ پہ ہین آئے ہوئے
مجکو پاتے جو نہین پھرتے ہین گھبرائے ہوئے
دل ہین دونون کی محبت کا مزا پائے ہوئے
مین بھی حیرت زدہ ہون وہ بھی ہین گھبرائے ہوئے
اسکی زلفون پہ ہین جن لوگون کے دل آئے ہوئے
کچھہ سڑی ہو گئے کچھہ پھرتے ہین گھبرائے ہوئے
ہاتھہ سے غیر کے شاید ہین دغا پائے ہوئے
کہ وہ ہم سے بھی ہین ملنے کی قسم کھائے ہوئے
خواب مین دیکھہ کے افعی کو مین ڈر جاتا ہون

یاد آجاتے ہین گیسو ترے بل کہاے ہوئے

یاس سے دیکھہ رہے ہین مری صورت پس مرگ
دست نازک سے کفن کو ہین وہ سرکاے ہوے

مرگیا عاشق دل خستہ و ناشاد کوئی
گہر سے باہر وہ گئے ہین کہین گہبراے ہوے

طفل دل اک گل رخسار کا دیوانہ ہے
سوے گلزار لیئے جاتا ہون بہلاے ہوے

راہ چلنے مین کسی روز اُلجھکر نہ گرین
زلف کو ایڑیون تک پہرتے ہین لٹکاے ہوے

دل کو الجہانے کی زلفون مین نہ تدبیرین کر
جانور بہی نہین پہنستے ہین دغا پاے ہوے

بلبل سوختہ دل کی ہین غضب گرم آہین
پہول شاخون پہ حرارت سے ہین مرجہاے ہوے

اپنے عشاق کا احوال نہ پوچہا و ظالم
درد رہتا ہے دلون مین کہ ہین دکھ پاے ہوے

خاک مین مجکو ملانے کی پس از مرگ ہے فکر
گور کہدتی ہے لے جاتے ہین نہلاے ہوے

لُٹ لُٹے پہر جاتے ہین اللہ رے ترے حسن کا رعب
حرف مطلب کے زبانون پہ جو ہین آے ہوے

رحم سینے مین نہین اِن ستم ایجادون کے

بیٹھے ہین سیکڑون دل زلف مین اُلجھائے ہوئے
رات دن جشن کے سامان جہان رہتے تھے
جا کے دیکھا تو پڑے ہین وہ مکان ڈھائے ہوئے
صحبتِ بد کا اثر ہوتا ہے سچ کہتے ہین
تجھکو تیرے ہی ہوا خواہ ہین بھکائے ہوئے
معجزے کا جسے انکار ہو وہ کافر ہے
مر دے جی اُٹھے مسیحا ترے ٹھکرائے ہوئے
مجھکو سمجھے جو گنہگار تری زلفون کا
حشر مین لائے ملک بیڑیان پہنائے ہوئے
دردِ دل دردِ جگر چھپ نہ سکا فرقت مین
میرے رسوائی کے باعث مرے ہمسائے ہوئے
کون ہے گورِ غریبان پہ جلائے جو چراغ
بیکسی چار طرف چھاونی ہے چھائے ہوئے
امتحان چاہنے والون کا نہین ہے منظور
مین تو موجود ہون اغیار ہین گھبرائے ہوئے
وہ جو گلگشت کو آئے جھک اُٹھا گلزار
اپنی بو باس پہ گل تھے بہت اترائے ہوئے
تیرے دیدار کی حسرت مین جیا ہون اب تک
ملک الموت بڑی دیر سے ہین آئے ہوئے
چار دن بھی نہ حسینون کا رہا حسنِ شباب

گل سے چہرے نظر آنے لگے کمہلائے ہوئے		
۲۴۶	حضرتِ عشق خرابی کے ہین باعث اے اشک ہم انہین مرشدِ کامل کے ہین بہکائے ہوئے	۴۴

جدائی اُس کی تڑپاتی ہے مجھکو زیرِ مدفن بھی
غم و اندوہ نے پیچھا نہ چھوڑا بعدِ مردن بھی
ادا و ناز اب سیکھی نکالا اُسپہ جوبن بھی
تمہارا اے پری پیکر قیامت تھا لڑکپن بھی
کسیکی جان جاتی ہے کوئی دیوانہ ہوتا ہے
قیامت کا نکالا ہے پری پیکر نے جوبن بھی
نگاہِ ناز بسمل کرکے ہے دل کے تجسس مین
جلاکر مجکو بجلی ڈھونڈتی ہے میرا خرمن بھی
طبیعت سادگی پر آجکل مائل ہو اُس بت کی
نزاکت کہتی ہے ہین ہتھکڑی سونے کی کنگن بھی
دلِ نالان ہمارا چھیڑ دیکھے وہ بتِ ترسا
کبھی اس لطف سے بجتے نہ دیکھا ہوگا ارگن بھی
ذرا فصلِ بہار آئے جنون کا جوش ہونے دو
اُسی دن ہو گا پُرزے جیب کے ہمراہ دامن بھی
ضعیف و زار مین کیونکر نہون کاکل کی الفت مین نحیف
ہمیشہ جونک بنکر خون پیتی ہے یہ ناگن سے
ضعیفی مین جوانی کا کبھی عالم نہین رہتا

ہوئی تصویر کہنہ اُڑ گیا سب رنگ روغن بھی

پھرے دن بھر جو رات آئی کہیں جا سو رہے جا کر

ترے خانہ بدوشونکا کہیں ہوتا ہے مسکن بھی

مقرر وہ کسی عاشق کو جا کر قتل کر آئے

ہیں چھینٹیں آستین پر خون میں آلودہ ہے دامن بھی

مرے پر روکے دوری میں تری دریا بہا دینگے

حبابوں کی طرح تیرا کریگا اپنا مدفن بھی

گلستان میں بہار آئی وبا کوئی بلا آئے

عنادل ذبح ہوتے ہیں اُجڑتے ہیں نشیمن بھی

جہنم ہے ریاض خلد اُس کافر کی فرقت میں

جو وصلت ہو تو ہے گلزار ابراہیم گلخن بھی

طلائی رنگ سے ہر اور ہی کچھ حسن کافر کا

نظر آتا ہے سونے کا ورق ماتھے کا چندن بھی

یہ نازک ہے پہنکر ہار ساقی اُٹھ نہیں سکتا

جھکی جاتی ہے لنگر سے صراحی وار گردن بھی

مسلمان ہی نہیں جور و ستم سے تنگ آئے ہیں

بتوں کے ہاتھ سے ہیں آجکل نالان برہمن بھی

جو کوہ طور پر دیکھا تھا وہ جلوہ نظر آتا

دکھا دیتا خدا موسیٰ کو کبھی یہ روئے روشن بھی

ترے ہونٹھوں کی مسّی اے پری رو یاد آتی ہے

چمن مین داغ دیتے ہین ہمین گلہاے سوسن بھی

جو اُس ناوک فگن نے تیر ہنس ہنس کر لگاے ہین
چمکتے ہین ستارون کی طرح سینے کے روزن بھی

موے پر اور کچھہ وحشت زیادہ ہو گئی اپنے
نظر آتا ہے چشم غول اب مرقد کا روزن بھی

۲۴۷	مقدر مین کہان اے اشک اب دیدار جانان کا رقیبون نے کیے ہین بند دیوارون کے روزن بھی	۱۸

کہین نہ شاد دلِ بیقرار رہنے دے | نہ چین یاس مجھے زیر مزار رہنے دے

بتونکے عشق سے دل داغدار رہنے دے | اسیطرح مجھے اے کردگار رہنے دے

طلب ہر دلکی عبث مجھسے یار رہنے دے | کوئی تو پاس مرے غمگسار رہنے دے

گلے ادا سے لگا کر نہ قتل کر مجھکو | مین گذرا پیار سے اپنا یہ پیار رہنے دے

نہ توڑ توڑ کے برباد کر انہین گلچین | چمن مین کچھہ تو گلونکی بہار رہنے دے

پہنسا ہی طائر دل جاکے دام گیسو مین | یہ مفت ہاتھہ لگا ہی شکار رہنے دے

ہی بعد رنج کے راحت مثل یہ ہے مشہور | کلیجا ناوکِ غم سے فگار رہنے دے

بنی ہی ماتھے کا ٹیکا ترے شہید کی خاک | یہ سرخ سرخ جبین پر غبار رہنے دے

مزا ملے ہمین آغوش یار کا پسِ مرگ | یو ہین زمین جو ہمیشہ فشار رہنے دے

گنگھا سنگھا کے شبِ وصل گیسوے مشکین | جنونکو سر پہ ہمارے سوار رہنے دے

موئے پہ اوج ہوا ای فلک غنیمت ہے | سوار دوشِ ہوا پر غبار رہنے دے

پس از فنا اسی کوچے مین دفن کر دینا | پڑا ہے در پہ ترے خاکسار رہنے دے

لبوں پہ تا عوض جوے شیر او فرہاد | کوئی نشان تو سر کوہسار رہنے دے

وہین ملے ہین یہ جراح شکر کرنے کو
بر سینہ زخم جو ہین بے شمار رہنے دے

چلے یہان سے ہم اے باغبان خدا حافظ
اُجاڑ رکھہ اپنا چمن لالہ زار رہنے دے

چھپے ہین قبر مین آفاتِ دہر سے مرکر
جو آسمان ہی یہ کہنہ حصار رہنے دے

جو مر ہی جائین تو برباد خاک ہوا نہ کر
کہین نہ گردشِ لیل و نہار رہنے دے

۲۴۸

جو بس ہو اُس فلکِ بد شعار کا اے اشک
جہان مین پھر نہ یہ نقش و نگار رہنے دے

۱۷

جو اس طرف نظرِ لطفِ یار کچھہ ہوتی
تو کم یہ گردشِ لیل و نہار کچھہ ہوتی

امیدِ وصل کی تم سے جو یار کچھہ ہوتی
تسلیِ دلِ پر اضطرار کچھہ ہوتی

اگر نہ الفتِ مژگانِ یار کچھہ ہوتی
تو دل مین کیون خلشِ نوکِ خار کچھہ ہوتی

نہ روکے اشکو نسے وہ ہوتی جو عندلیبِ چمن
ضرور گل کی کلی پر غبار کچھہ ہوتی

دعا خدا سے جو ہم کرتے صبح ہونیکی
زیادہ اور شبِ انتظار کچھہ ہوتی

اُسے بھی مہر و محبت مین صرف کر دیتے
جو اور زندگیِ مستعار کچھہ ہوتی

نہ بچتا ہاتھہ سے صیاد کے کوئی بلبل
بہار مین جو ہوائے شکار کچھہ ہوتی

حباب بحر کے مانند تیرتا گردون
ہماری چشم اگر اشکبار کچھہ ہوتی

جو امتحان کے لئے غیر بھی طلب ہوتے
ضرور گل کوئی کھلتا بہار کچھہ ہوتی

جو اُنکے مصحفِ عارض پہ خطِ نخل آتا
تو پھر یہ لوحِ زمرد نگار کچھہ ہوتی

نہ رحم آتا اگر حالِ زارِ مجنون پر
خجل تو لیلیِ ناقہ سوار کچھہ ہوتی

قضا سے پہلے نکلجاتی دل سے حسرتِ عمر
اگر صدائے شکستِ حصار کچھہ ہوتی

ہزار بار ارِنی کہتے حضرتِ موسیٰ
جو دل مین حسرتِ دیدارِ یار کچھہ ہوتی

ہوا بھی غیر کی آتی اگر لحد کی طرف
ضرور روح مری بیقرار کچھہ ہوتی

خیال آتا جو آغوشِ یار کا پسِ مرگ ترے شہید کا کاہیکو پھر پتا ملتا		تو لذت اور ہی وقتِ فشار کچھ ہوتی جو سرخ رنگ نہ لوحِ مزار کچھ ہوتی
۲۴۹	کبھی یقین نہ اُس کینہ خواہ کو آتا جو دل میں اشکِ محبت بزار کچھ ہوتی	۲۵

ڈر کے جاتا تھا نہ میں زلفِ دوتا کے سامنے
لے گئے مجھ کو اجل کالی بلا کے سامنے

کھینچ کر اک آہ ہجرِ یار میں ہم مر گئے
کیا چراغِ زندگی ٹھیرے ہوا کے سامنے

دم نکلنا اپنا وہ عیسیٰ نفس دیکھا کیا
ناؤ ڈوبی ہے ہماری نا خدا کے سامنے

سوچکر کیا کیا گئے تھے آج اپنے جی میں ہم
بات بھی پوری نہ نکلی دلربا کے سامنے

بت پرستی میں گذاری ہمنے یہ عمرِ عزیز
حشر میں کس منہہ سے جائینگے خدا کے سامنے

گنج بادآورد کو بھی ہاتھہ سے چھوتا نہیں
مالِ دنیا ہیچ ہے تیرے گدا کے سامنے

پھر نگاہِ ناز سے کافر کی بچنا ہے محال
آ گیا انسان جب اُس تیرِ قضا کے سامنے

ایک ہی گردش میں سرمہ ہو گئیں سب ہڈیان
مال تھے کیا چرخ کی ہم آسیا کے سامنے

اُس نے چاہا جب مری کاہیدگی کا امتحان
آئے خود کہنچ کہنچ کے دانے کہربا کے سامنے

باتین ہوتی ہین تصور سے صنم کے رات دن
حالِ دِل کہتے ہین اپنے آشنا کے سامنے

کاغذِ تصویر کی صورت اُڑا مین ناتوان
لے گئے جب آشنا صحبکو ہوا کے سامنے

جان دی ہے مین نے اِک شیرین دہن کے عشق مین
دفن کرنا چشمۂ آبِ بقا کے سامنے

اِن بتون کو دیکہے دِل ناحق مصیبت مین پڑے
رات دِن رہنے لگے رنج و بلا کے سامنے

گر تنفر سے سگانِ کوئے جانان چہوڑ دین
استخوان مین اپنی رکہدون گا ہما کے سامنے

ہو چکی مہمان نوازی کوچ دنیا سے کرین
ہے عدم کی راہ اِس مہمان سرا کے سامنے

بہر کے اشک آنکہون مین فرمایا خدا بخشے اُسے
ذکر میرا جب ہوا اُس بے وفا کے سامنے

آنکہین سب الفت سے ملتے ہین جدہر جاتے ہو تم
نقش جب کیا ہے تمہارے نقشِ پا کے سامنے

قتل کی سُن کر خبر جان آگئی عشاق مین
زندگی کو موت سمجہے اِس فنا کے سامنے

پھر نہ منہہ کہو لا خجالت کے سبب گل کے حضور
جب کرا ہا عندلیبِ خوش نوا کے سامنے
کیون تصدق ہو نہ اگر روزِ اسکندر کی رُوح
گرد آئینہ ہے اِس دِل کی صفا کے سامنے
دِل بھی روشن ہے مرے داغ جگر کے نور سے
رہتی ہے قندیل یہ عرشِ خدا کے سامنے
جب گلستان مین گیا وُہ گلُ کی کلیان کہل گئین
کیا نسیم صبح اُس کے باد پا کے سامنے
زلفین بکھرائے ہوئے جب ناز سے ہنستے ہین وہ
کوندتی ہین بجلیان کالی گھٹا کے سامنے
فقر کی دولت سے رہتا ہے ہمیشہ دل غنی
ہاتھ پھیلاتے ہین کب ہم اغنیا کے سامنے

٢٥٠	دفن کو تھوڑی جگہہ دیدین بُلا کر اشک کو ہے یہہ کیا مشکل شہیدِ کربلا رضا کے سامنے علیہ السلام	١٩

روشن ہوئی بزم اُسکی مرے سوزِ جگر سے		لو شمع کے مانند نکلنے لگی سر سے
ویران رہا دِل الفتِ گیسو کے اثر سے		اِس گھر مین نہ ٹھیرا کوئی آسیب کے ڈر سے
دین تہین جو کبھی ناوک مژگان کو شکستین		ٹوٹے ہوے وہ تیر نکلتے ہین جگر سے
کامل ہوا گر عشق تو کیا کیا نہین ہوتا		گل چاک گریبان ہین محبت کے اثر سے
اعجاز کہین موئے میان کو تو بجا ہے		کیا دور ہے ٹپکا نکل آئے جو کمر سے
چھپتا نظر آتا ہین اُس زلف کا سودا		ہر آہ دہوان دہار نکلتی ہے جگر سے

دھوکے مین چلے آئین کسیدن تو عجب کیا
گھر میرا بدلجائے اگر غیر کے گھر سے

ہنس ہنس کر نہ آئینے مین دیکھا کرو ابرو
خنجر کو بجھاتا ہے کوئی آب گہر سے

لٹکاتے ہو زلفون مین جو میرا دلِ داغی
دیکھو یہ علی بند جدا ہو نہ سپر سے

برسون ہین لہو کاوشِ مژگان نے رلایا
اب لختِ جگر آنے لگے دیدۂ تر سے

شبہائے جدائی نے کیا ہے مجھے گشتہ
دھونا مرے زخمون کو بھی سرخاب کے پر سے

ہستی مین ہم آتے ہی چلے ملکِ عدم کو
دم لینے کی فرصت نہ ملی آکے سفر سے

تجھکو مرے آنے کی کسینے نہ خبر کی
شب ہوگئی بیٹھے ترے در پر جو سحر سے

دندانکے تصور مین جو کھینچے نفسِ گرم
پیدا ہوے جگنو مری آہون کے شرر سے

تاثیر دکھاؤن مین اگر وحشتِ دل کی
خود پھاڑ کے کپڑونکو نکلجائین وہ گھر سے

پانؤونکو لپٹ جائیگی خود بیڑیان ہوکر
دو ہاتھ اگر زلف بڑھے اسکی کمر سے

چکر مین ہون جبسے ہوا عشقِ زنخدان
اللہ نکالے مری کشتی کو بھنور سے

بیوجہ یہ تلوین نہین ہین مرے چھالے
طے راہِ محبت مین کیا کرتا ہون سر سے

٢٥١	سوزِ غمِ فرقت کے جلائے ہوئے ہین اشک پروا نہین گر آگ بھی افلاک سے برسے	٢٤

چھٹی ہے جان دل ہو ہو کر اُس کی زلف پیچان سے
عدم کو غمزدون کا قافلہ جاتا ہے زندان سے
جو قصد اُٹھنے کا کرتا ہون کسی دن کوئے جانان سے
لپٹ جاتی ہے حسرت آکے اُسدم میرے دامان سے
تنگ آیا ہون مین طولِ شبِ تاریکِ ہجران سے
طلوعِ صبحِ محشر ہو مرے چاکِ گریبان سے

چمن ماتمکدہ ہے بلبلون کے شور و افغان سے
سبد ہین گل کے یا تابوت جاتے ہین گلستان سے
جگر زخمی ہے اپنا کاوشِ مژگانِ جانان سے
عوض اشکون کے خون جاری ہی ہردم چشمِ گریان سے
اُٹھا سکتے نہین اغیار مجھہ کو کوے جانان سے
وہ بلبل ہون کہ مرکر بھی نہ نکلونگا گلستان سے
ہنساؤن چھیڑکر اُنکو تو وہ ضد سے نہین ہنستے
تماشا ہے کہ بجلی بہا گئی ہے کشتِ دہقان سے
گئی جان اُسکی جس نے اُنکی مژگان سے محبت کی
سلامت بچ کے نکلا کون شیرونکے نیستان سے
کمر مین تیغ و خنجر کے نہ ہونے کا بہانہ ہے
جو وہ چاہین چھری کا کام لے لین اپنی مژگان سے
دہانِ تنگ کے بوسے کے دینے مین تامل ہے
طلب کرتے ہین ہم مہرِ سلیمانی سلیمان سے
اسیرانِ محبت کو کوئی کب روک سکتا ہے
سُرنگین یار کے گھر تک پہنچ جائین گی زندان سے
اذیت مین مزا ملتا ہے مجکو یا کہ قاتل کو
چھڑک لونگا نمک زخمون پہ خود لیکر نمکدان سے
ازل کے روز سے ہم تشنۂ دیدارِ جانان ہین
بھلا بجھتی ہے کیونکر پیاس دیکھین آبِ حیوان سے

اکیلا گھر شب فرقت مین ویرانی سے بدتر ہے
مہیب آتی ہین آوازین در و دیوار و ایوان سے
جلائی شمع ہر شب کون مجھ وحشی کی تربت پر
کبھی کچھ روشنی ہو جاتی ہے غول بیابان سے
فراق یار مین گل میری نظرون مین ہین انگارے
ہر اک سرو گلستان کم نہین سرو چراغان سے
بنا دیتا ہے سوز دل اُنھین پرکالہ آتش
نکلتے ہین اگر آنسو ہمارے چشم گریان سے
کہین آرام سے رہنے نہ دیگا آسمان مجکو
پہاڑ و نہر کہین پہینکے نہ لیجا کر بیابان سے
یقین ہے غرق طوفان بلا ہو کشتی گردون
اگر ٹپکے کوئی آنسو ہمارے چشم گریان سے
حیات جاودانی ہاتھ آئے خون مین تر ہو کر
نہائے کشتۂ حسرت تمہارے آب حیوان سے
اثر وحشت کرے گی وہیان یہ صیاد کو آیا
نہ باندھے بلبلون کے پر مرے تار گریبان سے
مزار کشتگان ناز جو کہد وائے جاتے ہین
خزانہ کیا کوئی ملجائے گا گنج شہیدان سے

توکل پیشہ ہین جو کچھ خدا دیتا ہے کہاتے ہین
گدا سے کام ہے اے اشک نہ مطلب ہے سلطان سے

کعبے مین مستجاب ہماری دعا ہوئی
درگاہ ان بتون کی نہ حاجت روا ہوئی

جسروز سلطنت کی بتونکو ہوا ہوئی
اڑ اڑ کے زلف فرق پہ بالِ ہما ہوئی

دنیا سے حسرتون کا چلے لیکے قافلہ
دہڑکن ہمارے دلکی صدائے درا ہوئی

جان آئی بوسہ لیکے خط سبز یار کا
بوٹی تو زہر کی تہی مجھے کیمیا ہوئی

وہ وشت گرد ہون جو ہوا دفن بعد مرگ
گردش زمین کو صفتِ آسیا ہوئی

ہر پہر کے آستان صنم پر رہی نگاہ
پتلی ہماری آنکہہ کی قبلہ نما ہوئی

بولے خرام نازِ صنم دیکہکر ملک
محشر مین دوسری یہ قیامت بپا ہوئی

دل مین کسی حسین کا تصور نہین رہا
ویران کچہہ دنون سے یہ مہمانسرا ہوئی

دیوانہ کردیا ترے گیسو کے عشق نے
میرے گلے کا ہار یہ کالی بلا ہوئی

صیاد نے جو صدقے مین اپنے رہا کیا
ہر عندلیب چہٹ کے قفس سے ہما ہوئی

یہ رند چہوڑ دیگا جو پینا شراب کا
سن لیجیگا دخترِ رز پارسا ہوئی

قابو مین دست و پا نرہے ضعف کے سبب
اڑ کر اودہر چلا مین جدہر کی ہوا ہوئی

جور و ستم بتونکے اٹہائے خوشی خوشی
باعث خرابیون کی ہماری وفا ہوئی

گہر میرا پوچہتی ہوئی آئیگی دیکہنا
جسروز آسمان سے نازل بلا ہوئی

پابند عشق زلفِ بتان اسکا نام ہے
زنجیر پانون سے نہ مرے پر جدا ہوئی

بیمار چشم کو بہی سہارا سا ہوگیا
نرگس کی شاخ ہاتہ مین اگر عصا ہوئی

ایذا پسند مجہسا نہوگا جہان مین
جو جو ستایا اسنے محبت سوا ہوئی

۲۵۳
دیکہو جسے وہ کشتۂ تیغ جفا ہے اشک
جلاد کی گلی نہ ہوئی کربلا ہوئی
۲۹

کعبۂ و دیر و کلیسا مین جبین سائی ہے
سن لیا ہے جو کسی سے کہ وہ ہرجائی ہے

ایسی ناقوس برہمن کی صدا بہائی ہے
مین ہمیشہ یہی سمجہا کیا شہنائی ہے

ہجوم ہے چار طرف فصلِ بہار آئی ہے
وحشیونکو ہوسِ بادیہ پیمائی ہے

ہو سکا اک نہ بیمار محبت کا علاج
اسی منہہ پر اُنہین دعوی مسیحائی ہے

سرخ ہے دشت جنون خون کفِ پا سے مرے
چار سو پہولا ہوا لالۂ صحرائی ہے

جانتی ہر مجہے وارفتہ جو صورت کا تری
حور بنکر مرے بالین پر اجل آئی ہے

دیکہہ لینے سے غرض ہر وہ کہین جاکے رہین
دور بین سے ہی سوا آنکہہ مین بینائی ہے

دِل کی بیتابی سے مجبور چلے جاتے ہین
اُنسے مِلنے کی تو سو بار قسم کہائی ہے

بند آنکہین کئے جاتے ہین عدم کے سفری
راستے مین کہین بہیڑ نہ کہین کہائی ہے

نظر آئیگا نہ وہ شوخ لطافت کے سبب
ہر شمار اند ہو مین انکا جنہین بینائی ہے

لیکے دِل دیدیا پھر اُسکو نہ اتنا سمجھے
بعد مدت کے یہ کھوئی ہوئی شی پائی ہے

جان سی آگئی اپنے جسد بے جان مین
اُسطرف کی جو کسی روز ہوا آئی ہے

درد پہلو مین جو ہر وقت رہا کرتا ہے
راہ مین دل نے مرے چوٹ کہین کہائی ہے

عشق مین سیاری بلاؤنکا مجہی پر ہے ہجوم
روز نازل یہان اک آفتِ بالائی ہے

جسکو دیکہا نگہہِ گرم سے وہ خاک ہوا
آگ اُس چشم فسونساز نے برسائی ہے

یاد پیری مین مجہے آتے ہین وہ افعئ زلف
سانپ کے کاٹے کی اب دیکہیے لہر آئی ہے

اُنکی آنکہون مین نہین سرمے کے یہ دنبالے
بیرقین کہل گئین مژگان مین صف آرائی ہے

غنچۂ گل پہ عجب حسن ہے اللہ اللہ
منہہ چہپائے ہوئے گہونگٹ مین دلہن آئی ہے

میرے قاصد کا ہر اک گہر مین بپا ہے ماتم
جیسی مرنے کی پیمبر کی خبر آئی ہے

سمجہا تاریکئ مرقد کو مین ایام فراق
وہی راتین ہین وہی گوشۂ تنہائی ہے

دیکہتا ہے چمن حسن کی اپنے وہ بہار
آئینہ سامنے ہے محوِ خود آرائی ہے

پھر گئی بلبل نالا نہ چھری گلشن میں	خاک اُڑاتی ہوئی جو بادِ صبا آئی ہے
دِل لہو ہو گیا غم سے ہے مژہ خون افشان	تار پر آنسوؤن کے ہمکو خبر آئی ہے
طور پر برق گرانے کا ارادہ پھر ہے	رخ روشن سے نقاب اُسنے جو سرکائی ہے
گھر سے قاضی کے نہ اب پھر کے کبھی آئیگی	توبہ مجھ رندِ خرابات سے چکرائی ہے
انگلیان اُٹھتی ہین لوگون کی منہ نوکیطرف	حسن پرستی کے لئے باعثِ رسوائی ہے
اِک نظر دیکھتے ہی اُس بتِ کافر کا جمال	کیا طبیعت مری آندھی کی طرح آئی ہے
کون رسوا نہوا یار تری الفت مین	ہر گلی کوچے مین صدہا ترا سودائی ہے

۲۵۴	یاد ہے قصۂ منصورؒ مجھے خوب اے اشک کچھہ نکلجائے اگر منہہ سے تو رسوائی ہے	۱۵

اِک نہ اک مجھپہ ہمیشہ نئی افتاد پڑی	دِل مین جبسے محبت کی ہے بنیاد پڑی
قید زینت کے بہانے سے بڑھائی تو نے	پینجنی پاؤن مین سونے کی جو صیاد پڑی
سب کے سب چوٹ بچا جائین گے دمساز و رفیق	کوئی جس روز کڑی او ستم ایجاد پڑی
لوگ کہتے تھے کہ تیار ہے چورنگ مین ہاتھ	ایک تلوار نہ پوری کبھی جلاد پڑی
سخت بات تونے حسینونکی ہوا چکنا چور	شیشۂ دل پہ ہمارے نئی افتاد پڑی
جوئے شیر اسکو سمجھتا ہے عبث تو دلمین	تیری بربادی کی ہے نیو یہ فرہاد پڑی
نیشتر دیکھکے یاد آ گئی مژگان اُسکی	ایک برچھی سی جگر پر مرے فصاد پڑی
وحشتِ دل نے کیا زلفِ مسلسل مین اسیر	نئی بیڑی یہ مرے پاؤن مین حداد پڑی
تو بھی اسدم مجھے خود رفتہ نظر آتا ہے	چھاؤن تجھپر کسی وحشی کی ہے فصاد پڑی
کام آئے کا کیا برق نگہہ نے اُسکی	آنکھہ جس روز چمن مین سوئے شمشاد پڑی
خون بہانیکا بہانہ نہ کہین ہو جائے	تیرے سر دودہ کی ندی تو ہے فرہاد پڑی

تمہارے ملنے مین نہ عشاق کشی کا ڈھلو
ظلم کی تجھ سے بنا او ستم ایجاد پڑی

کوے جانان مین قدم رکھتے ہی جو آگئی موت
مجھپر افتاد ہے یہ صورت شدّاد پڑی

نزع مین بیٹھ کے رویا کئے بالین پہ مری
وصل قسمت مین نہ تھا ایک یہ افت پڑی

۲۵۵

بڑ گئے تیغ ادائے ستم ایجاد کے زخم
اشک مرہم مین تھی خاکستر فولاد پڑی

۲۷

دل مین جو الفت گیسوے رسا رہتی ہے
لوگ کہتے ہین کہ اس گھر مین بلا رہتی ہے

بارہ پر یار کی جو زلف رسا رہتی ہے
کچھ کرمونکی ہی ہمت سے سوا رہتی ہے

دم مین دروازے ہو جاتے ہین سو سو پھیرے
راتدن یار کی کانون مین صدا رہتی ہے

جی مین آتا ہے کہ اک روز مین اُسنے پوچھون
تیرے دلمین کسی عاشق کی بھی جا رہتی ہے

جب مین جاتا ہون کبھی بوے گل تیری طرح
کوچۂ یار مین جو بائی ہوا رہتی ہے

جان آجاتی ہے انسان کے تن بیجان مین
دم عیسی ترے کوچے کی ہوا رہتی ہے

اہل نخوت کی نمایش بھی ہے مانند حباب
جان کی خیر ہے جبتک کہ ہوا رہتی ہے

دم نکلنے پہ کہان نغمہ و خوش الحانی
نے بھی بجتی ہے اِسی سے کہ ہوا رہتی ہے

اپنے کوچے مین کہین دفن مجھے کر دیا
خلد مین بعد فنا میری بلا رہتی ہے

سبزہ رویونسے محبت ہے ملاقاتین ہین
عاشقون مین صفت کاہربا رہتی ہے

سلطنت کا ہے مزا نفس کشی مین غافل
عجب اکسیر یہ پیش فقرا رہتی ہے

آتا جاتا ہے حسینون کا تصور دل مین
خالی کس روز مسافر سے سرا رہتی ہے

آندھیان سرخ جو مقتل سے اُٹھا کرتی ہین
کچھ شریک اُس مین بھی خاک شہدا رہتی ہے

برسون آتا نہین دل مین کسی عشق کا خیال
کوئی ایسی بھی زمانے مین ہوا رہتی ہے

غالب ل میرا دہنت دل ہے سنئے یا نہ سنئے
آدمی کے لئے کہنے کو تو جا رہتی ہے

ایسے ایسے تو بہت یاد ہین فقرے اُنکو
تیرہ بختون کی لحد پر رہین کیا شمع و چراغ
دیکھکر غیر یہ کیا دل مین نہ جلتے ہونگے
مان لیگا وہ شہ حسن مرے کہنے کو
الفتِ سبزۂ خط زہر ہوئی حق مین مرے
دم نکلجائیگا توڑا جو دلِ نازک کو
اہلِ دنیا کی خرابی کا نہ گر پاس کرون
حسرتِ دید مین آنکھون سے نکلجاتا ہی دم
دیکھکر خارِ مژہ خون ہی آنکھون سے روان
معرکہ حضرت یوسف کا کسے یاد نہین
کاروان ہو نہ کسی یوسف گم گشتہ کا

درد سر ہے کبھی پانون مین حنا رہتی ہے
مینہہ برستا ہے کسی روز ہوا رہتی ہے
اُنکے پہلو مین جو خالی مری جا رہتی ہے
کہ اثر دار دعائے فقرا رہتی ہے
اسی بوٹی مین سنا تھا کہ شفا رہتی ہے
بند اس شیشی مین اے یار ہوا رہتی ہے
سقف گردون ابہی اک آہ مین آ رہتی ہے
چشم مشتاق کی مرنے پہ بہی وا رہتی ہے
کیا نگہہ آدمی کی آبلہ پا رہتی ہے
ان حسینون مین کہین بوئے وفا رہتی ہے
درد انگیز جو آوازِ درا رہتی ہے

۲۵۶	فرط الفت سے ہمین چہوڑ نا جلا دے **اشک** دوست کے پردہ مین ساتہ اپنی قضا رہتی ہے	۱۹

ہوا دشوار چھپنا سوزِ غم کا قلبِ مضطر سے
لگے شعلے نکلنے شمع کی صورت مرے سر سے
یہ عالم ہے کہ اُٹھ سکتا نہین مین اپنے بستر سے
مجھے بہی ہو گیا دورانِ سر گردون کے چکر سے
محبت ہوتی جاتی ہے ہمین مژگان دلبر سے
چھری کا بہی لگنا سیکھ لین پہلے فسونگر سے
بتون کی زلف پیچان دیکھکر مین دل مین کہتا ہون

خدا کی شان پیدا مشک بہی ہوتا ہے پتھر سے
تو وہ رنگین ادا ہے ہو گند گلشن مین گر پیدا
صدا آنے لگی بلبل کے نالون کی گلِ تر سے
یہ اودنے شعبدہ ہے الفتِ وندانِ جانان کا
کہ جگنو بن کے جوہر اُڑتے ہین قاتل کی خنجر سے
رقیبِ کینہ جو پر غالب آیا نامہ پر اپنا
گیا ہے صید گویا باز کو لیکے کبوتر سے
گزر جاتی ہے آسایش سے اِنسان کی فقیری مین
قناعت کی بہی دولت ہاتہ آتی ہے مقدر سے
نہوگا استخوان کا نام تک باقے مزارون مین
خطیرے سنگ مرمر کے نظر آتے ہین باہر سے
کسی کی ناوکِ بیدادنے زخمی کیا شاید
روان ہین خون کے فوارے پر وبال کبوتر سے
بتون کی زلف کا سودا تو یون ہرگز نہ جائیگا
برگِ جان دیکہو پہلے چہیڑ کر فصاد نشتر سے
کسیسے گر وہان پوچہا گنہگارانِ الفت کو
چہپا کر منہہ نکلجائین گے ہم میدانِ محشر سے
رہا سو لی پہ فصلِ گل مین اپنی وحشتِ دِل سے
چہپا تلوے ہین جو کانٹا نکل آیا مرے سر سے
مثالِ حرف کیکا قید سے نقشِ عداوت ہون

جلانے پر بھی نکلوں گا نہ میں باہر کبھی گھر سے
عداوت کے یہ معنے ہیں مرے دل کے جلانے کو
جواب خط لکھا جلاد نے خون کبوتر سے
سمجھتے ہیں ہم اپنی بود و نابود ایک عالم میں
لپٹ کر رہ گیا ہے جسم لاغر تار بستر سے
اٹھایا ہے وہ بار عشق ہمنے ناتوانی میں
زمیں کشتی کی صورت ڈگمگا جاتی ہے لنگر سے
اشارہ ہے کہ عاشق کی نہیں تقدیر میں وصلت
مرے خط کا جواب اسنے لکھا سرخاب کے پر سے

۲۵۷ طبیعت عہد طفلی سے ہے مائل بادہ نوشی پر ۲۱
ہوا کرتا تھا نت **اشک** ہمکو شیر در سے

قد انکا بڑھ پر ہے چال آفت ہوتی جاتی ہے
ابھی سے جا بجا برپا قیامت ہوتی جاتی ہے
مے گلرنگ پر زاہد کو رغبت ہوتی جاتی ہے
جو طینت پاک ہوتی ہے ہدایت ہوتی جاتی ہے
جدائی کے الم سے غیر حالت ہوتی جاتی ہے
ہماری پھر وہی اگلی سی صورت ہوتی جاتی ہے
صفائی جب نہو دل میں تو کیونکر وصل کی ٹھہرے
محبت کے عوض اب تو عداوت ہوتی جاتی ہے
برا پیچھے پڑا ہے روگ ان روزوں محبت کا

ابھی سے دست و پا کی سلب طاقت ہوتی جاتی ہے

کبھی آہین جو کرتا ہون دہوین منہہ سے نکلتے ہین
تپ غم کی رگ و پی مین حرارت ہوتی جاتی ہے

چمن کو دیکھکر کچھہ اور وحشت رنگ لاتی ہے
گل و گلزار سے بھی اب تو نفرت ہوتی جاتی ہے

لگے زاہد بھی آنے میکدے مین بادہ نوشیکو
خدا کے فضل سے ظاہر کرامت ہوتی جاتی ہے

ستائین جس قدر جی اُنکا چاہے کون مانع ہے
ہمین جور و ستم سہنے کی عادت ہوتی جاتی ہے

کسیکو پھر کہین دہوکے مین اپنا دل نہ دینا
ہمین یہ ذبح کرنے مین نصیحت ہوتی جاتی ہے

کھڑے ہین کب سے عاشق قتل ہونے کی تمنا مین
نصیب دشمنان جنس شہادت ہوتی جاتی ہے

وہ لڑوانے کی خاطر دے رہے ہین بارہ غیرونکو
یہان مرنے پر آمادہ طبیعت ہوتی جاتی ہے

طریقے سیکھتے جاتے ہین بار سے آشنائی کے
ہر اک سے راہ مین صاحب سلامت ہوتی جاتی ہے

لگی دل کی بُری ہوتی ہے گذرے جسپہ وہ جانے
وہ جو جو ظلم کرتے ہین محبت ہوتی جاتی ہے

عیان ہے صبح پیری ٹھنڈی سانسین بھر رہا ہون اپنا

ہوا سَرد آرہی ہے اور غفلت ہوتی جاتی ہے
کوئی تو ماہ پیکر فاتحہ پڑھنے کو آتا ہے
یہ کیسی روشنی بالائے تربت ہوتی جاتی ہے
بلائے ہجرِ جانان سے چھوڑا یا موت نے ہمکو
رگون سے دم نکلتا ہے تو راحت ہوتی جاتی ہے
محبت مین ہم اُسکی نقد جان و دل لٹاتے ہین
خدا کی راہ مین صرف اپنی دولت ہوتی جاتی ہے
کہان پیری مین لطفِ عیش شکلِ اخترِ گردون
سحر ہوتے ہی برہم شب کی صحبت ہوتی جاتی ہے
عبث ارمان ہے گردون کو مرے برباد کرنے کا
ہوے خود پریشان خاکِ تربت ہوتی جاتی ہے

۲۵۸	مزے اے **اشک** جو کوئی صنم کے یاد آتے ہین جہنم سے بہی بدتر ہمکو جنت ہوتی جاتی ہے	۱۸

جیے جب تک رہی دیدارِ قاتل کی تمنا بھی
کیا ممنون احسان ذبح کرکے مجکو قاتل نے
خدا جانے اُٹھا کر اپنے کوچے سے کہان پھینکے
لگا خنجر ہرا نے پھیر کر منہہ میری جانب سے
کنوین مین گر پڑے گریہ زہرہ وش سنائینگے
دلِ و یوانہ اکدن زلفِ پرخم مین پھنسائیگا
حُدی خوان گر نہوتا قیس آگے ناقے کے

ہمارے ساتھ کشتہ ہوگئی دل کی تمنا بھی
رہے باقی نہ جھگڑا بھی بسمل کی تمنا بھی
نہین جلاد کو معلوم بسمل کی تمنا بھی
بیان مین کر چکا جلاد سے دل کی تمنا بھی
اگر ہوتا تو کرتے چاہ بابل کی تمنا بھی
اگر باقی رہی طوق و سلاسل کی تمنا بھی
کبھی لیلیٰ کو پھر ہوتی نہ محمل کی تمنا بھی

پلا جام مے گلرنگ اپنے ہاتھ سے ساقی
کسیدن تو ہو پوری اہل محفل کی تمنا بھی

عذارِ یار پر اچھا ہوا جو خط نکل آیا
کہین ملجائے تھی زہرِ ہلاہل کی تمنا بھی

دعا مرنے کی اپنے کیون نہ مانگون تو اہمین
تھکے ماندے ہی کو ہوتی ہے منزل کی تمنا بھی

یہ دل جلتا ہے جب تک آنکھ سے آنسو نکلتے ہین
کبھی پوچھو تو صاحب شمع محفل کی تمنا بھی

مرین گر ڈوب کر بحر الم مین ہم تو بہتر ہے
نہین دلکو ہمارے اب تو ساحل کی تمنا بھی

ہماری طرح کیون یہ شام سے تا صبح روتی ہے
نکلتی ہی نہین کیا شمع محفل کی تمنا بھی

تمہارا سنگ کا آ مرے گئے ٹکرا کے سر اپنا
یہی تھی اے پری رو اہل محفل کی تمنا بھی

گلا خنجر سے کٹ سکتا نہین کیا سخت جان ہم ہین
رہی جاتی ہے دل ہی دلمین قاتل کی تمنا بھی

چھری پھیر اگیا وہ حلق پر دیکھا کئے ہم ہی
نکالی خوب ہمنے مرتے دم دل کی تمنا بھی

جو کچھ دیتا ہے تو اپنے کرم سے مین وہ لیتا ہون
نکلتی ہے تجہی سے تیرے سائل کی تمنا بھی

٢٥٩ | وقت پر اک بت زہرہ جبین کے اشتیاق دل آیا
کنوین جھکوائیگی اب چاہِ بابل کی تمنا بھی | ٢١

قاصد کے پانون کا مرے در پر نشان ہے
سب کو قدم رسول کا اب تک گمان ہے

پردے مین دردِ دل کا ہمارے بیان ہے
نالان مثال نے کے ہر اک استخوان ہے

دِل کو کسیکی زلفِ معنبر کا دھیان ہے
نافون سے مشکِ ناب کے مملو مکان ہے

دِل بھی ہمارا کیا متبرک مکان ہے
چارون طرف کسیکے قدم کا نشان ہے

شہرہ ہے کس کے حسن کا سارے جہان مین
اِک غلغلہ زمین سے تا آسمان ہے

شعلے نکل رہے ہین تپ غم سے رات دن
پہلو مین اپنے دل نہین گندھک کی کان ہے

ہمکو کچھ اپنے دل کی ابھی تک خبر نہین
اِتنا تو جانتے ہین نزولی مکان ہے

کچھ ان بتونکو کعبۂ دل کا نہین لحاظ
اس کی خبر نہین کہ یہ کس کا مکان ہے

آخر بتون نے دل مرا برباد کردیا		کہتا رہا ہزار پرایا مکان ہے
شیشے شراب کے ہین کہ گلدستۂ جنان		میخانۂ گلفروش کی گویا دکان ہے
دیکھین تو کون تیغ پہ رکھدیتا ہے گلا		منظور عاشقون کا اُنہین امتحان ہے
ایذا نہ جسم زار کو دے بعد مرگ کے	۲	گر رحم اے زمین کہ تیرا میہمان ہے
دندان کے عشق مین نہ نکلجائے آہ گرم		گوگرد کی زمین مین ہیرے کی کان ہے
برباد دل ہوا مرا آنکھون کے سامنے		اتنا تو پوچھیئے کہ یہ کسکا مکان ہے
فیضِ سخن نے آپ کے شیرین بیان کیا		گویا مرے دہن مین تمہاری زبان ہے
برباد بوے گل کی طرح ہون جہان مین		مجھہ ناتوان کا دوش ہوا پر مکان ہے
الفت مین یار اپنا پرایا نچاہیئے		رہیئے ہمارے دل مین یہ کسکا مکان ہے
کچھہ جنبشِ دل کی اپنی بڑی مالیت نہین		لیکن مجھے تو اب بھی اُسی پر گمان ہے
خود ہونٹ چاٹتا ہے وہ اپنے دمِ سخن		اس درجہ میرے یار کی میٹھی زبان ہے
کرتی ہین قتل اُسکی نگاہونکی تیزیان		مژگان مین تیر ہین نہ وہ ابرو کمان ہے
۲۶۰	ایذا رسانیان ہین وہی ظلم و جور اشک اب تک مزاج پیرِ فلک کا جوان ہے	۲۰

بلاے جان ہوا ذکرِ بتِ حورا شمائل بھی
جلالی اسم سے جسکے گئی عقدِ انامل سے بھی
اثر کچھہ تو دکھا دیتا ہے اپنا عشقِ کامل بھی
لہو کے آنسوؤن سے مجکو رویا میرا قاتل بھی
رہیگا غلغلہ اپنی وفا کا سارے عالم مین
کریگا یاد مجکو زندگی بھر میرا قاتل بھی

محبت سے بتانِ بے وفا کے ہاتھ اٹھا بیٹھون
کسی صورت سے مانے جب مرا کمبخت یہ دل بھی
تری آہون نے ای مجنون لگا دی آگ صحرا کو
دھوان دینے لگے ایسا نہو لیلیٰ کا محمل بھی
الٹتا ہے نقاب اپنے رخ روشن سے وہ جس دم
چھپا لیتا ہے منہہ شرما کے اپنا ماہِ کامل بھی
کھنچا وحشت مین طول اس مرتبہ اپنی اسیری کو
کہ آخر ہوگئی جزو بدن طوق و سلاسل بھی
اشارے ابروؤن سے رقص مین وہ شوخ کرتا ہے
نہ کشتہ ساتھ عاشق کے کہین ہون اہل محفل بھی
بڑا اک مرحلہ باقی ہے ہمکو سر کٹانے کا
خدا چاہے تو دم مین سہل ہو جائے یہ مشکل بھی
بہت چاہا مگر نکلا نہ دم وہ سخت جان ہین ہم
گلا کٹ کٹ چکا ہے کھا چکے زہرِ ہلاہل بھی
عجب کیا گور تک انسان جو مر مر کے پہنچتے ہین
عدم آباد کی چلنی کڑی ہوتی ہے منزل بھی
قناعت پیشہ دولتمند سے ہرگز نہین دبتے
نہ خاطر مین کبھی شاہون کو لایا تیرا سائل بھی
نہ کیون بحرِ الم مین ڈوب کر وہ جان دین اپنی
سہارا جنکو تنکے کا نہین اور دور ساحل بھی

ہوا ہوں دفن میں جس روز سے صحنِ گلستاں میں
چڑھا جاتے ہیں اکثر پھول تربت پر عنادل بھی

خیال آتا ہے وحشت میں جو اُسکی زلفِ پیچاں کا
لپٹ جاتی ہے افعی بن کے پانون کو سلاسل بھی

دیا ہے حسن خالق نے تجھے عالم فریب ایسا
ہے وارفتہ تری صورت کا دیوانہ ہی عاقل بھی

نقاب رخ اُلٹ کر اُسنے دیوانہ کیا سب کو
لگے تکنے مری صورت سے چپ نے اہلِ محفل بھی

رہے گا منہہ اُسی جانب جدہر جلاد جائیگا
پھریگا صورتِ قبلہ نما ہر سمت بسمل بھی

ہراک نے کہوئیں آنکھیں شوقِ دیدارِ زنخداں میں
اِسی حسرت میں اندہا ہو گیا ہے چاہِ بابل بھی

۲۹۱	لئے جو سبزۂ عارض کے بوسے اشک دل ٹھیرا ہمارے حق میں شربت ہو گیا زہرِ ہلاہل بھی	۳۰

منزلِ گور سے ڈر کا ہیکا وحشت کیسی
بُن کیا کرتی ہے مجھہ سے مری قسمت کیسی
غم کا ہے سامنا ہر وقت مسرت کیسی
دیکھکر مجکو ہوئی یار کو حیرت کیسی
آگ میں کود پڑیں یار اشارہ جو کرے
دوستوں نے مجھے دیکھا تو نہیں پہچانا

جامہ سازِ فہرکی اُترنے کی ہے تربت کیسی
وصل کی بن کے بگڑ جاتی ہے صورت کیسی
سر پہ لائی ہے محبت تری آفت کیسی
اُدرد یدا نونکی پھر ہوتی ہے صورت کیسی
عشق پیدا ہو تو بڑہجاتی ہے ہیبت کیسی
عشق دیوان میں بنا دیتا ہے صورت کیسی

سخت جانی سے نکلتا نہین دم ہجر کی شب
ملک الموت سے ہوتی ہے ندامت کیسی

مر رہے ہین غم دوریِ صنم سے ہم تو
دوست کہتے ہین کہ ہر یہ تمہین غفلت کیسی

تپ غم سے ہوا آخر کو مرا کام تمام
چار ہی دن مین بڑہی ہر یہ حرارت کیسی

ایسا یوسف کا بھی بازار کبھی گرم نتہا
چار جانب سے امنڈ آئی ہر خلقت کیسی

خاک مین جاہ و حشم مل گیا سب شاہون کا
کہین مرقد کا نشان تک نہین نوبت کیسی

اپنے دشمن سے بھی کہتے نہین ہم دلمین غبار
صاف آئینہ یہ رہتا ہے کدورت کیسی

کیون زمانہ تہ و بالا نظر آئے نہ ہمین
یار کی چال سے رہتی ہے قیامت کیسی

کوئے جانان سے نہ لیجاؤ فرشتو پس مرگ
یہین رہنے دو خدا کے لئے جنت کیسی

حشر مین جنس گنہ لیکے جو مین جاؤنگا
دیکھنا پیچھے پڑے گی مرے رحمت کیسی

اشک آنکھونسے خوشی مین جو نکل آتے ہین
آجکل ہوگئی ہے رونے کی عادت کیسی

بلبلا آجو روستم سے کہین اب او شہِ حسن
ہاتہ سے تیرے تباہی مین ہر خلقت کیسی

قتل اورونکو کیا رہگیا مین دیکھ کے منھہ
تھی مرے دل مین تمنائے شہادت کیسی

صدمۂ دوریِ دلدار اُٹھائے نہ گئے
دل کی دو روز مین جاتی رہی طاقت کیسی

فرقت یار مین اک جان کا نقصان تو ہوا
ہو گئی روز کے جھگڑونسے فراغت کیسی

دیکے دم سب نے پلادی مئی گلرنگ اُسے
خاک مین مل گئی زاہد کی کرامت کیسی

سجدے کرتے ہین جو عشاق بتون کے در پر
خطِ تقدیر مٹاتے ہین عبادت کیسی

مرگئے پر نہ ملا اُن سے محبت کا ثمر
خاک مین مل گئی برسون کی ریاضت کیسی

ثانی یوسف کنعان تمہین سب کہتے ہین
حسن سے آپ نے پائی ہر فضیلت کیسی

مرتبہ حضرتِ موسیٰ کا ملے گا شاید
ہوتی جاتی ہے زبان مین تری لکنت کیسی

نہین زہاد کے افعال ریا سے خالی
ہو کا دیتے ہین فقط ہمکو عبادت کیسی

دل مرے پاس سے گم ہوگیا فرماتے ہین
مجھ سے اب مانگتے ہو امانت کیسی

کنج عزلت مین گذر جاتے ہین ہمکو مہ و سال
سیر گلشن کہان احباب کی صحبت کیسی

وحشت گردیگا اثر بعد فنا بھی نہ گیا
چاک کی طرح پہرنے لگی تربت کیسی

۲۶۲	فکر انجام کی منعم کو نہین کچھ اے **رشک** مقبرہ کوئی بنائین یہ عمارت کیسی	۴۰

گرد زلفین پیچ مین وہ عارض پر نور ہے
ہے تماشا چاند کا ہالۂ شب دیجور ہے

آجکل کاوش پہ ہے ساقیٔ مخمور ہے
آبلون سے دل امینہ خوشۂ انگور ہے

دم قدم سے اپنے سب دشت جنون پرنور ہے
پانون کا ہر آبلہ رشک چراغ طور ہے

ہر طرف کو جلوۂ حسن بت مغرور ہے
ذرہ ذرہ اسکے کوچے کا چراغ طور ہے

بیقراری سی ہے مجکو بیقراری ہجر مین
دم نکلجاے یہ ہین اگر روز تو کیا دور ہے

فصل گل مین ہر خرابی محتسب کے ہاتھ ہے
جو صراحی میکدہ مین ہے وہ چکنا چور ہے

کوئی دم تھمتے نہین آنسو فراق یار مین
چشم گریان ہے و یا بہتا ہوا ناسور ہے

حیرت افزا یار کا زلفون مین ہے حسن صبیح
مشک ہے کافور مین یا مشک مین کافور ہے

کہتی ہے لوگون سے عبرت دیکھکر رستہ چلو
زیر پا یہ استخوان کاسۂ فغفور ہے

سرخ ہو جاتا ہے کپڑا جس جگہ پڑتا ہے عکس
عارض گلرنگ کا اسکے گلابی نور ہے

قید کچھ شاہ و گدا کی راہ الفت مین نہین
جو اٹھائے سر پہ بار عشق وہ مزدور ہے

رشک گلزار جنان ہے وہ بت رنگین ادا
آنکھ کی پتلی ہے یا غرفے مین کوئی حور ہے

روز فرقت مہر تابان دیکھکر جلتا ہون مین
وہان خدنگ آہ کیا پہنچے نشانہ دور ہے

سخت باتین وصل مین وہ بت سناتا ہے ہمین
شیشۂ دل پتھرونسے آج چکنا چور ہے

گرمیان کم ہوگئین جاتا رہا عہد شباب
صبح پیری داغ دل کو مرہم کافور ہے

سامنا ہے موت کا صبحِ شبِ وصلِ صنم — میری نظرون مین طباشیرِ سحر کافور ہے

آتشِ غم مشتعل ہے جوش پر طوفانِ اشک — اندنون سینہ ہمارا نوح کا تنور ہے

دستِ فندق بند مین دونا صفائے حسن ہے — ہین تری یاقوت پورین اور کفک بلّور ہے

چہالے پڑ جاتے ہین ہاتہون مین جو چہوتا ہو مجہے — سوزِ غم سے آگ کا شعلہ تنِ محرور ہے

ہجر مین اُس گل کے سیرِ باغ خوش آتی نہین — نالۂ بلبل ہی اب مجہکو صدائے صور ہے

پہنی ہر جالی کی کرتی اُس سراپا نور نے — جلوہ گر ایک ایک خانے مین چراغِ طور ہے

سبزۂ خط کی محبت نے گہلایا اِسقدر — جسم زار اپنا بعینہ نقشِ پائے مور ہے

بجکلاہی پر عبث نادان گل مغرور تہا — کاسۂ سر ٹہوکرون سے آج چکنا چور ہے

رات بہر فرقت کی شب نالان رہا کرتا ہون مین — تار ہین تارِ نفس سینہ مرا طنبور ہے

چہوڑ کر اسلام کی ہے بت پرستی اختیار — ماتہے پر جائے نشانِ سجدہ اب سیندور ہے

پا شکستہ ہو کے بیٹہے ہین جو کوچے مین ترے — ایک اِک اپنی جگہہ پر ثانیِ تیمور ہے

بنگیا داغون سے سینہ رشکِ گلزارِ جہان — دود آہِ دل نہ سمجہے کوئی زلفِ حور ہے

لے چکے ناز و ادا سے دل تو آنکہین پہیر لین — اب حسینون کا زمانے کے یہی دستور ہے

روح اپنی کوئے جانان مین رہیگی بعد مرگ — خلد مین وہ جائے جسکو اشتیاقِ حور ہے

دور سے جلوہ دکہاتے ہین وہ اپنے حسن کا — آجکل بامِ بلندِ یار کوہِ طور ہے

بعد مرنے کے بہی ہین نالان رہونگا دیکہنا — گور کے مردے یہ سمجہینگے صدائے صور ہے

خود گلا کاٹین اگر انکو نزاکت کا ہو عذر — جان ہی دینا بہر صورت ہمین منظور ہے

دوست دشمن پر ہمیشہ اُنکا ہے یکسان کرم — دونون آنکہون کے کٹورون مین لبالب نور ہے

۲۶۳	ہاتہہ خالی پر خطر راہِ عدم سب غیر جنس اشک سامانِ سفر کر لو کہ جانا دور ہے	۲۳

خوش نصیبی ہے یہ قاتل کے گنہگاروں کی
داخلِ خلد ہوے چھاؤں میں تلوارن کی

جان بچنے کی نہیں چشم کے بیماروں کی
پتلیاں کر گئیں ہیں سحر فسونکاروں کی

قصد جانے کا کیا تو نے جو اے رشک مسیح
سانس چلنے لگی اُلٹی ترے بیماروں کی

لب اعجاز نما بند رکھا اے رشک مسیح
کہیں تصویریں نہ پہرنے لگیں دیواروں کی

ترک دنیا کی ہوئی اک بتِ کافر پہ فقیر
سیلیاں پہنے ہوے پھرتے ہیں زناروں کی

کبھی دیکھا نہ سنا یہ اثر سایۂ زلف
ناگنیں سانپ لگیں ہیں تری دیواروں کی

اپنی پلکیں تو کتر کر نہیں پھینکیں اُسنے
دِل کے چھالوں میں خلش ہو رہی ہے خاروں کی

سبزۂ خط لب شیرین سے نہ کیونکر ہو قریب
چونٹیاں دوڑتی ہیں بو پہ شکر پاروں کی

سردِ بازار ہے یوسف کا تمہارے آگے
آنکھہ بدلی نظر آتی ہے خریداروں کی

خاک تک میں ہے اثر واروئے بیہوشی کا
کہا سکیگا نہ ہما ہڈیاں میخواروں کی

دُرِ دندانکی محبت میں ہوا ہوں میں فقیر
چاہئیں سیلیاں بھی موتیوں کے ہاروں کی

لاکھہ سرخی مرے نقشے میں بھری بانی نے
کم نہ زردی ہوئی تصویر کے رخساروں کی

فاش محشر میں نہ پردہ ہو خدایا اپنا
فردِ اعمال طلب ہوئے گنہگاروں کی

زلزلے میں ہے زمیں بعد فنا نالوں سے
خاصیت اپنی مزاروں میں ہے گہوارو

ضد سے گلچیں کے عنادل ہی کترنے لگے پہول
قینچیاں چل رہی ہیں بار منقاروں کی

بھانسیاں دیں تری لفونکے گرفتارونکو
کیسی جانیں گئیں ہیں مفت میں بیچاروں کی

حق میں عشاق کے ہے زہر ہلاہل خط سبز
جان بچنے کی نہیں اُنکے نمکخواروں کی

دم بدم کی یہ کسے روز خبر جاتی ہے
آمد و رفتِ نفس ڈاک ہے بیماروں کی

تپتے ہیں حسن کی گرمی سے یہ عارض اُنکے
کیا حقیقت ہے دہکتے ہوئے انگاروں کی

غنچۂ گل جو چٹکتے ہیں کبھی وقت سحر
صاف آتی ہے صدا کوچ کے نقاروں کی

چشم و رخسار نہ کیونکر ہون ترے نورانی		چہرہ خورشید کا ہی پتلیان ہین تارونکی
۲۶۴	دوست دینے لگے ایذا تو گلہ غیر سے کیا؟ **اشک** پہولون مین صفت پاتے ہین ہم خارونکی	۳۱

باتین کسطرح نہ رندوشین ہون دیوانونکی
بہٹیان ہین کہ شبیہین ہین پریخانون کی

دیکھیئے ہی لین گے اگر خیر رہی جانون کی
بجلیان برق نہ بنجائین کہین کانون کی

جمع خاطر ہوئی کب تیرے پریشانونکی
بستیون مین ہی ہوائین رہین ویرانونکی

چہانتے ہونگے کہین خاک بیابانون کی
لیجیئے جاکے خبر اپنے پریشانون کی

بزم رندان کا مرقع جو کہینچے او مانی
دل کی تصویر بن ہون ٹوٹی ہوئی پیمانونکی

ان بتون کے ستم و جور سے تنگ آئے ہین
جا رہینگے کسی بستی مین مسلمانون کی

حسرت و یاس و غم و رنج کا رہتا ہی ہجوم
بند آمد نہین ہوتی کبہی مہمانون کی

کچہہ توجہ بہی نہین نالۂ بلبل کی طرف
گل سے کہدو کہ دوا اپنی کرے کانونکی

یہی سوجہی ہے ہمین گیسوؤن کے سودے مین
کہ زمین ناپتے پہرتے ہین بیابانون کی

نالۂ بلبل کے سنائی نہین دیتے شاید
ٹہٹیان جاکے لگا دین یہ گل کانون کی

یون محبت مین جو انسان فنا ہو تو ہے لطف
خاک تک ڈہونڈہیے ملتی نہین پروانونکی

زاہدون ہی کو مبارک رہے کعبے کا طواف
ہم زیارت کے لئے جائین گے بتخانونکی

پہر ہمٹ کر کبہی صحرا مین بگولے نہ اٹہین
خاک ملجائے اگر تیرے پریشانون کی

لچک آجاتی ہے ہتہیلی مین اٹہاتے ہین جو پہول
منہہ مین چبہتی ہین نزاکت سے گلین پانونکی

یہی شاید کہ غلط ہونگے ہے سے کا سبب
معتدل آب و ہوا ہوتی ہے خمخانون کی

سنتے ہین بیڑیان منہ کی بڑہا آہے وہ شوخ
صبح سے بہیڑ ہے دروازے پہ دیوانونکی

اندنون آپ سے باہر ہین ترے سودائی
آستینون کی خبر ہے نہ گریبانون کی

گھر مین ہم پھاند کے دیوار چلے جائینگے
کبھی چونکی جو نظر انکے نگہبانوں کی

واہ وا مین تری شیرین ہین کلا انشا نے کیا
دیکھکر رال ٹپک پڑتی ہے حیوانوں کی

جب سے دیکھا ہے خرامان تجھے ای غیرت گل
راہ مرغانِ چمن بھولے ہین کاشانوں کی

تیر اُس ترک کے دِن رات چلے آتے ہین
خانۂ دِل مین سمائی نہین مہمانوں کی

زلفین اُلجھی ہوئی اپنی مجھے سلجھانے دو
خاصیت ہے مرے ہاتھون مین صنم شانونکی

دِل کڑا کرکے وہ ہمنے بھی شکستین دی ہین
حد نہین تیرونکی ٹوٹے ہوئے پیکانونکی

اِن حسینون کی کوئی ہمسے حقیقت پوچھے
خوبرو یزادونکی ہین صورتین انسانون کی

تنگ ہین گوشۂ زندان سے سوا کنج مزار
ضیق مین جان ہے مرنے پہ بھی دیوانونکی

صبح کو بزم سے روتی ہوئی باہر گئی شمع
لاشین اُٹھوا کے صبا لے گئی پروانونکی

لاکھ روکون مین کبھی اشک نہین رکنے کے
آنکھین تصویرین ہین ٹوٹے ہوئے پیمانونکی

کون ہوتا ہے بُرے وقت مین انسانکا شریک
پردہ پوشی کی اجل نے ترے عریانونکی

سونگھکر بو ہوے خود رفتہ سگِ کوئے صنم
طرفہ معجون ہین یہ ہڈیان دیوانونکی

۲۶۵

کلمہ پڑھنے لگین بت یہ ہمارا ای اشک
بات رہجائے حقیقت مین مسلمانون کی

۲۶

بٹ جائے قسمت غم ہی حاصل ہوا کرے
پہلو مین ایک اور اگر دِل ہوا کرے

جلاد زخم کھا کے جو بسمل ہوا کرے
کشتون مین تیرے رقص کی محفل ہوا کرے

مقتول تیغ و خنجر قاتل ہوا کرے
طی اس طرح سے عشق کی منزل ہوا کرے

مرنے پہ سنگسار تو اُسکو نہ کیجیے
جس دردمند کو مرضِ سل ہوا کرے

صیاد ہے جو بلبل گل گیر گلچین و باغبان
منظور ہے کہ خونِ عنادِل ہوا کرے

لیلی و مجنونکے کشتے اُٹھانیکے واسطے
تابوت کی جگہہ کوئی محمل ہوا کرے

غافل ہون نہ اُس یم خوبی کی یاد سے
بستر فقیر کا لب ساحل ہوا کرے

کیا ہمکو مضطرب ہو جدائی مین یار کی
قابو مین آدمی کا اگر دل ہوا کرے

وہ ہو گا ہو خضر و چشمۂ آب حیات کا
چاہ ذقن کے پاس اگر تل ہوا کرے

اعجاز حسن و عشق سے ہون ایک ہی جگہہ
گر جستجوئے قاتل و بسمل ہوا کرے

جانا ہو گر یہان سے عدم کے مسافرو
ہمکو بھی ہو خبر جہان منزل ہوا کرے

مرنا ہی ہجر یار مین اب تو قبول ہے
دیدار اُنکا روح کو حاصل ہوا کرے

مرنے پر آرزو نہ کرین باغ خلد کی
پہلو مین گر وہ حور شمائل ہوا کرے

الفت سے خط سبز کی ہمکو ہو ہمسر
غیرون کے حق مین زہر ہلاہل ہوا کرے

وہ مہر وش جو سر و چراغان ہمین بناؤ
پروانہ وار آپ کی محفل ہوا کرے

الفت کرین جو افعی گیسوئے یار سے
تریاق ہمکو زہر ہلاہل ہوا کرے

انسان کی اُسکے فضل و کرم پر رہے نگاہ
گھبرا نہ جائے گر کوئی مشکل ہوا کرے

گردن پر اُسکی آپ چھری پھیر دیجیے
تیغ ادا کا جو کوئی بسمل ہوا کرے

رکھتے ہون کچھہ بھی نالۂ بلبل اگر اثر
گل کی کلی مین خاصیت دل ہوا کرے

نالان وہ ہون گذر جو کسی قافلے مین ہو
ہنگامہ روز اک سر منزل ہوا کرے

بچ جائین غیر ظلم سے اُسکے مجال ہے
دق ہو اگر مجھے تو اُنہین سل ہوا کرے

زاہد وہ کا میکدہ بھی ادب کا مقام ہے
انسان بے وضو کے نہ داخل ہوا کرے

ادھان پر ہتیلیون کا رنگ دیکیے
دل کا لہو حنا مین جو شامل ہوا کرے

کبر و غرور ہے سبب انسان کے نقص کا
گر کچھہ فروتنی ہو تو کامل ہوا کرے

دیوانے کوئے یار سے باہر نہ جا سکین
گیسو کے پاؤن مین جو سلاسل ہوا کرے

اُس تند خو کا اشک پہ دربان کو حکم ہے

۲۶۶	بے اذن کوئی گھر میں نہ داخل ہوا کرے

فراق یار میں ہم سے بڑی غفلت اجل نے کی
کوئی صورت نظر آتی نہیں اب دم نکلنے کی

ہوئی ہے پرورش اپنی تب غم کی حرارت میں
سمندر کی طرح سے رات دن عادت ہے جلنے کی

دعائیں اپنے مرنے کی خدا سے مانگتے ہیں ہم
کوئی امید اب باقی نہیں حسرت نکلنے کی

بڑھا ہے ضعف اس درجہ ترے بیمار فرقت کا
غش آیا گر کبھی نبت ہی کی کروٹ بدلنے کی

زمین پر اشک گر کر آنکھ سے ہرگز نہیں اٹھتا
بُری عادت ہے یہ اس طفلِ بدخو میں مچلنے کی

خدا کی راہ میں دینا کبھی ضائع نہیں جاتا
ملے گا اُسکا بدلہ آج کی تو نے جو کل نیکی

فراقِ یار میں دیکھیں پریرویوں کی تصویریں
یہ اک تدبیر سوجھی ہے ہمیں دل کے بہلنے کی

نہ دے ساقی تو جذبِ شوق اپنا کھینچ لائیگا
نہیں شیشے سے کیا مے جوش کھا کھا کر اُبلنے کی

جدائی میں تمہاری اور بڑھ جاتی ہے بیتابی
کوئی صورت نکالیں آپ ہی دل کے سنبھلنے کی

اپاہج کر دیا ہے جوشِ وحشت قیدِ الفت نے

بہت روزون سے عادت چھٹ گئی ہے راہ پر چلنے کی
عدم کے قافلے والون پہ کیا گذری خدا جانے
خبر ہمنے سنی تھی آج ہی کل مین سنبھلنے کی
کسیکا غم نہو در پردہ مہندی کے بہانے سے
کبھی عادت نہ تھی انکو کفِ افسوس ملنے کی
رقیب کینہ جو سب تلخ گوئی بھول جائینگے
اگر آئے کبھی باری ہمارے زہر اُگلنے کی
نہ بھولے گا پس از مردن بھی ہمکو وہ بت کافر
طبیعت حورِ جنت سے نہین اپنی بہلنے کی
کوئی دم مین ہماری وحشتِ دل رنگ لائی ہر
وہ کنگھی کر چکے ہین دیر سے گیسو نکلنے کی
اُمیدِ وصل مین آخر کنارے گور کے پہنچے
بُری حالت ہماری ہی یہ تمہاری آج کل سُننے کی
کفن ہیو ستا گیا اب زندگی مین کچھ نہ دیہان آیا
ہوئی تجویز مرنے پر مرے کپڑے بدلنے کی
غمِ دوریِ جانان عمر بھر دل سے نہ جائیگا
زمین ٹلجائے پر آفت نہین یہ سر سے ٹلنے کی
خدا جب چاہتا ہے مہربان ہوتا ہے دشمن بھی
جگہہ بلبل نے پائی دامنِ گلچین مین پلنے کی
اندھیری رات مین بھی چل نکلتا قافلہ دل کا

نہ پائی کوچۂ گیسو میں شاید راہ چھٹنے کی
بڑی راحت ہو مجکو رات دن کے پیچ سے چھوٹوں
نکل آئے اگر صورت کوئی دل کے بند سے لٹنے کی

۲۶۷	فراقِ یار کا دن اشک سے کیا روزِ قیامت کوئی صورت نہیں جو دوپہر کے آج ڈھلنے کی	۱۸

رُخِ روشن دیا خالق نے قمر کے بدلے
دانت آئے ترے حصے میں گہر کے بدلے

اثر اب تک نہ ترے تیرِ نظر کے بدلے
خون ہا ٹپکتا ہے نکلتا ہے شرر کے بدلے

نازنین ہے تو ہر اک عضو ہی نازک ہو ترا
چاہیئے تارِ نظر موئے کمر کے بدلے

تیرہ بختی بھی دکھاتی ہے اثر فرقت میں
رات آتی ہے مرے گھر میں سحر کے بدلے

جی میں آیا تھا پھروں گرد میں ہر کاری کی
دے گیا وصل کا پیغام خبر کے بدلے

قبر میں دفن کرینگے جو پس از مرگ احباب
میں یہ سمجھونگا ملا گھر مجھے گھر کے بدلے

تخمِ الفت کہیں بویا تو ہوا نخلِ چنار
روز چنگاریاں جھڑتی ہیں ثمر کے بدلے

گھر کو صیاد کے ہم جانتے ہیں اپنا چمن
آشیاں کنجِ قفس میں ہے شجر کے بدلے

لحدِ قیس پہ ویران آیا جو ہمدردی کا
لختِ دل لیکے چڑھا گلِ تر کے بدلے

باغ میں جا کے جو میں موسمِ گل میں رویا
لختِ دل لیگئے بلبل گلِ تر کے بدلے

ہوں وہ برگشتہ مقدر جو کروں خواہشِ وصل
اُلٹی ہو جائے دعا اپنی اثر کے بدلے

چین دیگا نہ رقیبوں کو فلک بعد ترے
کٹتے ہیں جائینگے سر اک مرے سر کے بدلے

شہِ خوباں تجھے اسواسطے سب کہتے ہیں
سر پہ پھرتا ہے ہما تیرے چنور کے بدلے

عاصیو پھر ہوا محشر میں نزولِ رحمت
خلد میں بھیجا ہمکو سقر کے بدلے

صدمۂ ہجرت دور زمیں پانی ہو جائے
کوئی پتھر ہو اگر قلب و جگر کے بدلے

غمسے میری شب فرقت مین جو نکلیگا نہ چاند		روشنی داغ جگر دیگا قمر کے بدلے
۲۶۸	پوچھے جاتے نہین کوڑی کو بھی اب اہل کمال چاہیے بے ہنری **اشک** ہنر کے بدلے	۳۹

دیکھ لو پھر بھی ذرا او دل کے لبھانے والے	بے مروت ارے منہ پھیر کے جانے والے
قبر پر آتے ہوئے ڈرتے ہین آنے والے	راہ کترا کے نکل جاتے ہین جانے والے
چل بسے راہ محبت کے بتانے والے	خضر اک رہ گئے ہین اگلے زمانے والے
مر گئے بھی اب ترے در پر نہین آنے والے	ارے او دکھتے ہوئے دلکے دکھانے والے
سب حسینونکو ہین عاشق کے دکھانے والے	سوتے فتنے کو ہین یہ لوگ جگانے والے
وہ دبتے ہین گرانباری عصیان سے مرے	کہین سمجھین نہ جنازے کے اٹھانے والے
رنج و غم درد و الم سے نہ بچیگا دل زار	چار مہمان ہین گھر مین مرے کھانے والے
پھیر کر منہ مرے آگے نہ کھڑا ہو او ترک	تاک لیتے ہین ہدف تیر لگانے والے
ہو چکے دفن ذرا فاتحہ بھی پڑھتا جا	خاک مین ہمکو ملا کر ارے جانے والے
قافلہ ملک عدم کا ادہر آئے تو سہی	اٹھ کھڑے ہونگے کمر باندھکے جانے والے
ڈرسے رسوائی کے لیتا نہین خط وہ حسن	ہم بھی دریا مین عریضے ہین بہانے والے
وصل سے شاد کروگے مجھے باتین نہ بناؤ	تم تو ہنستونکو ہو ایجان رلانے والے
دیر مین نالۂ رنگین جو کبھی کرتا ہون	کیا خجل ہوتے ہین ناقوس بجانے والے
ہمنے کیا کیا نہ شب وصل صنم سر پٹکا	اپنی گایا کئے نوبت کے بجانے والے
کیا گرانباری عصیان نے خجل ہون پس مرگ	چل نہین سکتے جنازے کے اٹھانے والے
زندگی بھر مجھے کیا چین سے رہنے دیتے	وہ تو ہین قبر کے مردونکو ستانے والے
جز کفن ساتھ نہ کچھ جائیگا غافل پس مرگ	ہاتھ خالی گئے دنیا سے خزانے والے

کوچۂ یار مین گر جائین گے عاشق پس مرگ ۔ جائین وہ لوگ جو ہین خلد کے جانے والے

آب و دانہ عدم آباد سے لے آیا ہے ۔ کچھہ دنون بعد یہانسے ہی ہین جانے والے

متعفن ہوئے جسم انکے لحد مین پس مرگ ۔ عنبر و مشک تہے جو لوگ جلانے والے

رات دن تیری محبت کا جو دم بہرتے ہین ۔ خام سودا مین بہی لوگ پکانے والے

سبزہ رنگونسے محبت دل مجروح نہ رکھہ ۔ ہوتے ہین مرہم زنگار لگانے والے

توڑنا دلکو غریبونکے تو کچھہ بات نہین ۔ بت یہ اللہ کے بہی گہر کو ہین ڈہانے والے

یاد آتا ہون تو وہ رو کے یہ فرماتے ہین ۔ گئے دنیا سے مرے ناز اٹھانے والے

پانون جلاد کے کوچے کی پکڑتی ہے زمین ۔ چلتے چلتے جو ٹہر جاتے ہین جانے والے

زلف شبگون پہ دل آئے ہوئے ہین لوگونکے ۔ ہین بہت قافلے ظلمات کو جانے والے

خاک لیجاتے ہین مرنے پہ جو مجھہ وحشی کی ۔ کیا بنائین گے کہلونون کے بنانے والے

دیکہا حشر مین منھہ دیکہکے رہجائین گے ہم ۔ وہان بہی رنگ بنا جائین گے جانے والے

سنکہیا کہاکے مرین لوگ ترے دانتونپر ۔ ہم فقط سودۂ الماس ہین کہانے والے

دیکہکر حال ترے زلف کے سودائی کا ۔ بہر کے اشک آنکہونمین بہی جاتے ہین ستانے والے

اپنی ہی جلوہ نمائی ہے بتون کو منظور ۔ شجر طور مین ہین شاخ لگانے والے

مرتبہ حضرت داؤد کا کب سے پایا ۔ موم دل ہو گئے سنکر تجہے گانے والے

قافلے والون سے اتنا کوئی جاکر کہدے ۔ اور بہی ہین عدم آباد کے جانے والے

دیکہکر اسکو گرفتاری بلبل گئے بہول ۔ خود ہی آفت مین پہنسے دام بچہانے والے

پانون پہیلائے ہوئے خاک پر اب سوتے ہین ۔ سیج پہولون کی چہپر کہٹ مین بچہانے والے

شب کو یاد آتا ہون تو رو کے وہ فرماتے ہین ۔ سو گئے قبر مین راتون کو جگانے والے

اس بم حسن کو بہڑکاتے ہین ہر وقت رقیب ۔ آگ پانی مین ہین یہ لوگ لگانے والے

۱۲	دنِ جدائی کے گئے پھر گیا دل بارِ اشک چھپ کر شمع کو تھے ہم تو ہنسانے والے	۲۶۹

سمجھتا ہوں یہہ جب دل جینے سے بیزار ہوتا ہے
کنارے آ چکی ہے ناؤ بیڑا پار ہوتا ہے

قیامت کے آنے کی دعائیں مانگتے ہیں ہم
جو سنتا ہے اُس دن یار کا دیدار ہوتا ہے

کوئی ساعت خریداروں سے ہم خالی نہیں پاتے
مکانِ یار اب تو مصر کا بازار ہوتا ہے

برائے صید اپنا طائرِ دل چھوڑ دینگے ہم
ابھی تو اُنکا شہبازِ نظر طیار ہوتا ہے

مسیحا کے فرشتوں سے بھی وہ اچھا نہیں ہوتا
تمہاری نرگسی آنکھوں کا جو بیمار ہوتا ہے

اُدھر سے جو گذرتا ہے نہیں پھر ہوش میں آتا
کوئی آسیب اُنکا سایۂ دیوار ہوتا ہے

مجھے بھی دیکھکر اُس وقت کیا کیا رشک آتا ہے
کوئی مدفون اگر اُس کے پس دیوار ہوتا ہے

نکل آتے ہیں آنسو شمع کے تاثیرِ الفت سے
جگر ٹکڑے پروانوں کا ماتمدار ہوتا ہے

زمیں تو ہے بہارِ تازہ واسطے بلبل کے
کہو چالاک سے پھر دشت ورنہ گلزار ہوتا ہے

اُنہیں چشمِ تصور سے ہمیشہ دیکھتے ہین ہم
ان آنکھون سے بھلا کب یار کا دیدار ہوتا ہے
کسی دن تو نصیبِ دشمنان بھی رنجِ ہجران ہو
غمِ فرقت ہمارے ہی گلے کا ہار ہوتا ہے

۲۷۰	رگون کا جال تن مین رہگیا ہے اشک گھلگھلکر کوئی دنیا مین کم ایسا نحیف وزار ہوتا ہے	۳۰

عجب معجز نما یہ دلبرِ رنگین ادا نکلے
لگادین ہاتھ جس پتے کو وہ رشکِ حنا نکلے
دلِ آزاری مین کچھ افعی سے بھی کافر سوا نکلے
یہ بل کھائے ہوئے گیسو تمہارے تو بلا نکلے
اسی گھر سے غنی ہو ہوکے باتاج ولوا نکلے
جنہین ہم شاہ سمجھے تھے ترے در کے گدا نکلے
زیادہ اس سے کیا بالیدگی ہوگی کسی شی مین
کریمون کی بھی کچھ ہمت سے وہ گیسو سوا نکلے
کئی باری تزلزل ہوگیا ہے عرشِ اعظم کو
یہ نالے صورِ اسرافیل سے بھی کچھ سوا نکلے
زہے قسمت کہ ہم کوئے صنم مین دفن ہوتے ہین
خدا چاہے تو یہہ جنت مین جاکر راستا نکلے
تمہاری عفت وعصمت کی کھاتے ہین قسم انسان
جہان مین بعد مریمؑ کے تم ایسے پارسا نکلے

مسلمان بھی اب اُنکے آستان پر سجدے کرتے ہین
جنھین پتھر کا بت سمجھے ہوئے تھے وہ خدا نکلے

پیام موت ہے اپنے دلِ مجروح کی آہ مین
نہین بچتا کبھی وہ جس کے زخمون سے ہوا نکلے

وہ نالان ہین موئے پر ساتھ ہو کر کاروان غم کا
ہماری خاک کے ذرون سے آوازِ درا نکلے

بلا یا کشتگانِ ناز کو جس وقت محشر مین
ہزارون قبر سے دولھا بنے گلگون قبا نکلے

رہا باقی نہ آزارِ محبت قتل ہونے پر
جنھین سمجھے تھے جلادون کے گھر بیت الشفا نکلے

سعادتمندیِ طالع سے اُسنے ہدگئے اعلے
پچھلے تھے زاغ جو صدقے مین وہ رشکِ ہما نکلے

ہوا ہے چاہنے والون کا اُن کے امتحان جسدن
بہت سے لوگ اُس مجمع مین صورت آشنا نکلے

ہوئے ہین سبزہ رنگون کے جو عاشق زرد ہو ہو کر
لحد کھودین اگر اُن کی تو سیرون کہربا نکلے

یہ سمیت ہے اُس کے سبزۂ خط کی محبت مین
گمان طاعون کا ہو جو بدن پر آبلہ نکلے

سنا جو تیرے در پر حسن کی خیرات بٹتی ہے
گھرون سے اپنے اپنے شاہ بن بن کر گدا نکلے

تجسس میں یقین ہے آسمان برسوں پھرا ہوگا
وہ دانہ تھے ہمیں آخر کو رزقِ آسیا نکلے
کسی دن توڑ کر دیکھے تو ساقی میں وہ غمگیں ہوں
مری مٹی کے ساغر سے بھی رونے کی صدا نکلے
خطِ شوقیہ اک ترسا بچے کو لکھ رہے ہیں ہم
صریرِ کلک سے لازم ہے ارگن کی صدا نکلے
غریبوں کو نہ اے گردونِ دون اتنا ستایا کر
اثر رکھتی ہے جو مظلوم کے منہ سے دعا نکلے
نرالی چال دیکھی ان حسینوں کی زمانے سے
تماشا دیکھیے قابلِ سزا کے بے خطا نکلے
پشیمان ہو کے رونا کام آیا اپنے محشر میں
جنھیں جھوٹے سمجھتے تھے وہ موتی بے بہا نکلے
کریں تہمت نہ میرے قتل کی اُس پر کہیں دشمن
عبث کوچے سے اُس کے لاش لیکر آشنا نکلے
ہوائے وصلتِ جانان بھری ہے اپنی رگ رگ میں
گلے سے ذبح کرنے میں ہمارے خون کیا نکلے
ہزاروں تشنہ کامانِ محبت ذبح ہوتے ہیں
یہ جلادوں کے کوچے بھی بعینہ کربلا نکلے
وہ نخلِ خشک ہوں اس گلشنِ ایجاد میں یارو
نہ فصلِ گل میں بھی پتا کبھی جس میں ہرا نکلے

عجب کیا موسمِ گل یہ تاثیرِ محبت سے
جو غنچہ صبحدم چٹکے تو بلبل کی نوا نکلے
عطا بوسہ وہ کرتے ہین زنخدانِ مخطّط کا
یہ داغی سیب ہاتھہ آیا تو بے گر با مزا نکلے

۲۷۱	رہی ہے اشک صحبت مدتون فرہاد و مجنون سے محیطِ عشق ہی کے وہ بھی دو نون آشنا نکلے	۲۳

کشتے ترے پڑے ہین لہو مین بھرے ہوئے
اک ہاتھہ دل پہ ایک جگر پر دہرے ہوئے
ہین لوگ چشم ترسے ہماری ڈرے ہوئے
طوفان بپا کرین نہ یہ بادل بھرے ہوئے
اُس بت کے ٹوٹے بالون کی پہنی ہین سیلیان
ڈالین ہین سانپ ہمنے گلے مین مرے ہوئے
ہین کیا ہی اُسکے عارضِ رنگین بہار پر
دو پھول ہین گلاب کے گویا دہرے ہوئے
کِس کے نگاہ ناز کے یہ تیر چل گئے
بیٹھے ہین لوگ ہاتھہ جگر پر دہرے ہوئے
پچہتائے قتل کرکے مجھے اپنے دل مین وہ
چھپکے کھڑے ہین آنکھون مین آنسو بھرے ہوئے
تیار زندگی ہی مین ہوتے ہین مقبرے
اہلِ دول ہین نام پر ایسے مرے ہوئے

رُو یا گلوں کے یاد میں جب گھر مہک گیا
آنکھیں ہیں یا گلاب کے شیشے بھرے ہوئے

آنکھوں میں نیند کا یہ شبِ وصل ہے خمار
دو جام ہیں شراب کے گویا بھرے ہوئے

ایجاں اک مریضِ محبت ہمیں نہیں
عیسیٰ بھی نام پر ہیں تمہارے مرے ہوئے

اشکوں کے بدلے روئے ہیں آنکھوں سے خون ہم
یاد آگئے وہ ہاتھ جو مہندی بھرے ہوئے

کھا کھا کے چوٹ دل پہ موئے ہیں جو عشق میں
سینے پہ ہاتھ اس لئے ہیں سب دھرے ہوئے

کہتا ہوں اُس کی ابرو و مژگاں کو دیکھکر
ترکش کے پہلوؤں میں ہیں خنجر دھرے ہوئے

پھبتی ہمیں بھی سوجھی ہے قرآن و رحل کی
بیٹھے ہیں ہاتھ زیرِ زنخدان دھرے ہوئے

فصلِ بہار آتے ہی سودا ہوا ہمیں
خشکی پر آکے داغِ جنون پھر ہرے ہوئے

آفت رسیدہ نخل ہیں ہم باغِ دہر میں
جڑ آسمان نے کاٹ دی جب کچھ ہرے ہوئے

مرنے پہ بھی نہ کم ہوا سوزِ غمِ فراق
برسوں لحد سے اپنی بلند ابخرے ہوئے

لاکھون نگاہِ ناز سے اُس کی ہُوئے ہلاک
ہین انکھڑیون مین یار کے جادو بھرے ہُوئے
بادِ سموم چل گئے فصلِ بہار مین
بلبل تک آشیانون سے نکلے مرے ہُوئے
فصلِ بہار جاتے ہی رخصت ہوا جنون
زنجیرین پانون کی ہین کہ افعی مرے ہُوئے
تیور بدل کے رہگئے بھپر وہ راہ مین
خالی کبھی ہُوئے نہ تمنچے بھرے ہُوئے
نامِ خدا بہار پہ جوبن ہے یار کا
دونون کٹوریون مین ہین گیندے دھرے ہُوئے

۲۶۴	تاریکئی لحد سے نہین اتنا خوف **اشک** جیسے شبِ فراق سے ہین ہم ڈرے ہُوئے	۲۲

پیچ وہ سے زلفِ عنبرین نہ کہین
کھائے دُھوکا دلِ حزین نہ کہین

اُٹھ لئے گھونگٹ کو نازنین نہ کہین
لے اُڑے نقب یہ زمین نہ کہین

اگلی سی صحبتین رہین نہ کہین
لوگ ہین وہ ہین وہ حسین نہ کہین

ہوتے ہین دفن اُنکے وحشت [illegible]
چرخ کھانے لگے زمین نہ کہین

آندھیان چل رہی ہین آہون کی
چرخ پر جا رہے زمین نہ کہین

ہچکیان آ رہی ہین صبح سے آج
ذکر ہوگا مرا کہین نہ کہین

مرکے کشتی غراب ہو نہ مری
کاندھے دیجائے نازنین نہ کہین

اشک خون ہین ہمارے طوفان خیز
ٹپکے تر ہوکے آستین نہ کہین

تازہ ہو جائے عشق پھر دم نزع ملک الموت ہون حسین نہ کہین
دخت رز پر جو لوٹ ہے زاہد دل مین سمجھا ہو حور عین نہ کہین
چشم حق بین مین دی بتون کو نہ جا یہ بگڑ جائے دور بین نہ کہین
آسمان کی طرح سے بعد فنا ڈر ہے پیسے ہمین زمین نہ کہین
اپنے کوچے مین دی نہ دفن کو جا کیا ملے گی ہمین زمین نہ کہین
دے مجھے منصب جنون اے قیس پائیگا مجھسا جانشین نہ کہین
سوز غم سے تو بچ گیا دل زار پھونکدے آہ آتشین نہ کہین
نالے کرتا ہون اس لیئے دنرات ہو لجائے وہ نازنین نہ کہین
پائی تھی مہر جو سلیمان نے اُسکے خاتم کا ہو نگین نہ کہین
تو وہ گل سمجھ نہ اے بلبل کی ہو صیاد نے کمین نہ کہین
جبہ سا بت کے در پہ زاہد ہین پڑ رہا ہو خط جبین نہ کہین
کعبہ و دیر کی رہے گردش یار ملجائیگا کہین نہ کہین
ترش رو ہو کے دو نہ بوسۂ لب سرکا بنجائے انگبین نہ کہین

٢٧٣	بیٹھے جی کے ہین سارے جھگڑے آتش مر کے گڑ جائین گے کہین نہ کہین	٣٣

عیش و عشرت کے بہار رہتے ہین سامان مین وصل مین حسرت و ارمان ہین غزل خوان مین
نظر آتے نہین جو وصل کے سامان مین حسرتین پہاڑتی ہین آکے گریبان مین
قلب داغی ہے ویا کوئی گلستان مین مثل بلبل کے چہکتے ہین جو پیکان مین
کنج عزلت کو مری بارہ دری کر دینگے سرکو ٹکرا رہے ہین حسرت و ارمان مین
بو کے آئی ہے مجسم مرے گلشن مین ہوا خار حسرت ہر اک سرو گلستان مین

[illegible]

تنگیِ جا سے پڑا حسرت و ارماں میں فساد
کشت و خون کا کہیں ہو جائے نہ ساماں دل میں

پیار آجاتا ہے ہنسنے پہ جو اُسکے ہمکو
ٹکڑے کر دیجئے جگر کہتے ہیں دنداں دل میں

حال کہلتا نہیں کسبات پہ یہ جھگڑا ہے
روز آپس میں لڑا کرتے ہیں ارماں دل میں

غمزدہ میں ہوں تو ہیں وہ بھی شکستہ خاطر
روئیں کیونکر نہ چراغِ شبِ ہجراں دل میں

ہو کے اقرار بھی پورے نہ ہوا پاک حساب
تیری وعدوں کی جو دی ہے کبھی میزاں دل میں

رفتہ رفتہ ہوئی الفت میں بتوں کے کافر
آجکل ہمسے خفا رہتا ہے ارماں دل میں

بتِ کافر کی طرف کھینچ رہی ہے الفت
اپنا سر پیٹ رہا ہے یہاں ایماں دل میں

غرق ہونیکا نہیں خوف محیطِ غم میں
ناخدا بن گیا ہے کشتیِ ارماں دل میں

رات دن درد سے بے چین رہا کرتا ہوں
آرزو اُسکی ہی پایا ہے کوئی سوہاں دل میں

آکے دیکھے کوئی وسعت تو ذرا دیوانے
یہی کہتا ہے مرے دل کا بیاباں دل میں

شبِ وصلت بھی نکلنا کسی صورت نہوا
سر کو پٹکا ہی کیے حسرت و ارماں دل میں

کچھہ عجب طرح سے فرقت میں بسر ہوتی ہے
آرزو پیٹتی ہے روتے ہیں ارماں دل میں

بے مروت ہیں کبھی پاس پھٹکنے ہی نہیں
دیکھیں کسطرح سے آتے ہیں اب ارماں دل میں

اپنے مہماں جو ہوں تو چاہیئے درماں انکا ضرور
حسرتیں ہو گئی ہیں بے سر و ساماں دل میں

حسرت و یاس و غم و رنج کا ہے ساتھ جلوس
ساز و ساماں سبھی ہیں آئے مرے ارماں دل میں

خوب ہی راحت و آرام کی پائی ہے جگہہ
پانوں پہیلائیں نہ کسطرح سے ارماں دل میں

کیوں نہ اُڑ جانے پہ تیار ہوں اب پہلو سے
شد جدید
ہوتے ہی دم ہو گئے پر جھاڑ کے پیکان دل میں

نام ہی جانیکا لیتے نہیں جب آتے ہیں
چھاونی چھاتے ہیں اُس ترک کے پیکاں دل میں

چاہیئے اِنکے لئے خونِ جگر کا صندل
درد سر لیکے ہی کے آتے ہیں یہ پیکاں دل میں

عشق ہے ابروے خمدار کا جب سے ہمکو
رہتی ہے شکل پری تیغ خراماں دل میں

چشمِ وحشی کا مرے ترک کے ہر یہ بھی اثر
جستِ آہو کیطرح کرتے ہیں پیکان دلمیں

ایسی کچھ فصلِ بہاری میں چلی بادِ سموم
جل گئے سب شجرِ حسرت و ارمان دلمیں

جب سے اُس طفل حسین کا ہے تصور آیا
کھیلا کرتی ہے تمنا مرے چوگان دلمیں

داغِ الفت ہیں حسینوں کے مرے سینے پر
یا کہ حسرت نے کیا ہے یہ چراغان دلمیں

دھیان اُس طفل کا آجائے کبھی پھر سبق
کھولے آغوش کو بیٹھا ہے دبستان دلمیں

درسِ الفت کے سوا اور کوئی ذکر نہیں
آرزوؤں نے بنایا ہے دبستان دلمیں

نظر آتا نہیں جب وہ وہ طفل کم شوق
چار سو ڈھونڈتا پھرتا ہے دبستان دلمیں

بسکے دکھلادی ذرا دانت تو اے رشکِ چمن
کیا کہیں گے تجھے سب پھولونکی کلیان دلمیں

۲۷

اشک دھیان آتا ہے اُس گل کا جو مانند نسیم
حسرتوں کی مری کھلجاتی ہیں کلیان دلمیں

۲۸

آئے ہیں دام محبت میں بڑی مشکل سے
مر کے اب حسرتیں نکلینگی ہمارے دل سے

ایکدن حسرتِ دیدار میں اُس لیلیٰ کی
آرزو پھوڑ کے مرجائیگی سر محمل سے

بزم سے اپنی جو اٹھوا دیا تو نے مجھکو
میری حسرت تو نکلوا نہ سکا محفل سے

مار ڈالا تری غفلت نے مسیحا ہمکو
مردہ ہو ہو کے نکلتے ہی تمنا دِل سے

فرقتِ یار میں دِل تنگ جو میں ہوتا ہوں
کیا ہی گھبرا کے نکلتی ہے تمنا دل سے

اشکِ خونیں نہیں آنکھوں سے ہماری بہتے
ہو کی زخمی یہ نکلتی ہے تمنا دِل سے

زندگی بھر یہیں جینا ہے یہیں مرنا ہے
روٹھ کر جائیں کہاں حسرت و ارمان دلسے

میرے دلسوز بھی ہمراہ مرے قتل ہوئے
نہ ملی حسرت و ارمان کو اماں قاتل سے

نفس سرد شب ہجر میں ہشیار رہیں
منہہ چھپا کر نہ نکلجائے تمنا دِل سے

کسی حالت میں نہیں چھوڑتی تنہا مجھکو
شب وصل کے لپٹتی ہے تمنا دِل سے

گور میں کون بکھیڑا یہ بہلا لے جائے
چھوڑ دیں حسرت و ارمان کو اسی منزل سے

ہو گئے جزو بدن طول یہ فرقت کو کھنچا
اب نکلنے کے نہیں حسرت و ارمان دل سے

ذبح ہو جاتے مرے ساتھ ہی ارمان دلی
جب گرے پانو پہ تب جان بچی قاتل سے

ساتھ مرنے پہ کسیکا نہیں دیتا کوئی
چھوٹے ارمان دلی گور ہی کی منزل سے

بند راہیں مری تقدیر نے ایسی کی ہیں
آگے ارمان نکل سکتے نہیں پھر دل سے

ساتھ مجنون کے جو ہے حسرت و ارمانکا ہجوم
ہے یہ ناقے کی صدا دور رہو محمل سے

بے سبب حسرت و ارمان پہ چھری پھیر گئی
خون ناحق کی دیت چاہیے اب قاتل سے

جان اپنی ہی بچاتے ہیں بری وقت میں سب
حسرت دل تک امان مانگتی ہے قاتل سے

خانۂ دل میں پڑے رہتے ہیں بیمار ملول
جا نہیں سکتے کہیں حسرت و ارمان دل سے

حال دل سنکے مرا قتل سے وہ باز رہا
حسرتوں نے مجھے شرمندہ کیا قاتل سے

ڈوب مرنے کو جو دریا پہ کبھی جا بیٹھا
حسرتیں میری اٹھا لائیں مجھے ساحل سے

بے سبب ذبح ہوئیں وہ بھی مرے ساتھ غضب
حسرتیں دلکی بچائی نہ گئیں قاتل سے

لب شیرین کا کبھی یار نے بوسہ نہ دیا
تشنہ لب حسرتیں پھر آئیں لب ساحل سے

ڈوب مرنا جو مقدر میں مرے لکھا تھا
بڑھ کے موجوں نے مجھے کھینچ لیا ساحل سے

تیرا ابرو رخ روشن کے سبب سے چمکا
چاند کی طرح سے کی کسب ضیا کامل سے

نیک و بد کی نہیں کچھ عشق میں رہتی ہے تمیز
لپٹی جاتی ہے تمنا مرے رنگے تل سے

مدتوں قبر پہ بیٹھے ہوئے رویا کی ہے
آرزو کو یہ محبت تھی ترے بسمل سے

عشق میں زہرہ جبینوں کے گیا ڈوب اشکؔ
حسرتیں کھینچ کے لائی ہیں چہ بابل سے

تمام شد غزلیات دیوان اشکؔ اشک ریز از عشق حقیقی در سنہ ۱۳۱۱ ہجری

تاریخات

تاریخ طبع دیوان ـ من افکار ـ ابوسعید سید احمد افسر وکیل عدالتہاے سرکار عالی دام اقبالہ

سب افکار دیرینہ کرکے فراہم
مرتب کیا تہا یہ دیوان ثانی
نہ پائی ذرا مہلت طبع ہے ہے
اجل آگئے اشک کو ناگہانی
مگر اُنکے ہمزلف اطہر نے بیحد
تہ دل سے کی طبع مین جانفشانی
یہ دیوان ہے یا دفتر راز الفت
یہ دیوان ہے یا عشق کی ہر کہانی
سبق لین حسین اور عاشق جو اسکا
کہلے عقدہ ارنی لن ترانی
بہت سے جہا مین سخن سنج گذرے
نہ پائی کسینے یہ شیرین زبانی
معاصر سخنور معرف تمامی
خداداد پائی تہی جادو بیانی
فصاحت تہی آب بقا سے مخمر
نہ کیون شہرت اشک ہو جاودانی
کہا مین نے یہ مصرعۂ سال افسر
دلاویز دیوان ریاض معانی
۱۳۱۱ھ

ایضاً

چہپا ہے اشک کا دیوان ثانی
نقود نکتہ و معنی کا ہے گنج
کہی تاریخ اُس کی مین نے افسر
کلام اشک دانشور گہر سنج
۱۳۱۱ھ

تاریخ رحلت اشک

روزۂ عاشورہ چون افطار کرد
ناگہان آن نیک باطن مرد آہ

گفت افسر مصرعۂ سالِ وفات	اشک نکتہ سنج مومن مُرد آہ ۱۳۰۱ افضلی

من تصنیف طبعزاد میر فاضل علی اثر نبیرۂ وحید الدولہ مرحوم تلمیذ جناب نواب میر خیرات علیخان متخلص بحضرت سخی مدظلہ العالی

بود اشک ای اثر عجیب و غریب سنہ ۱۳۰۳ ف	خوش سخن خوش بیان خوش تہذیب
شد چو دیوانِ دومینش طبع	گفت تاریخ دل کلام غریب سنہ ۱۳۰۳ ف

قطعہ تاریخ من تصنیف ایضاً

صورت گل از نشاطِ عیش دل خندان شدند	طبع شد دیوان حضرتِ اشک یا آمد بہار
ای اثر گفتم بنام اشک تاریخ غریب	منتہی را سہل باشد مبتدی اندر شمار
لیک نقش لوحِ دل کن نکتہ باریک بین	علیوی سنہ زچنین ترکیب از نامش بر آر
حرفِ اول سیزدہ حرفِ دوم شش مرتبہ ۱۳ ۱۸۰۰ ۹۳	حرف آخر را شمار از روی ابجد چار بار ۸۰ ۱۸

ایضاً ـ من تصنیف جناب مرزا محمد جعفر صاحب اشجع حیدرآبادی

چھپا اشک کا جبکہ دیوانِ ثانی	کہا سب نے ہے حور کا یہ سراپا
سنِ طبع اشجع نے پوچھا جو دل سے	کہا ـ وفترِ اشک مرحوم چھاپا ۱۳۱۱ھ

ایضاً ـ من تصنیف جناب منشی شنکر پرشاد صاحب المتخلص افضل

تلمیذ جناب میر سید علی صاحب حبیب لکھنوی سر رشتہ دار توشک خانۂ خاص اعلیٰ حضرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی

واہ کیا عمدہ یہ ہے غنچہ کہلا	دیدے سے باغ ارم کو رشک ہے
۱۳۰۷ ف	۱۸۹۳ ع
بلبلون نے بہی خبر افضل کردی	پُر بہار اب گلستانِ اشک ہے
۱۹۵۰ سمت	۱۳۱۰ ہجری

من تصنیف عالیجناب ولایت حسین خانصاحب برجیس شاگرد رشید جناب میر نفیس صاحب لکھنوی

مطبعِ سیّدی نیک انجام	ہجریہ سال نوشتم برجیس
طبع دیوان دوم کرد تمام	دیدنی گلشنِ اشک است مدام
	۱۳۱۱ ہجری

قطعہ تاریخ از نتائج فکر بلند شاعر نازک خیال سخنور بیمثال جناب میر سید علی صاحب حبیب لکھنوی

تاریخ انتقال

اشک سید علی حسن شاعر — واد جانِ عزیز در غم شاہ

چون شنفتند حال حورِ جنان — ۱۳۰۰ فصلی

اشک از چشم ریختند بہ آہ — ۱۹۴۹ سمت

ایضاً تاریخ طبع دیوان

بعد مردن اُسکا دیوان دوسرا ہوتا ہے طبع (۱۳۰۲ ف)

جو کہ بے شک آبرو ہی تہا خطاب اشک کا (۱۹۵۰ سمت)
لکھدی مین نے اسطرح تاریخ اسکی بس حبیب (۱۸۹۳ع)
واقعی کیا خوب دیوان ہے جناب اشک کا (۱۳۱۰ ہجری)

ایضاً قطعۂ تاریخ طبع طبعزاد شاعر بیمثال سخن گوی نازک خیال جناب میر دلاور علی صاحب حیدرآبادی

دامنِ کاغذ پہ نظمِ آبدار — ہے رقم یا ہین دُرِ غلطانِ اشک
طبعزادون کے لئے ہر صفحے کو — ہے بجا کہیئے اگر دامانِ اشک
حق اگر پوچھو تو وہ بھی خوب ہے — جو چھپا ہے پیشتر دیوانِ اشک
یہ بھی دیوان خوب ہے اسمین بھی ہین — طبعزادان سیہ چشمانِ اشک
میر اکرام سے علی اطہر اب — چاہتے ہین ہو روان فیضانِ اشک
سالِ فصلی کہدو دانش بہرِ طبع — دوسرا بھی خوب ہے دیوانِ اشک

۱۳۰۳ف

قطعۂ تاریخ من تصنیف میر محمد علی رنج تخلص رشید تلامذہ بلبل ہندوستان جہان استاد ناظم یار جنگ دبیر الدولہ فصیح الملک جناب نواب مرزا خان صاحب بہادر داغ دہلوی

کرد دیوان جمع اشکِ لکھنوی — در جہان اینک بطور یادگار
رنج سالِ طبع دیوانش نوشت — مہرِ تابان با وقار و نامدار

۱۳۱۱ ہجری

ایضاً تاریخ طبع دیوان

واقعی ایسا ہی ہے دیوان جناب اشک کا	کہدیا یہ جسنے دیکہا واہ کیا اچہا ہے باغ
رنج گر دلمین تیری تاریخ لکہنے کا ہے قصد	صنعت منقوط مین لکہہ ۔ شاعر عالی دماغ
	۱۳۱۰ ہجری

ایضاً

چہپا کیا اشک کا دیوانِ دوم	ہراک شاعر کو ہے دِل سے یہ مرغوب
عجب بات آئی ہے تاریخ فضلی	مگر رجب کہلے ۔ واہ کیا خوب
	۱۳۰۲ ف

من تصنیف میر بیدار علی متخلص بہ رسا شاگرد حضرت سخی مدظلہ العالی

دیکہکر مضمون دیوان اشک کے	ہو گئے بے آبرو دُرِ عدن
آب سے لیکر عدد کہدو رسا	بہر دیا کوزہ مین دریائے سخن
۳	۱۳۰۳ ف

تاریخ تصنیف میر امداد علیخان متخلص نآر نبیرۂ نواب اکرم جنگ بہادر شاگرد مصنف ہذا اعلی اللہ مقامہ واقعاً خوب تاریخ ہے

واہ کیا دیوان ہے استاد کا	واقعی ہے سلک گوہر نظم اشک
بندشین وہ چست وہ رنگینیان	نظم فردوسی سے بہتر نظم اشک
برق جانِ حاسدان ہر شعر گرم	کیون نہ وہ جلجائین سنکر نظم اشک
وقت پر تمثیل دینے کے لئے	شاعرون کی ہر زبان نظم اشک
شاعرون کا ہے وہ دستور العمل	کام دیگی انکو اکثر نظم اشک
ختم جب دیوانِ دوم کر چکے	قصد تہا شایع ہو چہپکر نظم اشک

حیف مہلت دی نہ انکو موت نے
وہ جو ہر برس سوگ انکار کہا اس لئے
منحصر اس سال پر تھی انکی طبع
زآرنے کی فکر جب تاریخ کی

رہ گئی بے اشک ابتر نظم اشک
گھر سے بھی نکلے نہ باہر نظم اشک
پہلے اس سے چھپتی کیونکر نظم اشک
مادہ ہات آیا بہتر نظم اشک
۱۳۱۱ ہجری

ایضاً من تصنیف میر شبیر حسین متخلص بہ سہا شاگرد حضرت سخی مد ظلہ العالی

متفکر مجھے دیکھا تو کہا ہاتف نے
روکر ابجد سے سہا کہدے تو تاریخ طبع
آ

اشک آنکھوں میں ہیں ہر کس لئے یہ آہ و فغان
حضرت اشک کا پاکیزہ چھپا ہے دیوان
۱۸۹۳ع

قطعہ تاریخ دیوان اشک صاحب مرحوم طبعزاد نواب میر خیرات علیخان سخی تلمیذ جناب منشی صبا صاحب لکھنوی شاگرد رشید جناب آتش صاحب لکھنوی

ہیں نمایاں لفظ سے سو طرح کی رنگینیاں
دھیان جب تاریخ کا آیا سخی دل نے کہا

غور سے دیکھو تو ہیں لو نکی جڑی ہے نظم اشک
شک نہیں بے شبہہ موتیکی لڑی ہے نظم اشک
۱۳۱۱ ہجری

قطعہ تاریخ طبع دیوان دوم جناب حضرت سید علی حسن صاحب اشک مرحوم لکھنوی من تصنیف احقر العباد میر ابو القاسم الموسوی تخلص شمس نبیرہ میر محمد حسین خان مرحوم شاگرد جناب مستطاب معلی القاب و استاد زمان شاعر بے عدیل بے نظیر حضرت حکیم میر یاد شاد علی صاحب المتخلص بہ ضیا لکھنوی

تاریخ

عجب دیوان لکھا ہے اشک نے واہ
ثناخوان جسکا ہر اک نکتہ دان ہے

عجب بندش ہے دل جسپر فدا ہو
عجب مضمون ہیں قربان جسپہ جان ہے

کہی ترتیب کی تاریخ مین سنے
انوکھا جسکا انداز بیان ہے

سمجھنے کے لئے کہتا ہون یہ بات
کہ اس مین راز اک مخفی نہان ہے

ذرا اگر غور سے تاریخ دیکھین
تو سال فصلی و ہجری ہی ہان ہے

اگر اُسمین سے کم کرلین عدد چار
سن فصلی عیان تب بیگمان ہے

اُسی مین تدخلہ ہو چار کا گر
تو سن ہجری کا اُس سے بس عیان ہے

لکھوا اے شمس اب تاریخ رنگین
کلام شاعر شیرین زبان ہے

۱۳۰۷ھ

تاریخ طبع دیوان دوم اشک مرحوم از نتیجہ فکر ہیچمدان حکیم سید بادشاہ علی ضیا لکھنوی

دیوانِ دوم اشک باغلیت پُر بہارے
گلہا ست جلہ مضمون معنی ست بوو انہا

شمشاد و سرو الف ہا ریحان و گل دوائر
اثمار نقطہ ہاش سنبل سطور گویا

بہ بہ چہ نظم رنگین بہتر ز نظم پروین
بہ بہ چہ بندش زہ زہ چہ لطف معنی

بعد وفات اشکے یک نسبتی اذیس
بنمود فکر طبعش گشت باغ پیرا

پاسے صبا چو آمد بشگفت غنچہ غنچہ
گفتم ہزار طبعم باغے بہار افزا

۱۳۱۱ھ

تاریخ وفات اشک مرحوم

خجستہ شاعر شیرین بیان علی حسن اشک
سمی اول و دوم امام عرش پناہ

مطیع ناسخ و شاگرد استاد شہید
بعصر خویش خود از کاملین بلا اشتباہ

فرید عصر سخن گوی کامل ابن زبان — کلام اوست دلیل کمال بے اکراه
باین فقیر جگر ریش الفتے بس داشت — خداش جنت اعلی کناد منزلگاه
ز هیضه کرد قضا آن شفیق نیک نهاد — بروز یازدهم از مه عزا ناگاه
هزار و سه صد و نه بود عین در آغاز — که از جهان بجنان رفت چون نه دیدگاه
ازین حساب ضیا سال فوت او پیداست — چهار بار بگوید اگر کسے اشک آه
۳۲۷

قطعۂ تاریخ

۱۳۰۸ھ

من تصنیف میر عابد علی المتخلص قدرت شاگرد حضرت سخی طال عمره

اشک صاحب کا وه چھپا دیوان — ہیں مضامین جسکے رشک چمن
لکھا قدرت نے مصرعۂ تاریخ — لایق داد ہے یہ باغ سخن
۹۳ ۱۲۱۵

من کلام سید غلام عباس المتخلص قابل

شد ز نظم دلکش او آشکار — نو بہار تازهٔ بستان اشک
جهج قابل گفت سال طبع او — شکر واهب طبع شد دیوان اشک
۱۳۱۱ھ

فهرست قطعات مشتمل بر تواریخ دیوان مرحوم از جناب استادی اعنی میر علی حسن مرحوم و مغفور متخلص به اشک صاحب غفر الله ذنوبه و رفع درجاته من نتائج افکار احقر العباد المزیلی سید باقر الموسوی تخلص کاشف نبیره مرحوم و مغفور میر محمد حسین خان اعلی الله مقامه حشره الله مع من تولاه

تاریخ اوّل

مدِ نظر جسکے ہو دیوانِ اشک	اُسکو نظر آئیگی سیرِ چمن
نخل ہر اک شعر ہے دیوان کا	لفظ ہے ہر اک گل یاسمن
زیر و زبر پیش تو ہین رشکِ گل	نکتہ ہر اک رشک دہِ نسترن
اِس کے مرکب مین وہ بو باس ہے	جس سے خجل ہوتا ہے مشکِ ختن
صفحۂ قرطاس پہ جدول ہے یہہ	بہتی ہے یا خلد مین نہرِ لبن
بندش و مضمون ہین باہم اِسطرح	جیسے جدا ہوتے نہین جان و تن
دیکہین جو انصاف سے بڑہ جائے اور	روشنیٔ دیدۂ اہلِ سخن
مردمکِ چشم ہر گویا سے ہے	غور سے دیکہین تو ذرا مرد و زن
حق تو یہہ ہے ہے یہی دنیا مین آج	زینتِ ہر محفل و ہر انجمن
خوب یہ کاشف نے لکہا سالِ طبع	سرمۂ چشمِ شعراے دکن

۱۳۰۲ ف

ولہ درزبان فارسی

شاعرِ نامدار حضرتِ اشک		صاحبِ با وقار و با تمکین
شہرۂ شاعران ز پرتوِ او		چون جلا ذرہ را ز مہرِ مبین
بنگر او را در ہمہ شعرا		ماہتابے میانِ انجم بین
وقت تصنیف او بجلوہ نگاہ	ق	چون سے بود کس نے تحسین
سے زوند آن زمان رقیب و عنید		بانگ احسنت از یسار و یمین
ق گر بہ بزمے کلامِ خود خواندے		در بدیحش صدائی اہلِ زمین
می شد از فرطِ جنان کہ میگفتم		رفت از فرش تا بعرشِ برین

قیصرِ جملہ اہلِ علم زمان	خسرو جملہ شاعرانِ زمین
جملہ مضمونِ نو مصاحبِ او	حاضر خدمتش چو رنگ رنگین
آمد از چرخ صوتِ لاشلّہ	داد چون ملک نظم را تزئین
سنہ ہجری بگفت کاشفِ زار	دُرِ شہوار بحرِ اشک بہ بین
	۱۳۱۱ھ

ولہ ایضاً

گشت ظاہر ز فیض حضرت اشک	جملہ اسرار عشق و راز نہفت
دُرِ ناسفتۂ مضامین را	از سرِ رشتۂ طبیعت سُفت
پے تاریخ طبع نظم او	لبِ کاشف چو غنچہ بشگفت
بے سرِ جنگ و با سرِ اصلاح	دفترِ دوم فصاحت گفت
	۱۳۱۱ھ

ولہ ایضاً

اینکہ دیوانِ اشک شد مطبوع	جملہ مملو ز نو مضامین است
بے بہا گفت سالِ او کاشف	الحق این اشرف دواوین است
	۱۳۱۱ھ

ولہ ایضاً تاریخ وفات

خسروِ ملک مضامین قیصر اقلیم نظم	[illegible]	بادشاہِ با وقارِ شاعرانِ بے عدیل
عاقل و دانا ذکی صاحب ہنر مشہور اشک		بود بین شصت و ہفتاد آہ زین عمرِ قلیل
بود اسمش در جہان با احمد علی و با آل		چون بالتشبیہ الفت داشت با خالق خلیل

آنکہ بودش ہم سنی مرتضےٰؑ و مجتبےٰؑ — ہر بزرگی وجلالت باشدش گویا دلیل
پرداز دارِ فنا سوی بقا او را قضا — آنکہ بودش بندۂ خاص خداوند جلیل
گفت تاریخ وفاتش کاشف از الہام غیب — یا علیؑ و یا حسنؑ محشور کرد او جمیل
۱۳۰۹ھ

من تصنیف سید اکبر حسین کوکب شاگرد عالیجناب میر نفیس صاحب لکھنوی

خوب دیوانِ بے بدل چھاپا — عیسوی سال لکھا کر کوکب نے
شائقوں کا یہی وتیرہ ہے — آہ یہ اشک کا ذخیرہ ہے
۱۸۹۳ع

ایضاً

خوش اسلوب دیوان پیارا چھپا — لکھا ہجری یہ سال کوکب نے بھی
یہ مرغوب دیوان پیارا چھپا — بہت خوب دیوان پیارا چھپا
۱۳۱۱ھ

ایضاً

اِسکے چھپنے کے تھے ارباب سخن سب درپے — میر اکرام علی صاحب اطہر نے جب
واقعی دید کے قابل ہر کہ بہتر ہے یہ شئی — اسکو چھپوا دیا تو ہوگئے سب جھگڑے طے
عیسوی سال میں کوکب نے لکھا یہ مصرع
اشکِ مغفور کا دیوان دوم عمدہ ہے
۱۸۹۳ع

ایضاً من نتائج طبع حشمت علی کثیر شاگرد جناب میر سید علی صاحب فکر

چھپا ہے اشک کا کیا خوب دیوان — گلِ گلزار ہیں سب اسپہ قربان

کثیر اسطرح کہدو عیسوی سال	پسندیدہ سخن ہے رشکِ بستان ۱۸۹۴ء

ایضاً

ہے گہرآب سخن سے شرمسار سال ہجری صاف لکھدو ای کثیر	چاہتے ہیں شاعرانِ ذی وقار خوب ہے دیوان اشکِ نامدار ۱۳۱۱ھ

من تصنیف میر علی حسین انجم برادر سید اکبر حسین کوکب

دیوان مطبوع گشت ای انجم تاریخ بہ التصرام گفتم	دیدم چو سلاست و فصاحت خیلے شیرین کلام — گفتم ۱۳۱۱ھ

ایضاً

باعثِ تقویتِ روح وروان از پئے مردہ دلان عیسا شد	سال فصلیش چنین ہست اے انجم طبع گلدستۂ عمر افزا شد ۱۳۰۳ف

قطعہ تاریخ انتقال میر علی حسین اشک مرحوم چکیدۂ کلک گہر سلک جناب سید اصغر حسین صاحب مدظلہ العالی المتخلص بہ ناجی حیدرآبادی

اشک ذی مرتبہ ذی توقیر انکا تہا پاک حسب پاک نسب اسد اللہ کے تہے نور العین	تہے بڑے میرے عنایت فرما تہے جگر گوشۂ محبوب خدا راحتِ جانِ جنابِ زہرا

جنتی کے تہے یہ فرزند رشید — کیون نہ جنت مین ہو مسکن انکا
بہے جو مشہور جہان میر عماد — وہ بزرگ انکے تہے جدّ اعلا
شعر گوئی مین تہے یہ بہی مشہور — عیب سے پاک سخن ہے انکا
شیخ ناسخ کے تہے شاگرد شہید — یہ تہے شاگرد شہید والا
لکہنو ہو گیا جو وقت تباہ — بخت انہین ملک دکن مین لایا
گیارہوین کو مہ غم کے جو دم — یکبیک کر گئے دنیا سے قضا
مین نے پوچہا کہ مرض کیا تہا انہین — کہا لوگون نے کہ آئی تہی وبا
اڑ گئے ہوش سنی جب یہ خبر — ہو گیا صرف غم و آہ و بکا
اسی اندوہ غم و ماتم مین — فکر تاریخ ہوئی جب پیدا
مین نے ناجی یہ کہا مصرع سال — ماتم اشک مین گریان ہون سدا

۱۳۰۹ھ

ولہ قطعہ تاریخ طبع دیوان ثانی جناب اشک مرحوم

کوشش مو فور کی اطہر خوشنو نے جب — چہپ گیا دیوان اشک ہو گیا فضل اله
خوب ہے ہر اک غزل خوب مضامین ہین — خوبی اشعار مین کچہہ بہی نہین اشتباہ
خوب ہو ناجی کلام خوب ہو یہ سال بہی — خوب کہا واہ وا خوب کہا واہ وا

۱۳۱۱ھ

ایضاً من نتائج افکار صاحب طبع جلی جناب میر مومن علی صاحب نور حیدر آبادی

ہوا ہے دیوان ثانی اشک طبع مطبع مین سیدی کے
بخط خوب و بطرز عمدہ بسعی اطہر بفضل یزدان

حروف منقوط چھپنے ای تو رسال تاریخ طبع اسکا
سناؤ تم بھی - بہت ہی بہتر بہت ہی اعلیٰ چھپا یہ دیوان
۱۳۱۱ ہجری

تاریخ طبع دیوان جناب اشک مرحوم مغفور

دیوان اشک صاحب مرحوم نیکذات	بانظم آبدار چو لولوئے بے بہا
شد بالباس طبع مزین بفضل حق	مثل عروس تازہ بصد زینت و ضیا
دل راچو شد تفکر تاریخ طبع آن	جاء بہار باغ کلام آمده ندا
	۱۳۱۱ھ

باسمہ والحمد

قطعہ تاریخ طبع دیوان فصاحت نشان بلاغت بنیان مصنفہ
جناب فصاحت مآب لیاقت انتساب رشک شاعران
بیمثال غیرت ناظمان بیہمال حضرت سید جمال الدین حیدر
الشہیر بہ سید علی حسن صاحب الحسنی الحسینی اللکھنوی المتخلص بہ
اشک منظومہ اقل الخلیفہ بلاشئی فی الحقیقۃ ہیچمیرز و ہیچمدان
عاصی سید محمد باقر الرضوی عرف سید علی فکر تجاوز اللہ عن سیئاتہ

بہت دن سے ہو مین از بسکہ بیمار	حواس خمسہ ہیں ماؤف و بیکار

پر اکرام علی صاحب اولو القدر — وحید الدہر دُرِّ تاجِ اخیار
ہیں ہمد امان میرے اُستاد کے وہ — بڑے عالی منش اور نیک کردار
اُنہیں نے صرف کر کے مال اپنا — کیا مطبوع دیوانِ گہر بار
ہوا ارشاد یہ مجھ سے کہ از فکر — ہو اب تاریخ کے کہنے پہ طیّار
کیا گو عذر بیماری کا میں نے — نہ کی مقبول میری ایک گفتار
عدول حکم تہا از بسکہ مقبوح — کیا منظوم بے اکراہ و اجبار
نہ عمدہ مادہ پر ہاتھ آیا — کہ بیماری سے تہا مجبور و ناچار
سروشِ غیب نے جس دم سنا یہ — تو فرمایا (چھپی نظمِ منوّر)
١٣١١ ہجری

نامِ تاریخی

معیارِ نظم — ١٣١١ ہجری

التماس

دیوان کی کاپی من اولہ الی آخر جناب میر اکرام علی صاحب قبلہ اس احقر کو دکہا چکے ہیں — بالکل کلام جناب مرحوم ہے۔ اگر غلطی ہوگی تو سہوِ کاتب یا سہوِ نظر کی ہوگی۔ اور چند اشعار نظری مصنف ہی طبع ہو گئے ہیں بعد ازان اکثر پریشان ہی کر دیا ہے۔ دخل تصرف غیر اصلا نہیں ہے شائقین بلا خطر خرید فرمائیں

الکاتب
عاصی سید علی عفی عنہ

قطعهٔ تاریخ از نتایج طبع آب دار جوش صاحب

جناب اشک دریای صفا هر سلاست ها

ز آب نظم او در جستجوی حسن و عشق آمد

ز بهر سال ای جوش ابر کریان داد آواز

بگو دیوان اشک این آبروی حسن و عشق آمد

سنه ۱۳۱۱ ھ

پکی سعی سے اشک کا دیوان ہوا طبع
لیتا و نہ ہوں حضرت اطہر آپ ہے

مصرع سال ہی کیا خوب کہا کس نے یہ
شاہ تسلیم سخن کا ہوا دیوان چاپ ہے

سنہ ۱۳۱۱

در این زمان بسعی و کوشش جناب میر اکرام علی صاحب

دیوان ثانی جناب فصاحت نشان بلاغت بنیان

رشک شاعران بی مثال حضرت جمال الدین حیدر

الشهیر به سید علی حسن صاحب اشک لکهنوی

باهتمام این اقل السادات سید عبد اللطیف

الشهیر به سید آقای شیرازی در مطبع سیدی

بزیور طبع آراسته گردید